سلسلہ تعلیماتِ اسلام 12

بچوں کی تعمیرِ شخصیت

(11 سے 16 سال کی عُمر تک)

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرُالقادری

سلسلہ تعلیماتِ اسلام 12

بچوں کی تعمیرِ شخصیت

(11 سے 16 سال کی عُمر تک)

سلسلہ تعلیماتِ اسلام 12

بچوں کی تعمیرِ شخصیت

(11 سے 16 سال کی عُمر تک)

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتّبہ

مسز فریدہ سجاد

شعبہ دعوت، منہاج القرآن ویمن لیگ

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

اِفادات: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ : مسز فریدہ سجاد، طیبہ کوثر

نظرِ ثانی : اَجمل علی مجددی

زیرِ اِہتمام : فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ – Research.com.pk

مطبع : منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعت نمبر 1 : جون 2018ء [1,100 – پاکستان]

قیمت :

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی CDs/DVDs وغیرہ سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔
fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صل وسلم دائما أبدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

محمد سيد الكونين والثقلين

والفريقين من عرب ومن عجم

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرس

صفحہ	سوالات	نمبر شمار
23	پیش لفظ	۞
27	**1. بچوں کی تعلیم اور کیریئر کا انتخاب**	
29	علم کسے کہتے ہیں؟	1
29	علم کن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے؟	2
30	تعلیم کسے کہتے ہیں؟	3
31	تعلیم کن ذرائع سے حاصل ہوتی ہے؟	4
32	فاصلاتی تعلیم کسے کہتے ہیں؟	5
33	قرآن حکیم کی رو سے علم کی کیا اہمیت ہے؟	6
35	کیا احادیث مبارکہ میں حصولِ علم کی تلقین کی گئی ہے؟	7
37	طالب علم کی فضیلت کیا ہے؟	8
39	بچوں کی صلاحیتوں کے ارتقا میں تعلیم کیا کردار ادا کرتی ہے؟	9
40	تعلیمی ادارہ جات بچوں کی معاشرتی زندگی میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟	10

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
11	کیا بچوں کا تعلیمی نصاب صرف قومی زبان میں ہونا چاہیے؟	42
12	تعلیمی ادارہ کے پرنسپل کے فرائض کیا ہیں؟	43
13	تعلیمی ادارہ جات کے اسٹاف کی تربیت کیسے کی جائے؟	45
14	استاد کسے کہتے ہیں؟	46
15	استاد کے فرائض کیا ہیں؟	47
16	ایک اچھے استاد میں کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے؟	50
17	جو استاد تعلیم دینے میں سخاوت کرتا ہے اس کے لیے کیا خوش خبری ہے؟	52
18	جو استاد طلبا کو تعلیم دینے میں بخل کرتا ہے اس کے لیے کیا وعید ہے؟	54
19	بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے سے طلبا کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟	55
20	بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا ناکام کیوں ہوتے ہیں؟	56
21	طلبا اپنی تعلیمی قابلیت کیسے بہتر بنا سکتے ہیں؟	58
22	یادداشت کو بہتر بنانے کے بنیادی اصول کیا ہیں؟	59

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
23	مؤثر تدریس کے بنیادی اُصول کون سے ہیں؟	63
24	اُستاد کلاس روم کے اوقاتِ کار کو تدریسی لحاظ سے کیسے بہتر بنا سکتا ہے؟	69
25	بعض طلبا امتحان سے کیوں خوفزدہ ہوتے ہیں؟	70
26	امتحان میں ناکامی کے بعد طالب علم کیا سوچتا ہے؟	71
27	کیا جادوٹونا بچوں کی ناکامی کی وجہ بن سکتا ہے؟	73
28	امتحانی نتائج اچھے نہ آنے پر اساتذہ بچوں کی تدریس کو زیادہ مؤثر کیسے بنا سکتے ہیں؟	74
29	کن تجاویز پر عمل کر کے طلبا امتحانات کے خوف سے آزاد ہو سکتے ہیں؟	75
30	طالب علم کی اصلاح کے لیے استاد کس حد تک تادیبی کاروائی عمل میں لا سکتا ہے؟	76
31	بچوں کو چھوٹی چھوٹی ناکامیوں کا مقابلہ کرنا کیسے سکھایا جائے؟	79
32	کن تاریخ ساز شخصیات نے ناکامیوں کے باوجود جہدِ مسلسل سے کامیابی حاصل کی؟	81
33	کون سا وظیفہ طلبا کی یادداشت کے لیے مفید ہے؟	83

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
34	وہ کون سا وظیفہ ہے جس کے کرنے سے طلبا میں علم کی رغبت پیدا ہوتی ہے؟	84
35	وہ کون سا وظیفہ ہے جس کے کرنے سے طلبا کو انشراحِ صدر نصیب ہوتا ہے؟	85
36	وہ کون سا وظیفہ ہے جس کے کرنے سے طلبا اپنی استعداد کے مطابق کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟	87
37	فراغت کسے کہتے ہیں؟	89
38	بچے موسم گرما کی تعطیلات کو کن اشغال کے باعث ضائع کردیتے ہیں؟	90
39	وقت کے ضیاع سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟	92
40	وقت کے صحیح استعمال میں حائل رکاوٹیں کون سی ہیں؟	94
41	وقت کے غلط استعمال کے کیا نقصانات ہیں؟	96
42	فارغ اوقات میں والدین بچوں کو کیسے مصروف رکھ سکتے ہیں؟	97
43	کیریئر کسے کہتے ہیں؟	99
44	کیریئر گائیڈنس کسے کہتے ہیں؟	100
45	کیریئر کونسلنگ کسے کہتے ہیں؟	100

نمبر شمار	سوالات	صفحہ

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
46	کیا بچوں کے تعلیمی اور پروفیشنل کیریئر کے لیے کونسلنگ ضروری ہے؟	100
47	ہمارے ملک میں کیریئر کا انتخاب کس طرح کیا جاتا ہے؟	102
48	ملکی سطح پر بچوں کی کیریئر کونسلنگ کے لیے کن اقدامات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے؟	103
49	وہ کون سے عناصر ہیں جو کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہوتے ہیں؟	104
50	غلط کیریئر کے انتخاب کے نقصانات کیا ہیں؟	106
51	طلبا اور والدین کو کیریئر پلاننگ کے لیے کون سے اُمور مدنظر رکھنے چاہییں؟	107
52	طالب علم کیریئر کے انتخاب پر حتمی فیصلہ کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟	110
53	کیریئر کونسلنگ کے نتیجے میں طلبا کون سے پیشوں کا انتخاب بآسانی کر سکتے ہیں؟	112

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
	2. بچوں میں اَخلاقی و روحانی تربیت کی ناگزیریت	121
54	آج کا نوجوان دین سے دور کیوں ہے؟	123
55	کیا اولاد کا نافرمان ہونا والدین کی غفلت کی وجہ سے ہے؟	124
56	وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے نسلِ نو بے راہ روی کا شکار ہے؟	125
57	کیا بچوں کی روحانی تربیت کے لیے ان کی روح کا پاک ہونا ضروری ہے؟	128
58	کیا ماحول جسم اور روح دونوں پر اثرات مرتب کرتا ہے؟	128
59	کون سے عوامل بچوں میں منفی سوچ کا داعیہ پیدا کرتے ہیں؟	131
60	مثبت سوچ بچوں کی شخصیت میں کیا تبدیلیاں رونما کرتی ہے؟	131
61	بچے منفی سوچ پر کیسے قابو پا سکتے ہیں؟	133
62	محاسبہ کسے کہتے ہیں؟	135
63	نوجوان نسل کی زندگی میں محاسبہ کی اہمیت کیا ہے؟	135
64	بچے اپنا محاسبہ کیسے کریں؟	136

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
65	انسانی جسم میں زبان کی حیثیت کیا ہے؟	138
66	گفتگو کسے کہتے ہیں؟	140
67	بچے گفتگو کرتے ہوئے کن آداب کا خیال رکھیں؟	140
68	بے مقصد گفتگو کسے کہتے ہیں؟	144
69	باہم گفتگو میں غلط فہمی کیسے پیدا ہوتی ہے؟	145
70	باہم گفتگو میں غلط فہمی کے کیا نقصانات ہو سکتے ہیں؟	145
71	باہم گفتگو میں پیدا ہونے ولی غلط فہمی کو کیسے رفع کیا جا سکتا ہے؟	146
72	جھوٹ اور سچ میں بنیادی فرق کیا ہے؟	148
73	کس حد تک ہنسی مزاح جائز ہے؟	148
74	کیا مذاق میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟	151
75	بچوں میں سچ بولنے کی عادت کیسے پیدا کی جائے اور انہیں جھوٹ سے کیسے بچایا جائے؟	153
76	بچوں میں عاجزی کیسے پیدا کی جائے اور اُنہیں تکبر سے کیسے بچایا جائے؟	156

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
77	بچوں کو چغل خوری، غیبت اور بہتان جیسی بُری عادات سے کیسے بچایا جائے؟	158
78	بچوں میں عبادت کا ذوق پیدا کرنے کے لیے والدین کو کون سا وظیفہ کرنا چاہیے؟	162
79	بچوں کو طہارت کی تربیت کیسے دی جائے؟	164
80	بچوں کو تیمّم کرنا کیسے سکھایا جائے؟	167
81	بچوں کو نماز کے ظاہری اور باطنی آداب کیسے سکھائے جائیں؟	168
82	بچوں کو نماز میں کون سی دس سورتیں ترتیب سے پڑھنا سکھائی جائیں؟	171
83	معذور بچے نماز کیسے ادا کر سکتے ہیں؟	176
84	بچوں کو نماز قصر پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	178
85	والدین دورانِ سفر بچوں کو مختلف سواریوں پر نماز پڑھنا کیسے سکھائیں؟	180
86	بچوں کو سُترہ کے بارے میں کیسے تعلیم دی جائے؟	180
87	بچوں کو سجدہ سہو کرنے کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟	182
88	بچوں کو سجدہ تلاوت کرنا کیسے سکھایا جائے؟	183

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
89	بچوں کو سجدہ تلاوت میں کون سی دعا پڑھنا سکھائی جائے؟	184
90	کیا بچوں کو فرض نماز کے علاوہ نفل نماز کی بھی ترغیب دینی چاہیے؟	185
91	بچوں کو نمازِ تہجد پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	185
92	بچوں کو نمازِ اشراق پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	186
93	بچوں کو نمازِ چاشت پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	187
94	بچوں کو نمازِ اوّابین پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	188
95	بچوں کو نمازِ جمعہ پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	188
96	بچوں کو نمازِ عیدین پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	189
97	کیا بچوں کو نمازِ جنازہ پڑھنا سکھانا چاہیے؟	189
98	بچوں کو نمازِ استخارہ پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	192
99	بچوں کو صلوٰۃ التسبیح پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	194
100	بچوں کو نمازِ حاجت پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟	196
101	کیا بچوں کو مرد اور عورت کی نماز میں فرق بتانا چاہیے؟	198

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
102	لڑکیوں کو ایامِ مخصوصہ میں عبادت کے احکام کیسے سکھائے جائیں؟	199
103	لڑکوں کو ناپاکی کی صورت میں شرعی احکام کیسے سکھائے جائیں؟	200
104	لڑکوں کو اذان اور اس کے کلمات کی ادائیگی کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟	202
105	لڑکوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کے احکامات کیسے سکھائے جائیں؟	203
106	لڑکیوں کو کیسا لباس پہننا چاہیے؟	206
107	لڑکوں کو کیسا لباس پہننا چاہیے؟	208
108	بچے نیا لباس پہنتے ہوئے کون سی دعا پڑھیں؟	209
109	بچوں کو جوتا پہننے کے آداب کیسے سکھائے جائیں؟	209
110	کیا کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے؟	210
111	بچوں کو مریض کی عیادت کے آداب کیسے سکھائے جائیں؟	212
112	بچوں کو تعزیت کے آداب کیسے سکھائے جائیں؟	215

صفحہ	سوالات	نمبر شمار
217	کیا حکایات وقصص کے ذریعے بچوں کی اخلاقی تربیت کی جاسکتی ہے؟	113
224	مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے team spirit کیا کردار ادا کرتی ہے؟	114
225	والدین اپنے بچوں کو دین کا داعی کیسے بنائیں؟	115
227	مقرر بننے کے لیے بچوں کی آواز کو کیسے بہتر کیا جاسکتا ہے؟	116
229	تقریر کرتے وقت کن باتوں کوملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے؟	117
231	3. بچوں کی معاشرتی، نفسیاتی اور جذباتی تربیت	
233	معاشرہ کسے کہتے ہیں؟	118
233	اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد کس پر ہے؟	119
235	فرد اور معاشرے کا باہمی تعلق کیا ہے؟	120
235	بچوں کی معاشرتی تربیت سے کیا مراد ہے؟	121
236	بچوں کی معاشرتی زندگی کی ترقی کا اندازہ کیسے لگایا جاسکتا ہے؟	122
236	والدین بچوں کی معاشرتی زندگی کو کیسے بہتر بنا سکتے ہیں؟	123

نمبر شمار	سوالات	صفحہ

124 کیا بچوں کی معاشرتی تربیت کے لیے انہیں محنت و مشقت کا عادی بنانا ضروری ہے؟ 239

125 کیا متوازن غذا اور کھیل بچوں کی اچھی صحت کے لیے ضروری ہیں؟ 241

126 صحت اور کھیل کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ 242

127 بچوں کی ذہنی نشو و نما کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ 244

128 ابلاغ کسے کہتے ہیں؟ 246

129 انسانی زندگی میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت کیا ہے؟ 247

130 ذرائع ابلاغ کس طرح بچوں کی اردو زبان پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ 248

131 تعلیمات اسلام کی روشنی میں ذرائع ابلاغ اپنا مثبت کردار کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ 249

132 ہیجان انگیز موسیقی کا استعمال بچوں کے افعال و کردار پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟ 255

133 فحش فلمیں بچوں کے کردار پر کیا منفی اثرات مرتب کرتی ہیں؟ 256

نمبر شمار	سوالات	صفحہ

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
134	کیا لڑکے، لڑکیوں کا باہمی اِختلاط جائز ہے؟	258
135	حیا اور بے حیائی کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟	260
136	تعلق کے کتنے درجے ہیں؟	263
137	وہ کون سے عوامل ہیں جو بچوں میں طفلانہ محبت کو جنم دیتے ہیں؟	265
138	والدین بچوں کو طفلانہ محبت میں مبتلا ہونے سے کس طرح دور رکھ سکتے ہیں؟	265
139	ٹین ایجرز کس طرح کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟	266
140	بچوں کی نفسیاتی بیماریوں کا علاج کیونکر ممکن ہے؟	269
141	گھبراہٹ، خوف اور پریشانی کسے کہتے ہیں؟	270
142	بچے غیر متوقع مسائل پر کیسے قابو پا سکتے ہیں؟	270
143	کیا والدین کو بچوں کی روزمرہ سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیے؟	273
144	بالغ بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟	274
145	بچہ اگر کسی بُرائی کا مرتکب ہو جائے تو والدین کو کیا کرنا چاہیے؟	276
146	ڈپریشن کسے کہتے ہیں؟	277

نمبر شمار	سوالات	صفحہ

147	نوجوان ڈپریشن کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟	277
148	ڈپریشن کے شکار نوجوان کن مسائل میں مبتلا ہو جاتے ہیں؟	278
149	ڈپریشن دور کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں؟	281
150	مایوسی کیا ہے اور کن وجوہات کی بنا پر یہ نوجوانوں میں جنم لیتی ہے؟	283
151	والدین بچوں میں خود اعتمادی کیسے پیدا کریں؟	285
152	بچے کن تجاویز پر عمل کر کے مایوسی کو ختم کر سکتے ہیں؟	288
153	وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بنا پر بچے مجرم بنتے ہیں؟	289
154	ٹین ایجرز لڑکوں میں ون ویلنگ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟	292
155	ٹین ایجرز لڑکوں کو ون ویلنگ سے روکنے کے لیے حکومت کو کیا اقدامات کرنے چاہییں؟	293
156	ٹین ایجرز میں سگریٹ نوشی کے اسباب کیا ہیں؟	294
157	ٹین ایجرز کو سگریٹ نوشی سے کیسے بچایا جا سکتا ہے؟	295
158	سگریٹ نوشی کے علاوہ کون سی ایسی نشہ آور اشیاء ہیں جن کے استعمال سے ٹین ایجرز کو بچانا چاہیے؟	296

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
159	نشہ آور اشیاء سے ٹین ایجرز کی صحت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟	299
160	بچے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے اہداف کیسے مقرر کریں؟	301
161	والدین اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے کون سے اقدامات اختیار کر سکتے ہیں؟	302
162	وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر والدین اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنے میں ناکام رہتے ہیں؟	304
163	اگر بچے بد زبانی، ترش روی اور اکھڑ پن کا شکار ہوں تو ایسی صورت میں والدین کو کون سا وظیفہ کرنا چاہیے؟	307
164	اگر والدین کو گمان ہو کہ ان کی اولاد کے بگڑنے کی وجہ جادو ٹونا ہے تو ایسی صورت میں وہ کون سا وظیفہ کریں؟	308
165	کیا اسلام میں جادو ٹونا اور تعویذ حرام ہیں؟	311
166	کیا اسلام میں کسی نیک عمل کے لیے وظیفہ کرنا جائز ہے؟	313
167	والدین پر بچوں کے کون سے حقوق لازم ہیں؟	315

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
168	بچوں کو والدین کے کون سے حقوق پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟	320
169	بچوں کو رشتہ داروں کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟	328
170	بچوں کو ہمسایوں کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟	331
171	بچوں کو حیوانات کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟	334
172	بچوں کو پرندوں کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟	337
173	ٹین ایجرز کو پرندوں کو پالنے اور پنجرے میں رکھنے کے احکامات کیسے سکھائے جائیں؟	340
174	بچوں کو کیسے دوستوں کا انتخاب کرنا چاہیے؟	342
175	بچوں پر دوستوں کے کون سے حقوق لازم ہیں؟	344
176	بچوں کو خوشی اور غمی کے موقع پر اپنا رویہ کیسا رکھنا چاہیے؟	345
۞	مصادر و مراجع	349

پیش لفظ

والدین کے لیے اولاد کی مثال ان کی زندگی کے گلستان میں کِھلے ہوئے غنچوں کی سی ہے۔ اس حوالے سے لازم ہے کہ ان نونہالوں کی نگہداشت ماہر باغبانوں کی طرح کی جائے۔ باغبانوں کے لیے لازم ہے کہ انہیں مکمل آگاہی ہونی چاہیے کہ کون سی چیز ان کی متاعِ حیات کے لیے موافق ہے اور کون سی شے ان کے لیے ضرر رساں۔ انہیں چاہیے کہ وہ ماحول پر کڑی نظر رکھیں کہ آیا کہ ان کی فکری، روحانی اور علمی آبیاری درست انداز سے ہو رہی ہے یا نہیں؟ ان کے افکار کی کھیتی کو اسلامی افکار و نظریات کی کھاد باقاعدگی سے دی جا رہی ہے یا نہیں؟ کہیں ان پر مادہ پرستی کی نحوست اور دنیاوی حرص و لالچ کی بیماریاں حملہ آور تو نہیں ہو رہیں؟ یاد رہے کہ انسان کی سب سے قیمتی متاعِ حیات اس کی اولاد ہے، اگر اس کی تعلیم و تربیت اسلامی بنیادوں پر ہوگی تو والدین کی دنیا بھی سنورے گی اور مرنے کے بعد بھی صدقۂ جاریہ کا ایک عظیم سلسلہ جاری رہے گا۔

اسلامی افکار کی بنیاد پر اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا ہر ماں باپ کا بنیادی فریضہ ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر والدین اس حوالے سے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ اولاد کو دنیاوی تعلیم دلانے کے لیے تو بھاری فیسیں ادا کرتے ہیں، مگر ان کی زندگی میں اسلامی رنگ لانے کے لیے کچھ بھی نہیں کیا جاتا۔ یہ دورِ جدید کا بہت بڑا المیہ ہے جس پر توجہ دینا ہر صاحبِ اولاد پر لازم ہے۔

پندرھویں صدی ہجری کی تجدیدی تحریک منہاج القرآن نے ہر شعبۂ زندگی میں اَن مٹ روحانی نقوش چھوڑے ہیں۔ اسی عظیم سلسلے کی ایک کڑی حالیہ تصنیف بھی ہے۔ اس میں 11 سے 16 سال کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو

کی گئی ہے۔ مذکورہ تصنیف کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں بچوں کی تعلیم اور کیریئر کے انتخاب سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے مسائل اور ان کے حل پر بھی بات کی گئی ہے جو بچوں کو پیش آتے ہیں۔ اس ضمن میں طلبا کی علمی قابلیت کو بڑھانے، یادداشت کو تقویت پہنچانے، امتحانات کے خوف سے نکلنے، ناکامی کے خدشات سے بچنے، ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے اور غلطیوں سے سبق سیکھنے جیسے مسائل کو قرآن و حدیث اور تاریخی شخصیات کی زندگیوں کی مثالیں پیش کرتے ہوئے دور کرنے کے لیے جد و جہد کی گئی ہے۔

دوسرے باب کا موضوع اخلاقی اور روحانی تربیت کی ناگزیریت ہے۔ اس حوالے سے ان عوامل پر غور کیا گیا ہے کہ نسلِ نو دین سے کیوں دور ہے اور وہ اعمال بھی واضح کیے گئے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہوکر اخلاقی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

تیسرے باب میں قریب البلوغت کی نفسیاتی، جذباتی اور معاشرتی تربیت کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مضبوط بنیادوں پر بچے کی معاشرتی اور نفسیاتی تربیت پر زور دیتے ہوئے ان امور کو واضح کیا گیا ہے، جن سے بچوں کے مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے میں خاطر خواہ مدد ملتی ہے۔ یہاں اس پہلو پر بھی بات کی گئی ہے کہ جب نوجوان شباب کی وادی میں قدم رکھتے ہیں تو اس عمر میں انہیں معاشرے کے برے اثرات سے بچانے کے لیے اقدامات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

کہنے کو یہ ایک تصنیف ہے مگر بلا مبالغہ یہ ایک ایسی گائیڈ بک ہے جو ہر اُس گھر میں موجود ہونا لازم ہے جس میں اس عمر کے بچے موجود ہیں۔ اس تصنیف میں جہاں بچوں کی روحانی، نفسیاتی اور معاشرتی تربیت کے حوالے سے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے، وہیں قرآن و سنت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں تربیت فراہم کرنے کے خاطر خواہ امور بھی زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ اس بابت اوراد و وظائف بھی تحریر کیے

گئے ہیں۔ اپنی افادیت و اہمیت کے لحاظ سے یہ علمی و ادبی کاوش اردو ادب میں تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک بہترین اضافہ ہے۔

یہ کتاب 'سلسلہ تعلیمات اِسلام' کی بارہویں کڑی ہے جب کہ بچوں کے حوالے سے تیسری کتاب ہے۔ FMRi کی لیڈی اسکالرز - محترمہ مسز فریدہ سجاد اور محترمہ طیبہ کوثر - کی اَن تھک محنت کا ثمر ہے۔ درحقیقت یہ کتاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہم العالی کے عظیم فیوض و برکات کی ایک روشن تجلی ہے۔ اس دورِ پرفتن میں ہر طرف چھائی مادہ پرستی، دین سے بیزاری اور دنیا داری کی ظلمتوں کو کچلنے کے لیے گنبدِ خضریٰ کے انوار سے حاصل کی گئی ہے۔ یہاں حضرت شیخ الاسلام کے جذبات کی ترجمانی حکیم الامتؒ کے یہ اشعار کر رہے ہیں:

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا! آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

ربِ لم یزل سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے طفیل نسلِ نو کو دینِ اسلام کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

(محمد فاروق رانا)
ڈائریکٹر
فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

I

بچوں کی تعلیم اور کیریئر کا انتخاب

سوال 1: علم کسے کہتے ہیں؟

جواب: علم سے مراد کسی چیز کی اصل حقیقت کو مکمل طور پر جاننا ہے۔ یعنی کسی چیز کے بارے میں ایسی پختہ اور حتمی شکل کا ادراک جہاں اِخفا اور لاعلمی ختم ہو جائے، تردد، شک اور کسی قسم کا ظن نہ رہے علم کہلاتا ہے۔قرآن و حدیث، سائنس، ٹیکنالوجی، فلسفہ اور تمام عقلی و نقلی انسانی علوم علم میں شامل ہیں۔ علم کا تقاضا ہے کہ واقعات و حوادث کے اسباب و علل اور قوانینِ فطرت کا سراغ لگایا جائے اور ان کے تناظر میں حیاتِ انسانی کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

سوال 2: علم کن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے علم کے مختلف ذرائع، وسائط، وسائل اور طریقے پیدا فرمائے ہیں۔علم جن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اُن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ **حسّیات:** جو علم حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ **وجدانیات:** جو علم انسان کے وجدان سے حاصل ہوتا ہے، جسے عرفِ عام میں چھٹی حس کہتے ہیں۔

۳۔ **فطریات:** جو علم بدیہیات سے حاصل ہوتا ہے اور انسانی فطرت میں ان چیزوں کا ادراک رکھا گیا ہے۔

۴۔ **عقلیّات:** جو علم عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ حواسِ خمسہ سے حاصل ہونے والا علم اور عقل سے حاصل ہونے والا علم الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ حواسِ خمسہ سے معلومات حاصل ہوتی ہیں اور عقل ان معلومات کو پرکھ کر نتیجہ اخذ کرتی ہے، دونوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو علم بنے گا۔علم تب بنے گا جب یہ دونوں ذرائع اپنے فرائضِ منصبی (functions) کو اکٹھا ادا کریں گے۔

۵۔ **متواترات:** ایسا علم جس پر نسل در نسل، صدی در صدی اتفاق چلا آ رہا ہو، اسے متواترات کہتے ہیں۔

۶۔ **تجربیات:** ایسا علم جو مسلسل تجربات سے ایک ہی نتیجہ دے اور یقین تک لے جائے، اسے تجربیات کہتے ہیں۔

۷۔ **حدثیات:** اگر علم مسلسل تجربات سے ایک ایسے نکتہ تک پہنچا دے جس پر یقین نہ ہو بلکہ ظن کی کیفیت پیدا ہو تو اُسے حدثیات کہتے ہیں۔

سوال 3: تعلیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: تعلیم عربی زبان کا لفظ ہے جو علم سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی پڑھانا، سکھانا، تلقین کرنا یا رہنمائی کرنا کے ہیں۔ انگریزی میں اس کا متبادل لفظ education ہے جو لاطینی زبان کے دو الفاظ educere اور educare سے ماخوذ ہے۔ Educere کے معنی to bring out یعنی اِظہار کرنا، باہر نکالنا، بروئے کار لانا وغیرہ کے ہیں؛ جب کہ educare کے معنی to bring up یعنی

پروان چڑھانا، نشو ونما کرنا، اُجاگر کرنا کے ہیں۔ ایجوکیشن کی اصطلاح انہی دو الفاظ سے مل کر بنی ہے۔

تعلیم ایک دوہرے عمل کا پروگرام ہے، یعنی ایک ایسا طریقہ جس سے ہم کچھ حاصل کرتے ہیں اور دوسرا وہ جو ہم دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ تعلیم میں ہر عمر کے افراد کی تخیلی و تخلیقی صلاحیتوں کی تربیت، سماجی عوامل ومحرکات، تعلیمی ادارہ جات کا نصاب وطریقہ تدریس اور اس جیسے دیگر موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔

سوال 4: تعلیم کن ذرائع سے حاصل ہوتی ہے؟

جواب: تعلیم دو ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔

(ا) رسمی تعلیم (۲) غیر رسمی تعلیم

ا۔ رسمی تعلیم

رسمی تعلیم وہ منظّم تعلیمی نظام ہے جو پرائمری سطح سے شروع ہوکر اعلیٰ تعلیم پر منتج ہوتا ہے۔ اس میں عام مضامین کی تعلیم اور مخصوص پروگراموں کی تدریس کے علاوہ فنی یعنی technical & vocational ادارے بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ ادارے عام طور پر حکومتی محاصل سے چلتے ہیں۔ اس میں اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیاں شامل ہیں۔ رسمی نظامِ تعلیم کی تسلیم شدہ افادیت ہی اس کی بقا کی ضامن ہے۔ عموماً رسمی تعلیم کو غیر رسمی اور فاصلاتی تعلیم کی نسبت زیادہ اہمیت کا حامل گردانا جاتا ہے۔

۲۔ غیر رسمی تعلیم

غیر رسمی تعلیم (informal education) پیدائش سے لے کر تمام عمر پر محیط ہے، جو تعلیمی ادارہ جات کے باہر حاصل ہوتی ہے۔ یہ اسکول جانے سے پہلے بچے کی زبان، اَقدار اور ذہنی تربیت کے لیے بنیادیں فراہم کرتی ہے۔ جو ہمہ جہت، رسمی تعلیم کی معاون اور اسے مثبت انداز میں آگے بڑھانے میں مدد کرتی ہے۔ عصرِ حاضر میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے استعمال نے غیر رسمی تعلیم کے میدان میں انقلاب بپا کر دیا ہے۔ اس کی مدد سے افراد اپنے روز مرہ کے تجربات، عملی اثرات اور ماحول میں موجود وسائل کی مدد سے رویے، اَقدار، مہارتیں اور علم سیکھتے ہیں۔

سوال 5: فاصلاتی تعلیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: فاصلاتی تعلیم کے طریقہ تدریس میں کمرہ جماعت میں طلبا کی موجودگی اور اساتذہ کی نگرانی شامل نہیں ہوتی۔ اس کا اہتمام عموماً دور دراز علاقوں کے ناخواندہ افراد کے لیے کیا جاتا ہے۔ آج سے ایک دہائی قبل یہ تعلیم ریڈیو، ٹی وی اور خط و کتابت کے ذریعے دی جاتی تھی۔ پھر یہ تعلیم کمپیوٹر اور DVDs / CDs کی مدد سے دی جانے لگی۔ آج کل یہ تعلیم انٹرنیٹ، ویب سائٹس اور ای میل کے ذریعے دی جاتی ہے اور مخصوص ویب سائٹس پر مواد upload کر دیا جاتا ہے۔ اساتذہ کا طلبا کے ساتھ ای میل اور چیٹنگ کے مختلف سافٹ وئیر کے ذریعے رابطہ ہوتا ہے اور یوں انہیں مکمل رہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔

فاصلاتی تعلیم میں طلبا کو ان کے گھروں میں بذریعہ ڈاک تدریسی مواد

فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تدریس اور راہنمائی کے لیے ٹیوٹرز مقرر کیے جاتے ہیں جو عام طور پر رسمی اداروں کے اساتذہ ہوتے ہیں۔ یہ اساتذہ طلبا کی عملی مشقیں (assignments) دیکھتے اور مقامی تدریسی مراکز میں شام کو یا چھٹی کے دن (tutorial meeting) کرتے ہیں۔ دورانِ سمسٹر لکھی جانے والی (assignments) اور فائنل دیے گئے امتحان کی بنیاد پر طلبا کی کارکردگی کا تعین کیا جاتا ہے۔

سوال 6: قرآن حکیم کی رو سے علم کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں علم کو انسان کی فلاح اور کامیابی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کی رو سے علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور قرآن کی پہلی آیت جو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمائی، وہ علم ہی سے متعلق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ○[1]

(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا○ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا○ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے○ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا○ جس نے انسان کو

---

[1] العلق، ۹۶: ۱-۵

(اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا○

گویا وحیِ الٰہی کے آغاز ہی میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ذریعے بنی نوع انسان کی توجہ لکھنے، پڑھنے کی طرف مبذول کروائی گئی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اور فرشتوں کے ذکر کے ساتھ اَہلِ علم کا ذکر فرما کر علم کی اہمیت وفضیلت اور علماء کی عظمت کو یوں بیان کیا ہے:

شَهِدَ اللهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ.❶

اللہ نے اس بات پر گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی (اور ساتھ یہ بھی) کہ وہ ہر تدبیر عدل کے ساتھ فرمانے والا ہے○

علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو علم میں اضافہ کے لیے دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا○❷

اور آپ (رب کے حضور یہ) عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے○

اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔ مگر یہ نکتہ قابل غور ہے کہ کسی

---

❶ آل عمران، ۳: ۱۸

❷ طٰہ، ۲۰: ۱۱۴

نعمت کے بارے میں اپنے حبیب ﷺ کو یہ نہیں فرمایا کہ اس کے لیے دعا کریں۔ صرف علم واحد نعمت ہے کہ جس کے بارے میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم دیا کہ اس میں اضافے کی دعا کریں۔

قرآن حکیم میں جا بجا اہل علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۂ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا. ❶

اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیںo

سوال 7: کیا احادیث مبارکہ میں حصولِ علم کی تلقین کی گئی ہے؟

جواب: جی ہاں! احادیث مبارکہ میں حصولِ علم کی تلقین کی گئی ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے بکثرت تعلیم و تعلم کی فضیلت و اہمیت پر ارشادات فرمائے ہیں۔

ا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوْضٌ، وَالْعِلْمُ سَيُنْتَقَصُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِي فَرِيْضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا. ❷

---

❶ فاطر، ۳۵:۲۸

❷ ا۔ دارمي، السنن، باب الاقتداء بالعلماء، ۱: ۸۳، رقم: ۲۲۱

علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیوں کہ میں انسان ہوں جو اُٹھا لیا جاؤں گا اور علم (بھی) عنقریب اُٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے (جن کی وجہ سے شریعتِ اسلامیہ سے ناواقفیت ہو جائے گی) حتیٰ کہ دو افراد میں اختلاف ہوگا تو ان کو کوئی نہ ملے گا جو (احکامِ شریعت کے مطابق) ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. ❶

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

۳۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

خُذُوا الْعِلْمَ قَبْلَ أَنْ يُنْفَذَ. ❷

علم حاصل کرو قبل اس کے کہ اِسے اُٹھا لیا جائے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں علم کے حصول کی فرضیت اور اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ فریضہ صرف مردوں تک ہی محدود نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی علم کا حصول لازمی قرار دیا گیا ہے۔

.... ۲۔ دار قطني، السنن، كتاب الفرائض والسير وغير ذلك، ۴: ۸۲، رقم: ۴۶

❶ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۴

❷ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۲۳۲، رقم: ۷۹۰۶

سوال 8: طالب علم کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: علم کا متلاشی اور سیکھنے کے عمل سے گزرنے والا ہر فرد طالب علم کہلاتا ہے۔ اسلام نے اس کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں لگائی، بلکہ اسلام تو مہد سے لحد تک حصولِ علم کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن و حدیث میں طالب علم کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. [1]

اللہ اُن لوگوں کے درجات بلند فرما دے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا۔

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَکَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ. [2]

---

[1] المجادلة، ۵۸: ۱۱

[2] ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والإستغفار، باب فضل الإجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذکر، ۴: ۲۰۷۴، رقم: ۲۶۹۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۵، رقم: ۸۲۹۹

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، ۳:۳۱۷، رقم: ۳۶۴۳

۴۔ ترمذي، السنن، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۵: ۲۸، رقم: ۲۶۴۶

جو شخص تلاشِ علم کی راہ پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

اس حدیث مبارک میں حصولِ علم کے لیے سفر کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے گا تو اس کے سفر کرنے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا۔

۲۔ اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ، كَانَ فِي سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ. [1]

جو شخص حصولِ علم کے لیے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں ہے جب تک واپس نہیں لوٹ آتا۔

جس طرح جہاد کرنے والا اپنا گھر بار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کرتا ہے، اُسی طرح طالب علم بھی حصولِ علم کے لیے گھر سے نکل کر سفر کرتا اور مصائب جھیلتا ہے۔ اسی بنا پر اسے جہاد کرنے والے کے مرتبہ پر فائز کیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[1] ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۵: ۲۹، رقم: ۲۶۴۷

۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۲۳۴، رقم: ۳۸۰

....

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ.[1]

اگر کسی کو اس حال میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تاکہ اس علم کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے گا تو اس کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

جس طالب علم کو حصولِ علم کے دوران موت آ گئی اور وہ تکمیلِ علم سے عاجز رہ گیا تو وہ اپنی نیت کی وجہ سے اصلی اور آخری مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

سوال ۹: بچوں کی صلاحیتوں کے ارتقا میں تعلیم کیا کردار ادا کرتی ہے؟

جواب: بچوں کی صلاحیتوں کا ارتقا اور ان کی تعمیرِ شخصیت تعلیم کا مقصد اولیٰ ہے۔ تعلیم یافتہ اور جاہل شخص میں صرف یہ بات امتیاز پیدا نہیں کرتی کہ ایک کے پاس ڈگری ہے اور دوسرا اس سے محروم ہے؛ بلکہ دونوں کا طرزِ عمل اور اخلاق و اطوار اُن کے علم یا جہالت میں نمایاں فرق قائم کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ○[2]

---

[1] ۱۔ دارمي، السنن، باب في فضل العلم والعالم، ۱: ۱۱۲، رقم: ۳۵۴
۲۔ ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۱: ۴۶

[2] الزمر، ۳۹: ۹

فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں؟ بس نصیحت تو عقل مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں○

حقیقت یہ ہے کہ تعلیم انسانی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کی مسلسل نشو و نما اور بالیدگی کا عمل ہے جو انسانی شخصیت کے نکھار اور اعلیٰ کمال کے حصول کا باعث بنتا ہے۔ مختلف تعلیمی سرگرمیاں بچوں کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی کسی نہ کسی لحاظ سے نشو و نما اور فروغ کا باعث بنتی ہیں۔ بالیدگی کا یہ عمل مربوط بھی ہوتا ہے اور بتدریج بھی تاکہ بچوں کی زندگی کے ہر پہلو کی نشو و نما ہو سکے اور حتی الامکان ان کی شخصیت کی تکمیل کے ذریعے معاشرتی زندگی متوازن طور پر فروغ پائے۔

الغرض! بچوں کی صلاحیتوں کا ارتقا اور قوموں کی ترقی کا راز اعلیٰ تعلیم میں مضمر ہے۔ بچوں کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لیے سائنسی اور فنی مضامین کی تدریس پر توجہ دی جائے تاکہ وہ اس کارگاہِ حیات میں پوری توانائی سے اپنا کردار ادا کر سکیں۔

سوال ١٠: تعلیمی ادارہ جات بچوں کی معاشرتی زندگی میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

جواب: تعلیمی ادارہ جات بچوں کی عقل و شعور کی نشو و نما اور مستقبل کی جہتوں کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تاکہ وہ آنے والے کل سے روشناس اور زمانے کی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو سکیں۔ تعلیمی مراکز میں بچے مل جل کر رہنا، کام کرنا اور کھیلنا سیکھتے ہیں۔ بچوں کی معاشرتی نشو و نما کے لیے یہ ادارے مثالی تربیت گاہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

تعلیمی ادارہ جات درج ذیل طریقوں سے بچوں کی معاشرتی زندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں:

☆ بچوں کے لیے تعلیمی ادارہ ایک ایسی منطقی جگہ ہے جہاں انہیں بہتر طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ انسانی حقوق و فرائض کا احترام سکھایا جاتا ہے اور جمہوری رجحانات کی نشو و نما کر کے انہیں معاشرتی زندگی گزارنے کی عملی مشق کرائی جاتی ہے۔

☆ کلاس کا کمرہ بچوں کی تعمیرِ شخصیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جس میں بچوں کو پوری طرح کھل کر اظہارِ خیال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ان کے سوالات کو نظر انداز کرنے کی بجائے ان کی پذیرائی دانش مندی سے کی جاتی ہے۔ ان کے شخصی اختلافات اور خامیوں کو دور کر کے انہیں دوسروں کے مدِ مقابل لانے میں خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

☆ تعلیمی ادارہ جات میں اساتذہ بچوں کو نہ صرف تعلیم دیتے ہیں بلکہ ان کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی نشو و نما میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کی بنا پر وہ اپنے فیصلے اور مسائل خود حل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

☆ بچوں کی معاشرتی تربیت کے لیے اساتذہ بدظنی اور تعصب سے پاک ہو کر بچوں کے سامنے جمہوری اندازِ فکر اختیار کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ معاشرتی، مذہبی یا نسلی پس منظر سے قطع نظر یکساں شفقت سے پیش آتے ہیں۔ اس سے بچوں کی سیرت و کردار کی نشو و نما صحت مند طریق پر ہوتی

ہے۔

☆ کھیل اور تعلیمی کمرے کی سرگرمیوں کے ذریعے اساتذہ کسی جذباتی دباؤ یا خوف کے بغیر بچوں کو دوسروں کا مقابلہ کرنے کی تحریک دیتے ہیں۔ یوں محنت اور ایمانداری سے زندگی میں آگے بڑھنے کا رجحان فروغ پاتا ہے۔

سوال ۱۱: کیا بچوں کا تعلیمی نصاب صرف قومی زبان میں ہونا چاہیے؟

جواب: بچوں کا تعلیمی نصاب قومی اور بین الاقوامی دونوں زبانوں میں ہونا چاہیے۔ قومی زبان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور بین الاقوامی زبان سے بھی روگردانی نہیں کی جا سکتی۔ اگر طلبا کو محض قومی زبان میں تعلیم دی جائے تو وہ دنیا کے سائنسدانوں اور محققین کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ کیوں کہ دنیا میں کی گئی تحقیقات اور ٹیکنالوجی کا زیادہ تر حصہ بین الاقوامی زبان انگریزی پر مشتمل ہے۔ دنیا کے تقریباً 90 فی صد سے زائد سائنسدانوں نے اپنی تحقیق انگریزی زبان میں ہی کی ہے۔ یوں انگریزی کے بغیر تعلیم کی فراہمی ناممکن ہے۔ اس سے طلبا تحقیق اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا سے پیچھے رہ سکتے ہیں۔ گویا انگریزی زبان کو پس پشت ڈالنا دنیا کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔

دوسری طرف قومی زبان اردو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ دنیا کے تحقیق دان اس بات پر متفق ہیں کہ ایک طالب علم کسی بھی زبان کی نسبت اپنی قومی زبان میں زیادہ بہتر طور پر ابتدائی تعلیم حاصل کرسکتا ہے۔ قومی زبان کے ذریعے اس کے سوچنے سمجھنے کی اہمیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت

ہے کہ اردو زبان میں تاحال تحقیق اور سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں اس حد تک ترقی نہیں ہو پائی کہ طلبا اس کے بل بوتے پر تعلیمی میدان میں زیادہ آگے بڑھ سکیں۔

تعلیم قومی زبان میں دی جائے یا بین الاقوامی زبان میں! اس تذبذب کا واحد حل یہی ہے کہ تعلیمی ادارے دونوں زبانوں میں توازن رکھتے ہوئے تعلیم مہیا کرنے کے ساتھ انگریزی زبان میں کی گئی تحقیق کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کروائیں۔ یوں کسی بین الاقوامی زبان میں شائع ہونے والی تحقیق کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے سے قومی زبان میں علم کا ایک وسیع ذخیرہ میسر آئے گا۔

سوال 12: تعلیمی ادارہ کے پرنسپل کے فرائض کیا ہیں؟

جواب: تعلیمی ادارہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے پرنسپل کے درج ذیل فرائض ہیں:

☆ پرنسپل کا فرض ہے کہ وہ اسکول کی عمارت کے مطابق اتنے ہی طلبا کو داخلہ دے جن کی وہ صحیح معنوں میں تعلیم و تربیت کر سکے۔ تعداد کے پیشِ نظر اپنے اسٹاف میں اضافہ کرے، جو طلبا کی استعداد اور تربیت کا باضابطہ چیک اینڈ بیلنس رکھیں۔

☆ پرنسپل کا فرض ہے کہ وہ اسکول میں اکیڈمک انچارج اور وائس پرنسپل کی تقرری کرے اور دونوں کی ذمہ داریاں تحریراً ان کے پاس موجود ہوں تاکہ طرفین میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ اسکول کو صرف اکیڈمک انچارج اور وائس پرنسپل پر ہی نہ چھوڑے، بلکہ جس قدر ممکن ہو تمام اُمور کی خود نگرانی کرے۔

☆ پرنسپل اسکول میں خوبصورت پودوں، باغیچوں اور قدرتی مناظر کا بھی خوب اہتمام کرے۔ خوبصورت فواروں، fish aquarium، خوبصورت فوٹو فریم اور دنیا کے نقشوں کے ذریعے ایسا تعلیمی ماحول فراہم کرے جو بچوں کے لیے دلکشی کا سبب بنے۔

☆ پرنسپل کے فرائض میں شامل ہے کہ اساتذہ کے طریقہ تدریس پر گہری نظر رکھے تاکہ وہ ایسے غیر ضروری عنوانات سے اجتناب کریں جو طلبا کی ذہنی سطح سے بالاتر ہوں۔ کیوں کہ غیر ضروری تفصیلات سے طلبا کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ضروری اور مفید باتیں بھی ان کے ذہن میں محفوظ نہیں رہتیں۔

☆ پرنسپل ماہانہ بنیادوں پر ایک دن ایسا مقرر کرے جس میں طلبا کی تعلیم و تربیت کے لیے اساتذہ سے مشاورت کی جائے۔ وہ ہر ایک کی رائے چاہے وہ مناسب ہو یا غیر مناسب -ضرور سنے اور کسی کو تنقیص کا نشانہ بنائے بغیر اچھی تجاویز کو فوری نافذ کرے۔

☆ پرنسپل اپنے منصب کا صحیح حق ادا کرتے ہوئے اساتذہ کے ساتھ ساتھ طلبا کے لیے بھی سراپا رحمت بنے۔ سرزنش اور تادیب سے زیادہ افہام و تفہیم اور پند و نصائح کی افادیت پر نظر رکھے۔ پیچیدہ معاملات میں بھی اچھے اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

☆ پرنسپل کو چاہیے کہ اسکول کے ملازمین کے مالی معاملات کا خصوصی خیال رکھے۔ اچھی کارکردگی والے اسٹاف ممبران کی انعامات کے ذریعے حوصلہ افزائی

کرے اور تہواروں پر ان کے لیے خصوصی incentives کا اہتمام کرے۔

☆ پرنسپل کا فرض ہے کہ اسکول کے مالی معاملات کے لیے محاسب، تجربہ کار اور دیانت دار اسٹاف کی تقرری کرے جو اسکول کے حساب کتاب کا ریکارڈ اس طرح رکھیں کہ سالہا سال کے بعد بھی کوئی حساب طلب کرے تو ہر چیز من وعن محفوظ ہو اور کسی کو ان پر غبن کی تہمت کا موقع نہ مل سکے۔

سوال 13: تعلیمی ادارہ جات کے اسٹاف کی تربیت کیسے کی جائے؟

جواب: طلبا کی تعلیم و تربیت کی تکمیل تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ اسٹاف کا مطالبہ کرتی ہے۔ اسٹاف کی تربیت کے لیے ایسی ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کی دلچسپیوں کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے انہیں صحیح اقدار اپنانے کے قابل بنائے کہ وہ طلبا کو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ تعلیمی ادارہ جات کے اسٹاف کی تربیت کے لیے درج ذیل اُمور پیش نظر رکھے جائیں تو طلبا کی بہتر انداز میں تربیت کی جا سکتی ہے:

☆ اساتذہ کی تربیت کا اولین مقصد طلبا میں انفرادی و اجتماعی زندگی کا فہم اس طرح پیدا کرنا ہے کہ وہ زندگی کے ہر میدان میں تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں اپنا راستہ خود متعین کر سکیں۔

☆ دورانِ تربیت اسٹاف کو اپنے ماتحتوں کے اختیارات اور ذمہ داریاں متعین کر کے ان کے سپرد کی جائیں اور ان کے کام کا دائرہ کار بھی بتایا جائے کہ وہ کتنے با اختیار ہیں؟ وقتاً فوقتاً ان کے سپرد کیے گئے کام کا جائزہ لے کر حسبِ ضرورت اس

میں بہتری لائی جائے۔

☆ تربیت کے دوران اسٹاف کے مابین محبت اور ہم آہنگی پیدا کرنا ضروری ہے۔ انہیں 'ٹیم ورک' کا شعور دے کر واضح کیا جائے کہ کچھ کام ایسے ہیں جن کو ہر شخص کم وقت میں اپنی ذاتی کوشش سے سرانجام دے سکتا ہے، مگر کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن کو تنہا انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے اسٹاف کو چاہیے کہ وہ اجتماعی ہم آہنگی اور ٹیم ورک کے ذریعے بچوں کے مشترکہ مسائل کی نشاندہی اور اُن کے حل کے لیے اشتراک و تعاون سے کام لیں۔

☆ ٹریننگ میں اسٹاف کو صبر وتحمل، رواداری، فراخ دلی اور باہمی تعاون جیسی اقدار کی تربیت دینے کے ساتھ ان میں تساہل اور تاخیر کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ طلبا کی تعمیرِ شخصیت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکیں۔

سوال 14: استاد کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی بھی علم وفن کو سکھانے اور رہنمائی کرنے والے شخص کو استاد کہتے ہیں۔ اُستاد ایک ایسی شخصیت ہے جو بچوں کی سیرت و کردار کی تشکیل کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ یہی وہ کام ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. [1]

---

[1] ا۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۳، رقم: ۲۲۹

—

میں معلم بنا کر ہی مبعوث کیا گیا ہوں۔

اس کی وضاحت درج ذیل حدیث مبارک میں یوں کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخلاقِ.❶

مجھے عمدہ اَخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

گویا آپ ﷺ ایسے استاد تھے کہ جنہوں نے تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اَخلاق کی تعمیر بھی کی اور اَعلیٰ اَخلاق کا نمونہ بھی پیش کیا۔

سوال 15: اُستاد کے فرائض کیا ہیں؟

جواب: معاشرے کی تعمیر و ترقی اور علم کی ترویج و اشاعت کے لیے استاد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ تدریسی اور معاشرتی فرائض کے ساتھ اپنا نقطہ نظر نہایت مؤثر انداز میں نئی نسل تک منتقل کرتا ہے۔ استاد کا کردار ایک مالی کی طرح ہے۔ جس طرح باغ میں پودوں کی افزائش مالی کی بھرپور توجہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح طلبا کی تعلیم و تربیت بھی استاد کی بھرپور توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔ طلبا کی شخصیت سازی کے لیے استاد کے فرائض درج ذیل ہیں:

.... ٢۔ دارمي، السنن، ١: ١١١، رقم: ٣٤٩

❶ ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ٣٨١، رقم: ٨٩٣٩

٢۔ حاكم، المستدرك، ٢: ٦٧٠، رقم: ٤٢٢١

ا۔علم وفن میں مہارت

تدبر و تفکر ہی دراصل کسی علم و فن کی روح ہے جس کے ذریعے ترقی کی منازل طے ہوتی ہیں۔ استاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم میں مہارت پیدا کرے اور مطالعہ کو وسعت دینے کے لیے مکمل تحقیق کرے تاکہ علم و فن میں کماحقہ بصیرت حاصل کر سکے۔

۲۔ وقت کی پابندی

وقت کی پابندی شعبہ تدریس سے منسلک افراد کے لیے ناگزیر ہے کیوں کہ اس پر اگلی نسلوں کی تربیت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ استاد تدریسی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے اپنے اوقات کو منظّم کر کے نہ صرف خود نظم و ضبط کا پابند ہو بلکہ طلبا میں بھی پابندیِ وقت کی عادت راسخ کرنے کا فریضہ سرانجام دے۔

۳۔سوال کا حق

استاد کا فرض ہے کہ طلبا کے اندر تحرک پیدا کرنے کے لیے کلاس کا ماحول ایسا بنائے کہ وہ سبق کے بہتر فہم کے لیے بلا جھجک سوالات کر سکیں۔ کیوں کہ اچھا سوال آدھا علم ہوتا ہے۔ دورانِ تدریس جو نکات استاد بیان نہ کر سکا ہو، سوالات سے وہ نکات بھی سامنے آ جاتے ہیں اور یوں پوری کلاس کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ اعلیٰ اخلاق

استاد کا فرض ہے کہ وہ طلبا کو معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ان کی ذہنی

پختگی اور بلندیِ کردار کے لیے شائستہ طرزِ تکلم کا پیکر بنے تا کہ وہ اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے آپ کو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بنا سکیں۔

۵۔ غیر اسلامی نظریات کی تطہیر

استاد کا فرض ہے کہ وہ طلبا کے ایمان و اعتقاد کو مضبوط کرنے کے لیے انہیں لسانی اختلافات، قومیتوں کے تعصّبات اور نام نہاد ترقی پسند لٹریچر کی یلغار سے بچائے۔ ان کے ذہنوں میں پاکیزہ اور اسلامی خیالات و جذبات پیدا کرے تا کہ وہ دنیوی زندگی میں نیک اعمال کر کے آخرت میں سرخ روئی حاصل کر سکیں۔

۶۔ کتب بینی کی عادت

استاد کا فرض ہے کہ وہ طلبا میں علمی وفکری متانت اور سیرت و کردار میں مضبوطی پیدا کرنے کے لیے اُنہیں علمی، سائنسی، معاشرتی اور تاریخی کتب کے مطالعہ کی طرف راغب کرے تا کہ ان میں غور وفکر، وسعتِ نظری اور تحقیقی و تخلیقی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

۷۔ کمزور طلبا پر خصوصی توجہ

طلبا صرف ظاہری صورت کے لحاظ سے ہی ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتے بلکہ ان کی ذہنی سطح اور علمی معیار میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ اس لیے استاد کو چاہیے کہ وہ اپنی تدریس میں اتنی لچک رکھے کہ کمزور بچے اس سے بآسانی استفادہ کر سکیں۔

سوال 16: ایک اچھے استاد میں کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: طلبا کی تعلیم و تربیت میں استاد کی شخصیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وہ شعوری یا لاشعوری طور پر استاد سے مسلسل متاثر ہوتے ہیں۔ نظامِ تربیت میں نفسِ مضمون اور طریقہ تدریس کا ماہر ہونے کے لیے ایک اچھے استاد میں درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ خشیتِ الٰہی

خوف خدا بہت بڑی نعمت ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتی اور نیک کاموں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ لہٰذا معلم کے ذاتی اوصاف میں ایک بڑا وصف یہ ہونا چاہیے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔

۲۔ صبر و تحمل

صبر و تحمل استاد کا ایک بنیادی وصف ہی نہیں بلکہ بہت سے اہم اوصاف کی بنیاد ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ.[1]

(اے حبیب!) پس آپ صبر کیے جائیں جس طرح (دوسرے) عالی ہمّت پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور آپ ان (منکروں) کے لیے (طلبِ عذاب میں) جلدی نہ فرمائیں۔

---

[1] الأحقاف، ۴۶: ۳۵

اگر استاد حقیقی معنوں میں اپنے کام کا ثمر دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے طلبا کے ساتھ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور بردباری سے کام لینا چاہیے۔

۳۔فقر و اِستغناء

معلم کو فقر و استغنا کا پیکر ہونا چاہیے۔ یہ وہ بنیادی وصف ہے جو استاد کو کمال عطا کرتا ہے۔ اس کے بغیر تعلیم کا وقار اور معلم کا احترام قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا استاد کو کسی قسم کے دباؤ، لالچ اور خوف سے متاثر ہوئے بغیر استغناء کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

۴۔عفو و درگزر

استاد میں عفو و درگزر اور بردباری جیسے اوصاف کا ہونا اَز حد ضروری ہے۔ اس لیے کہ استاد کا بچوں سے ہر وقت سابقہ رہتا ہے اور اُن سے ہمہ وقت غلطیاں سرزد ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ بعض اوقات طلبا بے خبری میں استاد کے مقام کو نظر انداز کر بیٹھتے ہیں، اُن کے ایسے رویے پر درگزر کرنا کامیاب معلم کے اوصاف میں سے ہے۔

۵۔سادہ اور دلکش شخصیت

استاد کی شخصیت دلکش اور مؤثر ہونے کے ساتھ اس کے لباس میں سادگی اور نفاست کا عنصر بھی نمایاں ہو، تاکہ طلبا اسے اپنا رول ماڈل سمجھتے ہوئے بے اختیار اس کی طرف مائل ہوں۔

٦۔قول وفعل میں مطابقت

استاد میں ایک وصف یہ بھی مطلوب ہوتا ہے کہ وہ تضاد سے پاک ہو۔اس کے کہنے اور کرنے میں فرق نہ ہو۔ وہ جن اُصولوں کا پرچار کرے اُن پر خود سب سے زیادہ عمل پیرا ہو۔ اُس کا ظاہر و باطن باہم متصادم نہ ہو۔ وہ اپنے طلبا کو جن اخلاقی چیزوں کی تعلیم دیتا ہو وہ اس کی شخصیت سے جھلکتی نظر آئیں۔قرآن حکیم بھی قول وفعل کے تضاد سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ [1]

تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

٧۔ پرُاُمیدی اور دور اندیشی

استاد کو بہت سے معاملات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس میں ان سے نمٹنے کی صلاحیت نہ ہو تو بہت دشواری پیش آتی ہے۔ استاد کو ہمیشہ پُرامید اور دُور اندیش ہونا چاہیے تاکہ وہ طلبا کی تعلیم و تربیت میں نہ تو خود مایوس ہو اور نہ طلبا کو مایوسی کا شکار ہونے دے۔

سوال 17: جو استاد تعلیم دینے میں سخاوت کرتا ہے اس کے لیے کیا خوش خبری ہے؟

جواب: حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد مواقع پر اساتذہ کے لیے خوش خبری سنائی

[1] الصف، ٦١: ٢

ہے۔ آپ ﷺ نے علم کی عظیم وراثت آگے پہنچانے والوں کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور علم کو سنبھالنے، اٹھانے اور تعلیم و تعلم کے عمل کو اپنی خلافت قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! ہمارے خلفاء پر رحمت فرما۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِي، يَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِي وَسُنَّتِي وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ. (1)

میرے خلفاء وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد کے زمانوں میں آئیں گے، میری احادیث، میری سنتیں اور میرا علم روایت کریں گے اور وہ علم میری اُمت کو سکھائیں گے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الْأَجْوَدِ الْأَجْوَدِ؟ اللهُ الْأَجْوَدُ الْأَجْوَدُ. وَأَنَا أَجْوَدُ وَلَدِ آدَمَ، وَأَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَ عِلْمَهُ، يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَاحِدَةً. (2)

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تمام سخیوں سے بڑھ کر سخی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ

---

(1) طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۷۷، رقم: ۵۸۴۶

(2) أبو يعلى، المسند، ۵: ۱۷۶، رقم: ۲۷۹۰

سب سخیوں سے بڑا سخی (یعنی سب کریموں کا کریم) ہے۔ میں اولادِ آدم (کائناتِ انسانی) میں سب سے بڑا سخی ہوں۔ میرے بعد لوگوں میں سب سے بڑا سخی وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا، پھر اس علم کو دوسروں تک پہنچایا، قیامت کے دن اُس ایک شخص کو پوری اُمت کے برابر کھڑا کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ حصولِ علم کے بعد اسے دنیا بھر میں پھیلانے والے شخص کے درجات، فضائل اور مراتب کس قدر ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنا نائب قرار دیا اور اُسے سب سے بڑا سخی کہا ہے۔ یہاں تک کہ روزِ قیامت بھی اُس کی شان اس حال میں بلند کی جائے گی کہ اُس اکیلے کو پوری اُمت کے برابر اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

سوال 18: جو استاد طلبا کو تعلیم دینے میں بخل کرتا ہے اس کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب: جو استاد طلبا کو تعلیم دینے میں بخل کرتا اور اپنے اخلاقی فرائض سے غفلت برتتا ہے۔ اس کے لیے حدیث مبارک میں درج ذیل وعید آئی ہے:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ. [1]

---

[1] ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب العلم، باب ماجاء في كتمان العلم، ۵: ۲۹، رقم: ۲۶۴۹

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب العلم، باب كراهية منع العلم، ۳: ۳۲۱، رقم: ۳۶۵۸

جس شخص سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے جاننے کے باوجود اُسے چھپا لیا تو قیامت کے دن اُسے آگ کی لگام دی جائے گی۔

اِس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ طلبا کو علم سے آگاہ کرنے میں استاد بخل سے کام نہ لے اور علم سے متعلق طلبا کے کیے گئے سوالات کا حکمت و دانائی سے جواب دے، بصورت دیگر وہ سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

سوال ۱۹: بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے سے طلبا کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے سے طلبا کو درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

☆ بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے سے اعلیٰ تعلیم کے مواقع میسر آنے کے ساتھ ساتھ طلبا کو دیگر cultures اور ثقافت کو بھی دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ جس سے ان کا vision وسیع ہوتا ہے۔

☆ بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کو اپنا ہر کام خود کرنا پڑتا ہے، جس سے وہ اپنی ذمہ داریاں نبھانا سیکھ جاتے ہیں۔ یہ عمل ان کی کامیابیوں کی راہ ہموار کرنے کا باعث بنتا ہے۔

☆ حصولِ تعلیم کے لیے بیرون ملک جانے والا طالب علم اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف زبانیں اور ہنر سیکھتا ہے۔ اگر اسے عارضی طور پر ملازمت کا موقع ملے تو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس سے اس میں خوداعتمادی اور کام کی لگن بڑھتی ہے اور وہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کسبِ معاش بھی سیکھ جاتا ہے۔

☆ بیرونِ ملک طالب علم اپنی پسند کے شعبے میں بآسانی داخلہ لے سکتا ہے۔ پاکستان میں پیشہ ورانہ تعلیم کے حصول کے لیے امتیازی نمبروں کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے برعکس بیرونِ ملک تعلیم کے دوران انہی شعبوں میں پچاس فیصد نمبر حاصل کرنے والا طالب علم بھی داخلہ لے سکتا ہے۔

☆ بیرونِ ملک تعلیمی معیار اچھا ہونے کی وجہ سے وہاں سے حاصل ہونے والی اسناد دنیا بھر میں تسلیم کی جاتی ہیں۔ بیرونی تعلیمی سند رکھنے والے طالب علم کو ملکی طلبا کی نسبت بہتر تنخواہ اور مراعات حاصل ہوتی ہیں۔

☆ بیرون ملک سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد طالب علم اگر خود کوئی کاروبار شروع کرنا چاہتا ہو تو بھی وہ آسانی سے کر سکتا ہے کیوں کہ وہ کاروبار اور انتظام و انصرام کے تمام پہلوؤں اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

سوال ۲۰: بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا ناکام کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کی ناکامی کی وجوہات درج ذیل ہیں:

☆ بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کے لیے غیر ملکی معاشرت، زبان، مذہب، کلچر اور خد و خال ان کے اپنے ملک سے یکسر مختلف ہوتے ہیں۔ اس صورت حال میں اجنبی ملک میں بعض اوقات طلبا پریشان ہو جاتے ہیں اور وہاں کے طرزِ

زندگی میں adjust نہیں ہو پاتے۔ اس طرح ناکام ہو جاتے ہیں۔

☆ بیرونِ ملک معاشی مسائل سے دو چار طلبا دورانِ تعلیم ملازمت نہیں کر سکتے کیوں کہ بعض غیر ملکی تعلیمی اداروں کے قوانین طلبا کو کوئی منفعت بخش کامیاب ملازمت کرنے سے روکتے ہیں، جب کہ ان کے مقامی طلبا اس پابندی سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں اپنا خرچ اٹھانے کے لیے روزگار کے وسائل کی عدم دستیابی یا رکاوٹوں کی وجہ سے طلبا مایوسی کا شکار ہوکر تعلیم کو خیر باد کہہ کر ملک واپس آ جاتے ہیں۔

☆ بعض ترقی یافتہ مغربی ممالک میں پسماندہ یا ترقی پذیر ممالک کے طلبا کے لیے جو نسلی امتیازی رویہ پایا جاتا ہے وہ بھی طالب علم کو مکمل آزادی کے ساتھ تعلیم کے شعبے میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے سے روکتا ہے۔

☆ پاکستان کے مقابلے میں بیرونِ ملک تعلیم کافی مہنگی ہے۔ طلبا بعض اوقات ضد کی وجہ سے تعلیم کے حصول کے لیے بیرونِ ملک چلے تو جاتے ہیں لیکن جب والدین اخراجات برداشت نہیں کر پاتے تو نتیجتاً انہیں تعلیم ادھوری چھوڑ کر ناکام لوٹنا پڑتا ہے۔

☆ بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے، انہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ حیلے بہانوں سے والدین سے پے در پے پیسے منگوا کر بالکل آزاد ہو جاتے ہیں اور یہی آزادی اور تعلیم سے غفلت ان کی ناکامی کا باعث بنتی ہے۔

☆ بیرونِ ملک تعلیم کے حصول کے لیے جانے والے طلبا کو والدین اور اعزاء و اقارب کی یاد ستاتی ہے۔ اس یاد کو بھلانے کے لیے وہ بعض اوقات منشیات اور الکوحل کا استعمال کرتے ہیں۔ بایں وجہ وہ اپنی توجہ تعلیم پر مرکوز نہیں رکھ پاتے اور ناکام ہوجاتے ہیں۔

سوال 21: طلبا اپنی تعلیمی قابلیت کیسے بہتر بنا سکتے ہیں؟

جواب: طلبا کی قابلیت کا انحصار تعلیم پر ہوتا ہے۔ تعلیم چاہے رسمی ہو یا غیر رسمی، براہِ راست ہو یا بالواسطہ، یہ طلبا کی ذہنی تربیت کر کے نئے خیالات پیدا کرتی ہے جو کہ ان کے لیے مستقبل میں درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے۔ طلبا درج ذیل عادات اپنا کر اپنی تعلیمی قابلیت بہتر بنا سکتے ہیں:

۱۔ مطالعہ کرنا

مطالعہ کی عادت طلبا کی استعداد کی کنجی اور صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بہترین آلہ ہے۔ دنیا کا بہترین علم کتابوں میں محفوظ ہے، جس کی بدولت وہ ہر لمحہ اپنی معلومات اور زاویۂ فکر و نظر کو وسیع سے وسیع تر کر سکتے ہیں۔ طلبا اپنی تعلیمی قابلیت بہتر بنانے کے لیے ذہن کو پراگندہ کرنے والی کتب اور جرائد سے گریز کریں اور اپنی تخلیقی قوت کو اُبھارنے کے لیے اچھی اور معیاری کتب کا مطالعہ کریں۔ مطالعے کی عادت ایک اچھا لکھاری بننے کی طرف بھی سب سے پہلا قدم ہے۔

۲۔ تحریر کرنا

تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے کے لیے تحریر اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کسی

موضوع پر لکھنے سے پہلے طلبا اس کا مطالعہ اور تحقیق کر کے اپنی صلاحیت کے مطابق خیالات کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال سکتے ہیں۔ لکھنے کی مشق سے دماغ کے functions تحریر میں روانی اور عمدگی پیدا کرتے ہیں جو خوبصورت اور کامیاب تحریر کی ضمانت ہے۔

۳۔ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال

طلبا کی تعلیمی قابلیت بہتر بنانے اور تعلیمی میدان میں کامیابی کے حصول میں ٹیکنالوجی کا استعمال اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جدید آلات مثلاً کمپیوٹر، موبائل فون، آئی پیڈ، انٹرنیٹ، بلاگز اور دیگر سوشل سائٹس نے طلبا کو حصولِ علم میں پیش آمدہ مسائل حل کیے ہیں۔ طلبا جرائد میں شائع ہونے والے مضامین اور انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی معلومات کو فائلوں اور فولڈرز میں بآسانی محفوظ کر سکتے ہیں جو حوالہ جاتی مواد کا کام دیتے ہیں۔

۴۔ بحث و موازنہ کرنا

مشترکہ علمی بحث و موازنہ طلبا کو بہترین جواب کشید کرنے اور اپنی تعلیمی قابلیت بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے۔ مثلاً طلبا اجتماعی طور پر مناسب اور قابلِ فہم سوالات کا انتخاب کریں اور فرداً فرداً جوابات دینے کی کوشش کریں۔ اس طرح جوابات کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد مکمل اور جامع جواب حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال 22: یادداشت کو بہتر بنانے کے بنیادی اصول کیا ہیں؟

جواب: یادداشت کو بہتر بنانے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دماغ معلومات کو

کیسے محفوظ کرتا ہے؟ اِس کے تین مراحل ہیں۔ پہلے مرحلے میں دماغ معلومات کو حاصل کرتا اور اِسے پہچانتا ہے۔ دوسرے مرحلے میں دماغ اِن معلومات کا ذخیرہ کر لیتا ہے۔ تیسرے مرحلے میں دماغ معلومات کو ضرورت کے مطابق استعمال میں لاتا ہے۔ معلومات کو صرف اُس صورت میں یاد کیا جا سکتا ہے، جب اِسے اِن تین مراحل سے گزارا جائے۔

یادداشت کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سی یادیں ہمارے حواس سے تعلق رکھتی ہیں۔ جب ہم کچھ سُونگھتے، دیکھتے یا چُھوتے ہیں تو یہ بات ہماری یادداشت میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ کچھ معلومات ہم صرف تھوڑی دیر کے لیے یاد رکھتے ہیں۔ اِس قسم کی یادداشت کی وجہ سے ہم فون نمبر دیکھ کر اِسے اُتنی دیر کے لیے یاد کر پاتے ہیں جب تک ہم اِسے ملا نہ لیں۔ البتہ اِس قسم کی یادداشت کے ذریعے ہم صرف تھوڑی سی معلومات کو کچھ دیر کے لیے محفوظ کر سکتے ہیں۔ یادداشت کی ایک ایسی قسم بھی ہے جس کے ذریعے ہم معلومات کو بڑے عرصے تک محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اِس قسم کی یادداشت کو بہتر بنانے کے لیے بنیادی اُصول درج ذیل ہیں:

ا۔ صحیح تصور قائم کرنا

دماغ میں کسی چیز کا جتنا زیادہ واضح تصور ہو گا اس قدر زیادہ مدت تک وہ ذہن میں محفوظ رہے گی۔ اس لیے ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اپنے دماغ میں جو تصور بھی قائم کیا جائے وہ نہایت واضح اور صحیح ہو تا کہ اس کا نقش آسانی سے

قائم ہو سکے۔

۲۔قوتِ حافظہ بڑھانا

یادداشت کو بہتر بنانے کے لیے طالب علم کو چاہیے کہ علم کے حصول کی سچی تڑپ اور لگن پیدا کرے اور گناہوں سے پرہیز کرے۔ تا کہ پڑھا ہوا علم محفوظ رہے۔ ایک شخص نے حضرت وکیع بن جراح سے کمزور حافظہ کی شکایت کی تو انہوں نے کہا: 'ترکِ گناہ سے قوتِ حافظہ پر مدد طلب کر۔' اس شخص نے یہ واقعہ اِن اَشعار میں بیان کیا ہے:

شَکَوتُ إِلٰی وَکِیعٍ سُوْءَ حِفْظِي
فَأَرْشَدَنِي إِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِي
وَذٰلِکَ أَنَّ حِفْظَ الْعِلْمِ فَضْلٌ
وَفَضْلُ اللهِ لَا یُؤْتٰی لِعَاصِي

میں نے وکیع سے کمزور حافظہ کی شکایت کی تو اُنہوں نے مجھے ترکِ گناہ کی ہدایت کی؛ یہ اس لیے کہ علم کا حفظ کرنا فضلِ اِلٰہی سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل گناہ والی جگہ پر نہیں ہوتا۔

۳۔تعلق پیدا کرنا

وہ واقعات اور حقائق جلدی یاد ہو جاتے ہیں جن میں انسان کی اپنی ذات شامل ہوتی ہے۔ جیسے کسی طالب علم کا اپنے اسکول یا کالج کے دوستوں کے ساتھ

گروپ فوٹو بنوانا۔ بعد ازاں جب کبھی وہ یہ تصویر دیکھے گا تو اسے اس دور کا زمانہ طالب علمی فوری یاد آجائے گا۔ لہٰذا طالب علم کو چاہیے کہ کسی سبق کو یاد رکھنے کے لیے اُس کا تعلق کسی واقعہ، چیز یا شخص کے ساتھ جوڑ لے، اس سے اُسے یاد رکھنے میں مدد ملے گی۔

۴۔ ذہن میں کسی چیز کو متحرک رکھنا

کسی بھی چیز کو یاد کرنے کے بعد دہرانا ضروری ہے۔ ۸۰ سے ۱۰۰ فیصد تک مواد ۲۴ گھنٹے تک ذہن میں رہتا ہے۔ اس کے بعد انسانی ذہن بہت تیزی سے بھولنا شروع کر دیتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جس چیز کو یاد رکھنا ہو اسے بار بار اپنے ذہن میں متحرک کیا جائے تو یادداشت میں اس کا نقش قائم ہو جائے گا۔ لہٰذا طالب علم کو بھی چاہیے کہ وہ کسی بات کو یاد کرنے کے لیے بار بار اُسے اپنے ذہن میں دہرائے۔

۵۔ معلومات کو ترتیب دینا

ماہرین ذہن کو الماری سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اگر الماری میں اشیاء بکھری پڑی ہوں تو تلاش کرنے میں دقت محسوس ہوتی ہے اور اگر ترتیب اور نظم سے رکھی ہوں تو باآسانی مل جاتی ہیں۔ یادداشت بہتر بنانے کے لیے جن باتوں کو یاد کرنا ہو انہیں منظّم انداز میں ترتیب دینا ضروری ہے۔

۶۔ باور کروانا

ذہنی صلاحیت بڑھانے کے لیے خود کو باور کروانا چاہیے کہ میری یادداشت بہتر اور شاندار ہے، میں بہت کچھ یاد کرنے کے قابل ہوں۔ یہ یقین اپنا جادوئی اثر دکھاتا ہے اور یادداشت میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا ہے۔

۷۔ متوازن غذا لینا

متوازن غذا مثلاً پروٹین، چکنائی، کاربوہائیڈریٹ، وٹامن، نمکیات اور پانی وغیرہ انسانی صحت اور یادداشت کو بہتر بنانے میں مدد دیتی ہے۔

۸۔ مناسب نیند لینا

نیند اور آرام کا یادداشت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ کم از کم 8 گھنٹے کی مناسب نیند لینے کے بعد ذہنی خلیے تروتازہ ہو جاتے ہیں۔ صبح جلدی اٹھنے اور دوپہر میں قیلولہ کی عادت یادداشت کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

سوال 23: مؤثر تدریس کے بنیادی اُصول کون سے ہیں؟

جواب: ایسی تدریس جو طلبا کی تعلیمی کارکردگی، علمی اکتساب اور ان کی اخلاق و عادات میں مثبت تبدیلی کا باعث بنے، اسے مؤثر تدریس کہتے ہیں۔ ذیل میں چند اہم بنیادی اُصول دیے جا رہے ہیں جن کو مدِ نظر رکھ کر استاد اپنی تدریس کو کامیاب اور مؤثر بنا سکتا ہے۔

ا۔ اُصولِ آمادگی

مؤثر تدریس کا پہلا اُصول استاد کا بچوں کو پڑھنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ کرنا ہے۔ استاد تدریس پر آمادگی کے لیے درج ذیل طریقہ اختیار کر سکتا ہے:

(۱) کوئی چونکا دینے والی بات بیان کرے۔

(۲) طلبا سے آسان اور دلچسپ سوال پوچھے۔

(۳) کوئی بات تحریر میں لا کر اُن کی توجہ طلب کرے۔

(۴) بعض اوقات تنبیہ کر کے مقصد کی طرف راغب کرے۔

(۵) سمعی و بصری معاونات کا استعمال کر کے وابستگی برقرار رکھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی پوری معلمانہ حیات میں اُصولِ آمادگی کے نفسیاتی اُصول کا ہمیشہ لحاظ رکھا ہے۔ اس کی شہادت درج ذیل حدیث مبارک سے بھی ملتی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْنَ أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْنَ أَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: ذِكْرُ اللهِ، قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ: مَا شَيْءٌ أَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ. [1]

---

[1] ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۵، رقم: ۲۱۷۵۰

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب منه، ۵: ۴۵۹، رقم: ۳۳۷۷ ←

کیا میں تمہیں تمہارے اَعمال میں سب سے اچھا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے ہاں بہتر اور پاکیزہ ہے؛ تمہارے درجات میں سب سے بلند ہے؛ تمہارے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، اور تمہارے دشمن کا سامنا کرنے سے بھی بہتر ہے جبکہ تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ عمل) اللہ کا ذکر ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے ذکر سے بڑھ کر عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والی ہو۔

یعنی آپ ﷺ نے اپنی بات کو مؤثر انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھانے کے لیے اس کی اہمیت کو کئی باتوں کی مدد سے واضح کیا اور پھر اصل بات بیان فرمائی۔

۲۔ سہل اندازِ بیان سے آغاز کرنا

تدریس کے دوران بعض پہلو ایک اعتبار سے آسان اور دیگر اعتبار سے مشکل ہوتے ہیں۔ استاد کو چاہیے کہ وہ طلبا کے سامنے سہل انداز سے آغاز کرے تاکہ دورانِ تدریس وہ اجنبیت اور دشواری محسوس نہ کریں۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہمیشہ تعلیماتِ اسلام کو سہل انداز میں بیان فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب فضل الذكر، ۲: ۱۲۴۵، رقم: ۳۷۹۰

يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا. ❶

(لوگوں کے اُمور میں) آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔ خوش رکھو اور متنفر نہ کرو۔

۳۔ سابقہ تدریس کا جائزہ لینا

استاد طلبا کی دلچسپی کے پیشِ نظر نیا سبق شروع کرنے سے پہلے سابقہ سبق کا جائزہ لے تاکہ نئے اور سابقہ سبق کے درمیان ربط پیدا ہو۔ اس سے طلبا کو نیا سبق سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۴۔ اختصار و جامعیت کا خیال رکھنا

استاد تدریس میں اختصار و جامعیت کا خاص خیال رکھے۔ وگرنہ سبق میں غیر ضروری تکرار اور بے جا طوالت سے طلبا بیزار ہوجاتے ہیں۔ اس اصول کی تائید قرآنِ حکیم کی سورہ اخلاص میں توحید کے بیان سے ہوتی ہے۔ جس میں ذہن میں اُبھرنے والے سوالات کا تسلی بخش جواب مختصر الفاظ میں دیا گیا ہے۔ کسی قسم کے پیچیدہ اشارہ اور کنایہ کا سہارا بھی نہیں لیا گیا۔ یعنی یہ وہ اسلوب ہے جس میں بنیادی عقائد کو بہت ہی احسن انداز میں طالب علم کو ذہن نشین کروایا گیا ہے۔ گویا کلام اور معنی یکساں طور پر طالب علم کے قلب و نظر کو متاثر کرتے ہیں۔

❶ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب ما کان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا، ۱: ۳۸، رقم: ۶۹

۵۔ اُصولِ تدریج

استاد کو چاہیے کہ وہ طلبا کی صلاحیت و ضرورت کے مطابق تدریجاً پڑھائے۔ یہ ایک ایسی فنی مہارت ہے جو اس کی تدریس کو مؤثر بنا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بنی نوع انسان کی رُشد و ہدایت کے لیے قرآن حکیم سارے کا سارا بیک وقت نہیں اتارا۔ بلکہ ان کی ضرورتوں اور طبعی رجحانات کا خیال رکھتے ہوئے تدریجاً نازل فرمایا ہے۔ اسی طرح احکامات کے نزول میں بھی پہلے بنیادی باتوں کی تعلیم دی ہے اور بعد ازاں آہستہ آہستہ مکمل احکامات نازل فرمائے ہیں۔

۶۔ اُصولِ تکرار

ماہرین نے تعلیم و تدریس میں اُصولِ تکرار کو بقدرِ ضرورت خاص اہمیت دی ہے۔ اِس اُصول کے مطابق کسی بات کو دو سے تین بار دہرانا کئی زاویہ نگاہ سے مؤثر ہے مثلاً:

۱۔ توجہ مرکوز رہتی ہے۔

۲۔ سبق جلدی ذہن نشین ہوتا ہے۔

۳۔ تعلیم کو معیاری بنایا جا سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جس بات پر زور دینا ہوتا، اسے تین بار دہراتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَـلَاثًا، حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ. (1)

(1) بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب من أعاد الحدیث ثلاثا لیفهم، ۱: ۴۸، رقم: ۹۵

حضور نبی اکرم ﷺ جب بات کرتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ وہ ذہن نشین ہو جائے۔

۷۔ استعارات وتشبیہات کا استعمال

تدریس میں تشبیہات کا برمحل استعمال اور استعاراتی وتمثیلاتی انداز استاد کو محض ایک آلہ تدریس نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے ایک پر تاثیر اور دل کش شخصیت کا حامل بنا دیتا ہے۔ استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے سبق کی مختلف جزئیات کے مؤثر فہم کے لیے جدید سمعی و بصری معاونات یعنی وڈیو، پراجیکٹر، الیکٹرانک میڈیا وغیرہ کا استعمال کرے۔ ان سہولیات سے معیاری تدریس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ بھی تعلیم و تربیت کے کام میں مناسب اور موزوں استعارات وتشبیہات کا استعمال کر کے حکمتِ عملی کو مؤثر بناتے تھے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِي يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَيَنْسَى نَفْسَهُ كَمَثَلِ السِّرَاجِ يُضِيءُ لِلنَّاسِ وَيَحْرِقُ نَفْسَهُ. ❶

جو عالم لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے مگر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے، اس کی مثال اس چراغ کی سی ہے جو لوگوں کو تو روشنی دیتا ہے لیکن خود کو جلاتا ہے۔

---

❶ ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۱۶۵، رقم: ۱۶۸۱
۲۔ ابن أبي عاصم، الأحاد والمثاني، ۴: ۲۹۳، رقم: ۲۳۱۴
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۱: ۷۴، رقم: ۲۱۷

مذکورہ بالا حدیث مبارک کی روشنی میں اساتذہ کے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے کہ وہ اپنے اسباق میں خوبصورت الفاظ، تمثیلات اور استعارات کا استعمال کریں تا کہ طلبا کو ذہن نشین بھی ہو اور وہ اس میں دلچسپی بھی لیں۔

سوال 24: اُستاد کلاس روم کے اوقاتِ کار کو تدریسی لحاظ سے کیسے بہتر بنا سکتا ہے؟

جواب: استاد کلاس روم کے اوقات کار کو تدریسی لحاظ سے درج ذیل اُمور پر عمل کر کے بہتر بنا سکتا ہے:

☆ تدریس کا عمل خوش گوار ماحول کا متقاضی ہوتا ہے۔ اُستاد کلاس میں طلبا کو بوریت، تکان اور یکسانیت سے محفوظ رکھنے کے لیے نصاب کے ساتھ ساتھ بقدرِ ضرورت غیر نصابی سرگرمیوں کا اہتمام کرے۔

☆ تدریسی لحاظ سے سبق کا مشکل حصہ کلاس میں سمجھا کر لکھوائے اور آسان حصہ ہوم ورک کے طور پر دے اور ہوم ورک باقاعدگی سے چیک کرے۔

☆ روزانہ کا کام اپنی نگرانی میں ڈائری میں ضرور درج کروائے۔

☆ طلبا کو لکھنے کا عادی بنانے کے لیے سبق کے دوران خاص خاص نکات کو کاپی میں نوٹ کروائے۔ وقتاً فوقتاً کلاس میں چکر لگا کر اس بات کی نگرانی رکھے کہ بچے کام کر رہے ہیں یا نہیں؟

☆ استاد کلاس میں طلبا کو وقتاً فوقتاً متوجہ کرتا رہے تا کہ ان کی توجہ دوسری طرف مبذول نہ ہو سکے مثلاً سبق پڑھتے وقت درمیان میں رک کر کسی بچے سے پوچھے کہ

اس وقت کون سا پیرا گراف پڑھا جا رہا ہے۔ اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ یا کون اس پیرا گراف کا مطلب بتائے گا؟

☆ کلاس میں دورانِ تدریس موقع کی مناسبت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بچوں کو ترغیب دے جیسے اگر سبق میں سچ بولنے کا کوئی واقعہ آ جائے تو واقعہ کے بعد سبق روک کر طلبا سے سچ کے بارے میں سوالات کرے اور اس کے فوائد بتائے۔ اسی طرح اگر جھوٹ کا واقعہ ہو تو اس کی مذمت کرے اور اس کے نقصانات بیان کرے۔

سوال 25: بعض طلبا امتحان سے کیوں خوفزدہ ہوتے ہیں؟

جواب: تعلیمی نظام کے تحت طلبا کے لیے امتحان دینا لازم و ملزوم ہے۔ جس میں کامیابی کے بغیر کوئی طالب علم اگلے تعلیمی گریڈ تک ترقی حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ بعض اوقات امتحان کے نزدیک بیشتر طلبا خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور ان میں کئی علامات ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں، جن میں دل کا تیز دھڑکنا، ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونا، دانتوں سے ناخن کترنا اور بے خوابی وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مختلف قسم کی نفسیاتی اُلجھنوں کا شکار ہو کر اعصابی تناؤ اور ڈپریشن میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ماہرین کے نزدیک یہ ڈر امتحانات کے نتائج پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ درحقیقت امتحان سے خوفزدہ ہونے کی بنیادی وجوہات میں نامکمل تیاری، گزشتہ تعلیمی ریکارڈ، والدین کی ڈانٹ ڈپٹ، دیگر کلاس فیلوز کے ساتھ مقابلہ اور ناکامی کا خوف شامل ہیں۔

سوال 26: امتحان میں ناکامی کے بعد طالب علم کیا سوچتا ہے؟

جواب: ناکامی کا ڈر بعض اوقات ناکامی سے زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔ امتحان میں ناکامی کے بعد طالب علم کے سوچنے کا انداز منفی بھی ہوسکتا ہے اور مثبت بھی۔

ا۔ مثبت سوچ

ایسا طالب علم جو امتحان میں ناکامی کے بعد پریشان اور خوفزدہ ہونے کی بجائے اپنی ناکامی کو مثبت انداز میں لیتا ہے۔ وہ اپنے افعال اور اعمال کی ذمہ داری قبول کر کے دوسروں کو قصوروار نہیں ٹھہراتا بلکہ نئے عزم، جوش اور ولولہ سے محنت کر کے اپنا معیار زندگی بہتر بنانے کے لیے کامیابی کے حصول کی تگ و دو میں مصروف ہو جاتا ہے۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی کی اکثر داستانیں ناکامی کی کہانیاں بھی ہیں۔ تاہم لوگ ناکامیوں کو دیکھنے کی بجائے صرف آخری نتیجے کو دیکھتے ہیں، پے در پے ناکامیوں کے بعد جہدِ مسلسل سے کامیابی حاصل کرنے والے شخص کے بارے میں سوچتے ہیں کہ یہ شخص کیسے کامیاب اور خوش نصیب انسان بنا۔

ابراہام لنکن 1816ء سے 1860ء تک پے در پے بہت سے صدمات اور ناکامیوں سے دوچار ہوا۔ والدہ کا انتقال، کاروبار میں ناکامی، مجلس قانون ساز میں شمولیت میں ناکامی اور کانگریس کے لیے منتخب ہونے کی کوشش میں دو تین بار ہارا۔ دوست کا قرض 16 برس تک نہ ادا کر سکا۔ امریکی سینٹ کا انتخاب ہارا، پارٹی کے

نائب صدر کے انتخاب میں ناکام رہا۔ مگر یہ سارے صدمات اور ناکامیاں اس کا راستہ نہ روک سکے اور آخر کار 1860ء میں وہ امریکہ کا صدر منتخب ہو چکا تھا۔

اگر ابراہام لنکن ناکام شخص ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ سکتا تھا۔ شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کر سکتا تھا۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر وکالت کا پیشہ اپنا سکتا تھا۔ لیکن شکست اور ناکامی ابراہام لنکن کو آگے بڑھتے رہنے کا راستہ دکھاتی رہی۔ اس نے یہ سوچا ہی نہیں کہ ناکامی کے بعد کامیابی کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اس نے اپنی ناکامیوں کو منفی رخ کی بجائے مثبت رخ دے کر شاندار کامیابی کے حصول کو ممکن بنایا۔

۲۔ منفی سوچ

ایسا طالب علم جو امتحان میں ناکامی کے بعد زندگی کو رکاوٹوں بھرا راستہ سمجھتا ہے، اس کا منفی رویہ خود ہی اس کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ وہ دل شکستہ ہو کر اپنے آپ کو ناکام تصور کرنے لگتا ہے اور اپنی صلاحیتوں اور علم کو کارآمد بنانے کی بجائے صرف اس دائرہ تک محدود رہتا ہے کہ آخر اتنے نمبر کیوں نہیں آئے، آخر فلاں کالج میں داخلہ کیوں نہ ہوا؟ بعض اوقات یہی منفی سوچ طالب علم کو خودکشی کا ارتکاب کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگرچہ خودکشی کا فیصلہ فوری طور پر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے پیچھے بے شمار ذہنی الجھنیں کارفرما ہوتی ہیں۔ ان حالات میں کبھی تو وہ زندگی کی اہمیت اور امید کے تمام پہلوؤں کو یکسر ہی فراموش کر دیتا ہے اور کبھی انہیں بے سود اور اپنی ذات کے حوالے سے غیر اہم سمجھنے لگتا ہے۔ ہر اُمید

اور بہتری کا موازنہ اپنی محرومی اور لوگوں کے رویوں سے کرتا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ان محرومیوں، مشکلات اور خطرات کے ساتھ رہتے ہوئے وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ لہٰذا طالب علم کا کم نمبر لینے پر خودکشی کا ارتکاب کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ فقط لائق تھا، حوصلہ مند نہیں۔

سوال 27: کیا جادو ٹونا بچوں کی ناکامی کی وجہ بن سکتا ہے؟

جواب: بچوں کی ناکامی کی وجہ مخالفین کا ان پر جادو ٹونا کرنا نہیں ہے۔ بچوں کا پڑھائی میں دل نہ لگنے اور ان کے ناکام ہونے پر مخالفین پر جادو ٹونے کا الزام لگانا نہ صرف ایمان کی کمزور علامت ہے بلکہ دین میں فساد اور عقل میں فتور کی دلیل ہے۔ ایسا شخص اسلام کے بنیادی اُصولوں کا انکار کرتا ہے جو درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ. [1]

جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی وہ اس چیز (شریعت اسلامیہ) سے بری ہوگیا جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمائی گئی ہے۔

ناکامی آزمائش بھی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورتِ حال میں کسی کو موردِ

---

[1] طبرانی، المعجم الأوسط، ٦:٣٧٨، رقم: ٦٦٧٠

الزام ٹھہرانے کی بجائے اپنے بچے کی پڑھائی پر خصوصی توجہ دینے کے ساتھ پریشانی کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں؛ کیوں کہ ہر مشکل، آزمائش اور پریشانی سے نکالنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

سوال 28: امتحانی نتائج اچھے نہ آنے پر اساتذہ بچوں کی تدریس کو زیادہ مؤثر کیسے بنا سکتے ہیں؟

جواب: امتحانی نتائج اچھے نہ آنے پر اساتذہ بچوں کی تدریس کو درج ذیل طریقوں سے زیادہ مؤثر بنا سکتے ہیں:

☆ کم نمبر حاصل کرنے والے بچوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں مزید محنت کرنے کی ترغیب دی جائے۔ ذہین اور پوزیشن ہولڈرز بچوں کو کمزور بچوں کے ساتھ باہمی تعاون پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ محنت کر کے اچھے نمبروں سے پاس ہو سکیں۔

☆ امتحانات میں بچوں کے پیپرز چیک کرتے وقت صرف جوابات کی صحت ہی کو نہ دیکھا جائے بلکہ طرزِ تحریر، اندازِ بیان کی خامیوں اور کوتاہیوں نیز خوش خطی وغیرہ کو بھی پیشِ نظر رکھ کر ان کی نشاندہی کی جائے۔ بچوں کو سہ ماہی، شش ماہی پیپرز واپس ضرور کیے جائیں تاکہ وہ ان غلطیوں، خامیوں اور نقائص و عیوب سے آگاہ ہوسکیں جن کی وجہ سے ان کے نمبر کم آئے یا وہ ناکام ہوئے ہیں۔

☆ امتحانات میں بچوں کے کم نمبر آنے کی بنیادی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یا تو وہ سِرے سے سبق کو سمجھے ہی نہیں یا ان کی بنیاد کمزور ہے۔ لہٰذا اساتذہ کو اپنی

تدریس میں ہونے والی ایسی کوتاہیوں کو دور کرنا چاہیے۔

☆ امتحان کی ناکامی کے بعد جو طلبا اپنی کارکردگی اور تعلیمی سرگرمیوں سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہوں تو استاد کو چاہیے کہ ان کے اضطراب کو اس طرح ختم کرنے کی کوشش کرے کہ کم نمبر لینے والے طلبا کو لائق بچوں کے ساتھ براہ راست مقابلہ کروانے کی بجائے مسلسل ٹیسٹ کے ذریعے اس قابل بنائے کہ وہ ذہین طلبا کے مدِ مقابل آ سکیں۔

☆ استاد کو ناکام طلبا کی ذہنی سطح، مطالعاتی مواد کی نوعیت، طلبا کے گھریلو اور معاشی حالات اور اسی قسم کے دیگر متعدد اُمور مدنظر رکھ کر اس طریقہ کار یا لائحہ عمل کو اختیار کرنا ہوتا ہے جو طے شدہ مقاصد تعلیم کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہو۔ ایسے لائحہ عمل سے استاد اپنی تدریس کو مؤثر بنا کر کمزور طلبا کو کامیابی کی طرف گامزن کر سکتا ہے۔

سوال 29: کن تجاویز پر عمل کر کے طلبا امتحانات کے خوف سے آزاد ہو سکتے ہیں؟

جواب: طلبا کی ذہنی سطح چاہے کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو وہ امتحانات کے خوف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل تجاویز پر عمل کر کے طلبا امتحانات کے خوف سے آزاد ہو سکتے ہیں:

☆ ماہرینِ تعلیم کونسلنگ کے ذریعے طلبا کو امتحانات کے خوف سے آزاد کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

☆ طلبا مثبت سوچ، محنت اور لگن کے ذریعے امتحانی خوف پر قابو پا کر نمایاں کامیابی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

☆ ذہنی صلاحیت بڑھانے میں نیند مثبت کردار ادا کرتی ہے۔ مکمل نیند لینے سے طلبا امتحان کی صبح اپنے آپ کو تر و تازہ اور چاق و چوبند رکھ کر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

☆ امتحان کے خوف کی وجہ سے اکثر طلبا غذا سے لاپرواہی برتتے ہیں جو جسم میں کمزوری اور یادداشت متاثر کرنے کا باعث بنتی ہے۔ دورانِ امتحان غذائی اجزاء سے بھرپور غذا اعصابی تناؤ اور امتحانی ڈر کو ختم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

☆ اعین امتحانات کے قریب کی گئی پڑھائی بچوں میں خوف پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے طلبا اپنے پڑھنے کے اوقات اور دیگر سرگرمیوں کا شیڈول بنائیں اور قبل از وقت پیپرز کی مکمل تیاری کریں۔

☆ امتحانات میں ذہنی دباؤ کم کرنے کے لیے طلبا کچھ وقت تفریح کے لیے ضرور نکالیں۔ اس سے ان کی دماغی صلاحیت بڑھتی اور مثبت توانائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال ۳۰: طالب علم کی اصلاح کے لیے استاد کس حد تک تادیبی کارروائی عمل میں لا سکتا ہے؟

جواب: تادیبی کارروائی سے طالب علم تکلیف یا شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ بعض

اوقات اساتذہ طلبا کو ان کے ناقابلِ قبول رویوں پر سزا دینا اپنا حق سمجھتے ہیں تا کہ وہ انہیں فوری نظم و ضبط کا پابند بنا سکیں۔ جب کہ ان کا یہ رویہ قابلِ مذمت ہے۔ بچوں کی اصلاح کے لیے اگرچہ ترغیب و ترہیب دونوں ضروری ہیں، لیکن صرف ترغیب بعض اوقات کارآمد نہیں ہوتی اور فقط تربیت پر بھی اکتفاء مناسب نہیں۔ بلکہ استاد کو موقع و محل کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً دونوں پر عمل کرنا چاہیے۔

اسلام دین فطرت ہے اور ہر معاملہ میں اعتدال کا سبق دیتا ہے۔ تعلیم کے میدان میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ بچوں کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنے کی بجائے انہیں پیار، محبت اور حکمت سے سمجھاتے۔ حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ. فَقُلْتُ: يَرْحَمُکَ اللهُ! فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ. فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ. فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ. فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي. مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ. فَوَاللهِ! مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي. قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ. (1)

(1) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحة، ١: ٣٨١، رقم: ٥٣٧

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا: یرحمک اللہ۔ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: کاش یہ مر چکا ہوتا، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا، نہ مارا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں؛ نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

استاد میں حلم الطبع اور عفو و درگزر جیسی صفات کا ہونا اَز حد ضروری ہے۔ اگر بچوں کی کسی غلطی پر استاد کو غصہ آ جائے تو وہ درگزر کرنے کی بجائے مار پیٹ اور غصے سے طلبا کو اور بھی متنفر کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ کا صحیح حل ایسی تادیبی کارروائی کرنا ہے، جو تعمیری ہو۔ مثلاً اگر استاد نے بچے کو ہوم ورک دیا اور اگلے دن کلاس میں بچے نے کہا کہ میں نے واقعی کام کر لیا ہے۔ مگر ہوم ورک کی کاپی گھر بھول آیا ہوں۔ استاد کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو تعمیری سزا کے طور پر استاد اس بچے کی تفریح کے وقت اسے وہی کام دو یا تین مرتبہ لکھنے کو دے۔ اس سے بچے کو پریشانی لاحق ہوگی۔ کیوں کہ تفریح کے وقت کوئی بچہ بھی مقید ہونا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا استاد بچوں کی غلطیوں پر درگزر کرتے ہوئے سزا کی بجائے بقدرِ ضرورت تعمیری و تادیبی کارروائی عمل میں لائے۔

سوال 31: بچوں کو چھوٹی چھوٹی ناکامیوں کا مقابلہ کرنا کیسے سکھایا جائے؟

جواب: بچے زندگی کی تلخ حقیقتوں سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی ناکامیوں پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ انہیں ناکامیوں اور ہار سے نبرد آزما ہونا سکھایا جائے۔ درج ذیل طریقوں سے بچوں کو چھوٹی چھوٹی ناکامیوں کا مقابلہ کرنا سکھایا جا سکتا ہے:

۱۔ ناکامی کے خوف پر قابو پانا

ناکامی کے انجانے اور ان دیکھے خوف کے زیر اثر بعض اوقات بچے صلاحیتوں کا بھرپور اظہار نہیں کر پاتے۔ منفی خیالات کی یلغار ان کے خوف کے احساس کو مضبوط کرتی ہے، جو کہ کامیابی کی راہ میں رکاوٹ اور ناکامی کا باعث بنتی ہے۔ بچوں کے ایسے منفی خیالات اور خوف پر قابو پانے کے لیے انہیں مثبت طریقے سے سوچنے اور جذبے کے ساتھ کامیابی کے حصول کی ترغیب دی جائے۔ اُنہیں سکھایا جائے کہ منفی خیالات اور خوف پر قابو پا کر کس طرح اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو مثبت انداز میں بروئے کار لاتے ہوئے ناکامی کے خوف کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ تنقید سے گریز

بہت سے والدین اور اساتذہ بچوں کی ناکامی کو دیکھ کر برہم ہو جاتے ہیں اور بچوں کے لیے نالائق، کام چور اور سست جیسے الفاظ استعمال کر کے انہیں تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ تنقید سے بچے گھبرا کر احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نا اُمیدی اور نا کامی کی صورت میں تنقید کی بجائے والدین اور اساتذہ بچوں کو امید دلا کر ان میں حوصلہ پیدا کریں، اُنہیں حالات کا مقابلہ کرنے اور انتھک محنت سے کامیابی کے حصول کی تلقین کریں۔

۳۔ ناموافق حالات کا مقابلہ کرنا

مسائل اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عملی زندگی میں اکثر سب کچھ توقعات کے عین مطابق نہیں ہوتا۔ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی ناموافق حالات اور ناکامی پر مقابلہ کے لیے بچوں کو ذہنی طور پر تیار کیا جائے اور انہیں باور کروایا جائے کہ کامیاب وہی ہوتے ہیں جو توقعات کے پورا نہ ہونے پر گھبرانے کی بجائے ناموافق حالات کا ہمت سے مقابلہ کرتے ہیں۔

۴۔ غلطیوں سے سبق سیکھنا

بہتر کارکردگی پیش کرنے میں بچوں سے جلد بازی میں کئی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، جو کہ ان کی ناکامی کا باعث بنتی ہیں۔ بچوں کو اپنی ہر غلطی سے سبق سیکھنے کی ترغیب دے کر انہیں زندگی میں بہتری اور ناکامی کا مقابلہ کرنے کی جانب گامزن کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ ہمت نہ ہارنا

بعض اوقات بہت محنت کے باوجود بچوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے شکست خوردہ ہونے کی بجائے انہیں مقابلہ کرنا سکھایا جائے۔ اُنہیں یہ شعور دیا جائے کہ کامیابی کی طرح ناکامی بھی زندگی کا ناگزیر حصہ ہے۔ اسے اپنی زندگی کا

کل سمجھنے کی بجائے ایک جزو کے طور پر لیں، تاکہ وہ 'ناممکن' جیسے لفظ کو اپنی زندگی کی لغت سے نکال سکیں۔ حالات کیسے بھی ہوں ہمت نہ ہاری جائے۔

٦۔ ناکامیوں کو تجربات کا درجہ دینا

ناکامی، رکاوٹ اور شکست زندگی کے لوازمات اور فطری اُمور ہیں۔ انہیں اپنے اہداف اور عزائم کی طرف پیش قدمی کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔ جو بچے شکست سے لڑنا سیکھتے ہیں یا ناکامی کی صورت میں مایوس نہیں ہوتے، وہ زیادہ بہادری سے جینا سیکھ جاتے ہیں۔ یہی صلاحیت انہیں کامیابیوں کی طرف گامزن رکھتی ہے۔ اُنہیں چاہیے کہ وہ ناکامیوں کو اپنی کامیابی کا زینہ بنائیں، اپنی ناکامی کا تجزیہ کریں اور اپنی گزشتہ غلطیوں کو کبھی نہ دہرانے کا عزم کریں تو کامیابی اُن کے قدم چومے گی۔

سوال 32: کن تاریخ ساز شخصیات نے ناکامیوں کے باوجود جہدِ مسلسل سے کامیابی حاصل کی؟

جواب: بہت سی تاریخ ساز شخصیات ایسی ہیں جو پہلے ناکام ہوئیں، پھر جہد مسلسل سے انہیں ایسی کامیابیاں حاصل ہوئی کہ وہ دوسروں کے لیے رول ماڈل بن گئیں۔ ان میں سے چند کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

☆ مشہور انگریزی ادیب Kipling کو ایک بار ممتحن نے بتایا کہ وہ انگریزی زبان کا استعمال نہیں جانتا، اس لیے اس کا مضمون مسترد کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود اس نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل محنت کر کے انگریزی ادیب اور شاعر بنا اور

انگریزی ادب کا سب سے پہلا نوبل انعام حاصل کیا۔

☆ آئن سٹائن نے چار سال کی عمر تک بولنا نہیں سیکھا تھا، اسی وجہ سے سات برس تک پڑھنے لکھنے کے قابل نہ ہو سکا۔ اساتذہ سے بھی اسے کند ذہن ہونے کا طعنہ ملا۔ بعد ازاں اس کا ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ یونیورسٹی نے اس رائے کے ساتھ مسترد کر دیا کہ یہ مقالہ بے تکا اور تحقیقی اعتبار سے بے حد کمزور ہے۔ مگر آئن سٹائن نے طویل جد و جہد کے بعد ثابت کیا کہ وہ بیسویں صدی میں سائنس کے اُفق پر جگمگانے والا سب سے بڑا ستارہ ہے۔

☆ تھامس ایڈیسن اسکول میں 'نہایت سست' طالب علم تھا جسے استاد نے ایک دن لفافہ دیا کہ جا کر اپنی والدہ کو دے دینا۔ جب اس کی ماں نے اس لفافے کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ آپ کا بیٹا انتہائی غبی اور ذہنی طور پر ناکارہ ہے، اسے اسکول سے نکالا جا رہا ہے۔ لیکن ماں نے اپنے بیٹے کو یہ سب بتانے کی بجائے یہ کہا کہ اس میں لکھا ہے کہ آپ کا بیٹا بہت ذہین ہے۔ یہ اسکول اس کے لیے بہت چھوٹا ہے اور اتنے اچھے استاد نہیں کہ اسے پڑھا سکیں، لہٰذا آپ اسے خود پڑھائیں۔ جس کے نتیجے میں اس کی ماں نے اسے گھر میں پڑھانا شروع کر دیا۔ عظیم والدہ کی سرتوڑ محنت نے اپنے بیٹے تھامس ایڈیسن کو عظیم سائنسدان بنایا جو بجلی کے بلب کا موجد بنا۔

☆ نیوٹن زمانہ طالب علمی میں اسکول میں نہایت نکما طالب علم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس نے بطور سائنسدان، طبیعات دان، ریاضی دان، ماہرِ فلکیات، فلسفی اور کیمیا دان دنیا بھر میں نام پیدا کیا۔ اس کی کتاب 'قدرتی فلسفہ حسابی اصول' سائنسی تاریخ کی اہم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔

سوال 33: کون سا وظیفہ طلبا کی یادداشت کے لیے مفید ہے؟

جواب: اگر طلبا کو حافظہ کی کمزوری کی شکایت ہو اور یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتی ہوں تو ان کی یادداشت کے لیے درج ذیل وظیفہ نہایت مفید ہے:

❁ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○﴾ [1]

بے شک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○

❁ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى○ [2]

(اے حبیبِ مکرّم!) ہم آپ کو خود (ایسا) پڑھائیں گے کہ آپ (کبھی) نہیں بھولیں گے○

اس وظیفہ کو 11 مرتبہ یا 40 مرتبہ یا 100 مرتبہ پڑھ کر دم کریں، پانی پر دم کر کے پئیں اور پلائیں۔

اوّل و آخر 11، 11 بار درود شریف پڑھیں۔ ان شاء اللہ! یادداشت اور علم میں اضافہ و ترقی نصیب ہوگی۔

طلبا یہ وظیفہ حصول مراد تک جاری رکھیں، حسبِ ضرورت پیر کی شب یا جمعہ کی شب بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔

---

[1] الحجر، ۱۵: ۹

[2] الاعلیٰ، ۸۷: ۶

سوال 34: وہ کون سا وظیفہ ہے جس کے کرنے سے طلبا میں علم کی رغبت پیدا ہوتی ہے؟

جواب: اگر کسی طالب علم کا پڑھائی میں دل نہ لگتا ہو، دل کے اندر حصول علم کی رغبت نہ ہوتو اس کے لیے یہ وظیفہ مفید ہے:

- أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○﴾[1]

  بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے○

- رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا○[2]

  اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے○

- وَالطُّوْرِ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ○ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ○ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ○[3]

---

1. آل عمران، ۳:۱۶۴
2. طٰہٰ، ۲۰:۱۱۴
3. الطّور، ۵۲:۱–۴

(کوہِ) طُور کی قَسم ○ اور لکھی ہوئی کتاب کی قَسم ○ (جو) کھلے صحیفہ میں (ہے)○ اور (فرشتوں سے) آباد گھر (یعنی آسمانی کعبہ) کی قَسم ○

۞ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ○ [1]

نون (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں) قلم کی قسم اور اُس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں۔

اس وظیفہ کو 11 مرتبہ یا 40 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ نیز پانی پر دم کر کے پئیں اور پلائیں۔

اوّل و آخر 11، 11 بار درود شریف پڑھیں۔ ان شاء اللہ حصولِ علم کی رغبت پیدا ہوگی۔

طلبا یہ وظیفہ حصول مراد تک جاری رکھیں۔ حسب ضرورت پیر کی شب یا جمعہ کی شب بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔

سوال 35: وہ کون سا وظیفہ ہے جس کے کرنے سے طلبا کو انشراحِ صدر نصیب ہوتا ہے؟

جواب: اگر کوئی طالب علم چاہے کہ اس کا سینہ علم کے لیے کھول دیا جائے اور اسے شرح صدر نصیب ہو تو وہ درج ذیل وظیفہ پڑھے:

۞ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ○ وَ يَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ○

[1] القلم، ٦٨:١

یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ○ [1]

(موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کشادہ فرما دے○ اور میرا کارِ (رسالت) میرے لیے آسان فرما دے○ اور میری زبان کی گرہ کھول دے○ کہ لوگ میری بات (آسانی سے) سمجھ سکیں○

❁ اَلرَّحۡمٰنُ○ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ○ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ○ [2]

(وہ) رحمٰن ہی ہے○ جس نے (خود رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) قرآن سکھایا○ اُسی نے (اِس کامل) انسان کو پیدا فرمایا○ اُسی نے اِسے (یعنی نبیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُون کا) بیان سکھایا○

❁ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ ﴿اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ○ وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ○ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَکَ○ وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ○ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا○ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا○ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ○ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ○﴾ [3]

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم و حکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرما دیا○ اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اتار دیا○ جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا○ اور ہم نے

---

[1] طٰہٰ، ۲۰: ۲۵–۲۸

[2] الرحمٰن، ۵۵: ۱–۴

[3] الانشراح، ۹۴: ۱–۸

آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیاo سو بے شک ہر دشواری کے ساتھ آسانی (آتی) ہےo یقیناً (اس) دشواری کے ساتھ آسانی (بھی) ہےo پس جب آپ (تعلیمِ امت، تبلیغ و جہاد اور ادائیگیِ فرائض سے) فارغ ہوں تو (ذکر و عبادت میں) محنت فرمایا کریںo اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جایا کریںo

اس وظیفہ کو 11 مرتبہ یا 40 مرتبہ پڑھ کر دم کریں نیز پانی پر دم کر کے پئیں اور پلائیں۔

اوّل و آخر 11، 11 بار درود شریف پڑھیں۔ ان شاء اللہ زبان کی لکنت دور ہو جائے گی اور اظہار مافی الضمیر پر قدرت حاصل ہو جائے گی۔

طلبا یہ وظیفہ حصول مراد تک جاری رکھیں۔ حسب ضرورت پیر کی شب یا جمعہ کی شب بھی جاری رکھیں۔

سوال 36: وہ کون سا وظیفہ ہے جس کے کرنے سے طلبا اپنی استعداد کے مطابق کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب: بعض طلبا حصول علم کے لیے اپنی استعداد کے مطابق بار بار محنت کرتے ہیں، مگر انہیں خاطر خواہ ترقی و کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ اگر وہ محنت کے ساتھ ساتھ درج ذیل وظیفہ کو اپنا معمول بنائیں تو اس کی برکت سے ان شاء اللہ ان کی محنت رنگ لائے گی اور نمایاں تعلیمی کامیابی نصیب ہوگی:

❁ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo ﴿وَ

اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا○ ❶

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے○

❁ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَا اٰتَیۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا○ ❷

تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علیہ السلام) کو پا لیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علمِ لدنی (یعنی اَسرار و معارف کا اِلہامی علم) سکھایا تھا○

❁ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ○ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ○ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ○ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ○ ❸

(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا○ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا○ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے○

❶ النساء، ۴:۱۱۳

❷ الکہف، ۱۸:۶۵

❸ العلق، ۹۶:۱-۵

جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایاo جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھاo

اس وظیفہ کو 11 مرتبہ یا 40 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ نیز پانی پر دم کر کے پئیں اور پلائیں۔

اوّل و آخر 11، 11 بار درود شریف پڑھیں۔

طلبا یہ وظیفہ حصول مراد تک جاری رکھیں۔ حسب ضرورت پیر کی شب یا جمعہ کی شب بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔

سوال 37: فراغت کسے کہتے ہیں؟

جواب: انسان زندگی کی مصروفیات سے آزاد ہو کر حسبِ منشا جو وقت گزارتا ہے اسے فراغت کہتے ہیں۔ فراغت کسی نعمت سے کم نہیں ہے، جسے اکثر لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حضرت عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ. [1]

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اُن کی قدر نہیں کرتے: وہ نعمتیں صحت اور فراغت ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث اس شخص کے عظیم خسارے کو بیان کر رہی ہے جو صحت و فراغ جیسی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے میں کوتاہی کرتا ہے۔

---

[1] بخاری، الصحيح، كتاب الرفاق، باب ماجاء في الصحيحة والفراغ وأن لا عيش إلا عيش الآخرة، ٥: ٢٣٥٧، رقم: ٦٠٤٩

اس سے یہ باور کروانا مقصود ہے کہ اگر زندگی میں کبھی فراغت کے لمحات میسر آئیں تو وہ کسی نعمت سے کم نہیں۔ لہٰذا اُنہیں ضائع کرنے کی بجائے بامقصد اور بارآور سرگرمیوں میں صرف کیا جائے۔

سوال 38: بچے موسمِ گرما کی تعطیلات کو کن اشغال کے باعث ضائع کر دیتے ہیں؟

جواب: محنت و مشقت کے بعد پرسکون ماحول اور اس کی تلاش ایک مسلمہ امر ہے جس کی اہمیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ طلبا کو موسم گرما کی چھٹیاں موسم کی سختی کے باعث دی جاتی ہیں تاکہ وہ اُنہیں مثبت سرگرمیوں میں صرف کریں۔ لیکن بچے غفلت کی بنا پر ان چھٹیوں کا مثبت استعمال کرنے کی بجائے درج ذیل خرافات کی وجہ سے ضائع کر دیتے ہیں:

ا۔ شب و روز کے منفی معمولات

موسم گرما کی تعطیلات کو صحت مند سرگرمیوں میں صرف کرنے کے لیے بچوں کے پاس واضح لائحہ عمل نہیں ہوتا۔ ایسی فرصت و فراغت مختلف انحرافات کا باعث بنتی ہے۔ جس میں سب سے بُری عادت شب و روز کے معمولات کا تبدیل ہوجانا ہے۔ بچوں کے دن سونے میں اور راتیں موبائل اور انٹرنیٹ پر چیٹنگ، ویڈیو گیم کھیلنے، ٹی وی دیکھنے یا موسیقی سے لطف اندوز ہونے میں گزرتی ہیں۔ رات گئے تک جاگنے اور دن بھر سونے سے معمولاتِ زندگی میں دن بھر کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے افرادِ خانہ کے حقوق سے لاپرواہی، ان کی حق تلفی اور غیر اخلاقی

عادات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۲۔شادی بیاہ اور دیگر پارٹیاں

چھٹیوں میں بچوں کی فرصت کی وجہ سے خاندان والے شادی بیاہ اور کئی ایسی تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں جن میں مال و دولت اور طاقت وقوت کی نمائش کی جاتی ہے۔ ان پارٹیوں کے لوازمات اور فضول خرچیوں پر بے دریغ پیسہ بہایا جاتا ہے۔ والدین کے ساتھ بچے بھی ایسی تقریبات اور دعوتوں میں شرکت کرتے ہیں جو کہ سراسر ان کے وقت کے ضیاع کا باعث ہے۔

۳۔کیبل چینلز کی یلغار

موسم گرما کی تعطیلات میں بچوں کو کیبل چینلز دیکھنے سے فرصت نہیں ملتی اور یہ چینلز بھی پوری تیاری سے ایسے حیا سوز مناظر اور فتنہ پرور پروگرام نشر کرتے ہیں جیسے شرم و حیا کو زندہ درگور کر چکے ہیں۔ یوں طلبا کی چھٹیاں ایسے غیر اخلاقی پروگراموں کی نذر ہو جاتی ہیں اور یہی ابلاغ بچوں کی تعطیلات کو ضائع کرنے اور ان کی تباہی و بے راہ روی کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ پارکوں میں گھومنا پھرنا

چھٹیوں میں والدین کی طرف سے آزادی ملنے پر سرِشام پارکوں میں جانا اور فارغ گھومنا پھرنا بچوں کا معمول بن جاتا ہے۔ والدین کی عدم توجہی سے بچے فارغ اوقات کو آزادانہ گھومنے پھرنے میں صرف کرتے ہیں ہیں، جو سراسر وقت کے ضیاع اور ممنوعہ اُمور و اَفعال میں مبتلا ہونے کا باعث بنتا ہے۔

سوال 39: وقت کے ضیاع سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟

جواب: وقت ایک امانت ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو مالک بنایا ہے اور اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: حَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ، وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شَغْلِکَ، وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ، وَشَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ. [1]

پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: اپنی زندگی کو موت سے پہلے، اپنی فراغت کو مصروفیت سے پہلے، تونگری (امیری) کو محتاجی سے پہلے، اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے۔

ذیل میں چند طریقے دیے جا رہے ہیں جن پر عمل کر کے وقت کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکتا ہے:

ا۔ لغو کاموں کو چھوڑ دینا

وقت کے بہتر استعمال کے لیے دقتِ نظری اور باریک بینی کے ساتھ اپنے افعال کا بغور جائزہ لیا جائے کہ کن اُمور کی وجہ سے وقت ضائع ہو رہا ہے؟ کوشش کی جائے کہ لغو کام چھوڑ کر اپنا وقت کارآمد اُمور میں صرف کیا جائے۔

---

[1] ا۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۷۷، رقم: ۳۴۳۱۹
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۴۱، رقم: ۷۸۴۶

۲۔ نظام الاوقات

وقت کے بہتر استعمال کے لیے ضروری ہے کہ اپنا نظام الاوقات ترتیب دیا جائے، اپنا نظام العمل بناتے ہوئے وقت اور کام دونوں کی نوعیت اور کیفیت کو پیشِ نظر رکھا جائے کہ کون سا کام کس وقت زیادہ بہتر طریقے سے کیا جا سکتا ہے اور کون سا وقت کس عمل کے لیے زیادہ سازگار ماحول فراہم کرتا ہے۔

۳۔ اِرتکازِ توجہ

وقت بچانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے دوران دیگر غیر ضروری اشغال سے بچا جائے مثلاً جب کوئی ضروری کام کیا جا رہا ہو تو غیر متعلقہ فون کال، ایس ایم ایس، ای میل وغیرہ کی وجہ سے کام میں خلل پیدا ہوتا ہے اور اسے مکمل ہونے میں چار گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ حالاں کہ وہی کام پوری یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ایک گھنٹے میں بآسانی مکمل کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا یکسوئی اور توجہ سے کام کرنے سے نہ صرف وقت ضائع ہونے سے بچتا ہے، بلکہ کام میں بھی عمدگی آتی ہے۔

۴۔ اہداف اور مقاصد کا تعین کرنا

وقت بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اہداف اور مقاصد کا تعین کر کے اپنی تمام تر صلاحیتیں ان کے حصول کے لیے وقف کردی جائیں۔ یہ اسی صورت ممکن ہے جب وقت کو بہتر انداز میں ترتیب دے کر لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔ مثلاً جب کرنے کو چھوٹے چھوٹے کئی کام ہوں تو سارا دن ضائع کرنے کی بجائے ان کی

تکمیل کے لیے ایک مخصوص وقت مقرر کر لیا جائے اور اسی دورانیے میں تمام کام مکمل کیے جائیں۔ وقت کا صحیح استعمال ہی کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔

۵۔ مستقل مزاجی

وقت کو بچانے اور اس کے صحیح استعمال کا ایک اہم اصول مستقل مزاجی سے کام کرنا ہے۔ انسان ہمیشہ ایک جیسی کیفیت میں نہیں رہ سکتا۔ کبھی بلند ہمت تو کبھی پست ہمت ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنی زندگی کی روٹین اس طرح ترتیب دی جائے کہ اس میں صرف اتنے ہی کام شامل ہوں جنہیں ہر روز آسانی سے سر انجام دیا جا سکے، چاہے وہ کام مقدار میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے ذریعے وقت بچا کر زندگی کے بڑے اہداف بآسانی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

سوال 40: وقت کے صحیح استعمال میں حائل رکاوٹیں کون سی ہیں؟

جواب: وقت کے صحیح استعمال میں حائل رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

ا۔ سست اور کاہل ہونا

سستی اور کاہلی وقت کے صحیح استعمال میں پہلی رکاوٹ ہے۔ اس کی وجوہات میں زندگی کے بارے میں واضح مقاصد کا نہ ہونا، ترجیحات کا متعین نہ ہونا، ناکامی کا خوف اور اپنی ذات کا حقیقت سے بلند تصور کرنا ہے۔ کامیابی کے راستے میں یہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور ایسے شخص کی اصلاح مشکل ہے، کیونکہ سوتے کو جگانا آسان اور جاگتے کو جگانا مشکل ہے۔

۲۔ آج کا کام کل پر چھوڑنا

وقت کے صحیح استعمال میں حائل دوسری بڑی رکاوٹ آج کا کام کل پر چھوڑنا ہے۔ 'کل' کا لفظ ایک دھوکا ہے۔ زوال و انحطاط کی بہت بڑی وجہ عدم توجہی، شعور کی کمی اور آج کا کام کل پر چھوڑنا ہے۔ نتیجتًا گھر کے معاملات سے لے کر قومی معاملات تک میں الجھاؤ ہے اور منٹوں کا کام مہینوں میں بھی ختم نہیں ہوتا۔

۳۔ آزادی کھونے کی فکر

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وقت کے صحیح استعمال اور اس کو ترتیب دینے سے ان کی ساری زندگی جد و جہد کی نذر ہو کر رہ جائے گی۔ راحت و عیش کب کریں گے! ان کو اپنی آزادی کھونے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ ایک مغالطہ، واہمہ اور منفی سوچ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے غیر منظّم لوگ جو اپنے خیالات اور افعال پر اختیار نہیں رکھ سکتے وہ کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ بے عمل اور خود پر اختیار نہ ہونے کے باعث وہ وقت کا صحیح استعمال نہیں کر سکتے۔

۴۔ منفی طرزِ فکر

وقت کے صحیح استعمال میں حائل چوتھی بڑی رکاوٹ منفی طرزِ فکر ہے، جو والدین اور معاشرے کے دیگر افراد کی صحبت سے ملتی ہے۔ اگر والدین یا ایسے افراد کسی بچے سے مسلسل کہیں کہ آپ بہت زیادہ سست اور ہمیشہ تاخیر سے کام سرانجام دیتے ہو تو ممکن ہے کہ وہ بڑا ہو کر بھی ایسا ہی کرے۔ کیوں کہ اس کا لاشعور ان ابتدائی احکامات کی تقلید کرے گا۔ ایسے رویے کے حامل بہت سے افراد یہ کہتے

پائے جاتے ہیں کہ 'کیا کروں! میں ایسا ہی ہوں'، 'میرے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے'۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی پیدائشی سست اور غیر منظّم نہیں ہوتا۔

سوال 41: وقت کے غلط استعمال کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب: وقت کے غلط استعمال کے نقصانات درج ذیل ہیں:

☆ وقت کے غلط استعمال سے انسان مقصدِ زندگی سے ہٹ جاتا ہے۔ اس سے زندگی کا بڑا حصہ ضائع ہوتا ہے اور ناکامی اس کا مقدر بنتی ہے۔

☆ وقت کے غلط استعمال سے انسان کی صلاحیتیں ناکارہ ہو جاتی ہیں اور اسے زندگی بھر ناقابل تلافی نقصان کا پچھتاوا رہتا ہے۔

☆ وقت کے غلط استعمال سے فیصلہ کرنے کی صلاحیت کی کمی اور کسی بھی کام کی ذمہ داری نہ لینے کا منفی رویہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

☆ وقت کے غلط استعمال سے تمام کاموں کی ترجیحات کا تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس کی وجہ سے کسی ایک کام پر توجہ مرکوز نہیں ہو پاتی۔

☆ وقت کے غلط استعمال سے انسان غیر ضروری عادات مثلاً سگریٹ، پان وغیرہ کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے روٹین کے مثبت معمولات پر منفی اثر پڑتا ہے۔

☆ وقت کے غلط استعمال سے پیشہ ورانہ اہداف کی تکمیل ناممکن ہوتی ہے۔

☆ وقت کو ضائع کرنے والا انسان ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

سوال 42: فارغ اوقات میں والدین بچوں کو کیسے مصروف رکھ سکتے ہیں؟

جواب: اکثر والدین فارغ اوقات کا مفہوم متعین کرنے میں غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اوقات بچوں کے لیے صرف کھیل کود اور تفریح طبع کا نام ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے۔ فارغ اوقات میں والدین بچوں کو درج ذیل طریقوں سے مصروف رکھ سکتے ہیں:

☆ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو فارغ اوقات میں سیمیناروں میں لے کر جائیں۔ کیوں کہ ان میں عموماً معلومات کا نچوڑ اور سالہا سال کے تجربات کا خلاصہ محدود وقت میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے بچوں کو بہت کچھ سیکھنے کا وقت ملتا ہے۔ یہ سیمینار اتنے اہم ہوتے ہیں کہ ان میں بہت زیادہ وقت اور بے حد محنت سے معلومات کو یکجا کیا گیا ہوتا ہے۔ اس طرح بچوں کو دوسروں کے تجربات اور معلومات سے استفادہ کرنے اور موافق و مخالف نظریات کی معرفت سے لوگوں کی آراء کو جانچنے و پرکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدٰىہُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ہُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ○[1]

جو لوگ بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہتر پہلو کی اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔

---

[1] الزمر، ۳۹: ۱۸

☆ دین اسلام میں قلب و روح کی تفریح کی وسعت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ فارغ اوقات میں بچوں کو ایسے بامقصد کھیل کھیلنے کی ترغیب دیں جو انہیں جسمانی لحاظ سے صحت مند اور چست وتوانا بنائیں اور ان کے قویٰ و اعضاء میں سختی برداشت کرنے کی طاقت پیدا کریں مثلاً ہاکی، فٹ بال، کرکٹ، تیراکی اور بیڈمنٹن وغیرہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت جابر بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ شَيءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللهِ عزوجل فَهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ إِلَّا أَرْبَعُ خِصَالٍ: مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَةُ أَهْلِهِ، وَتَعَلُّمُ السَّبَاحَةِ. [1]

ہر وہ چیز جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں وہ لغو ہے یا غفلت کا باعث ہے، سوائے چار کاموں کے: آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا، اُس کا اپنے گھوڑے سِدھانا، اپنے اہل خانہ کے ساتھ کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔

☆ والدین بچوں کے خیالات جاننے کے لیے فارغ اوقات میں سے کچھ وقت ان کے ساتھ گزاریں۔ انہیں اپنی مصروفیات، تجربات اور دن بھر کے کاموں کے بارے میں آگاہ کریں اور اپنے بنائے گئے سخت اصول و ضوابط کی پابندی کروانے کی بجائے خوشگوار ماحول میں مختلف مثالوں اور عملی کاموں سے اُن کی تربیت کریں۔

---

[1] طبراني، المعجم الكبير، ٢: ١٩٣، رقم: ١٧٨٥

☆ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچے والدین کے پاس بیٹھنے میں خجالت محسوس کرتے ہیں۔ اس مرحلہ میں والدین کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے اور سوچنے کی ضرورت ہے کہ کس وجہ سے بچے ان سے دور ہیں۔ ان خامیوں کو دور کر کے والدین بچوں کو اپنے قریب لا سکتے ہیں۔

☆ والدین کو چاہیے کہ فارغ اوقات میں وہ بچوں سے اسکول کے دوستوں کے بارے میں ضرور پوچھیں کہ وہ کیسے ہیں۔ اس عمر میں بچے معصوم ہوتے ہیں۔ فلٹر کیے بغیر سب کچھ بتا دیتے ہیں کیوں کہ ان کا دماغ ابھی اتنا پختہ نہیں ہوتا۔ اب یہ فلٹرنگ کا کام والدین بالخصوص ماں کا ہے کہ وہ آٹو فلٹرنگ کی بجائے مینوئل فلٹرنگ کرے۔ مثلاً ماں یہ کہے: بیٹا! یہ چیز بری ہے، اس کو ایسے کر لو۔ ماں جیسے sorting کرتی جائے گی، بچوں کے ذہن میں وہ بات ویسے ہی بیٹھتی جائے گی۔ بہت سی مائیں اس میں غفلت برتتی ہیں اور اسکول کی سرگرمیوں کے بارے میں نہیں پوچھتیں؛ حالاں کہ مستقل بچوں سے اُن کے مشاغل سننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ معمولی بات نہیں، بچے اسکول میں پانچ سے چھ گھنٹے گزار کر آئیں۔ اس دوران کیا input ان کے دماغ میں گئی، اس کا کھوج لگانے کی ضرورت ہے تاکہ بچے کو صحیح اور غلط کی پہچان کروائی جا سکے۔

سوال 43: کیریئر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے کوئی فرد جس پیشے کا انتخاب کرتا ہے وہ اس کا کیریئر (career) کہلاتا ہے۔ یعنی ایک فرد کی سوچ، اس کا علم و ہنر، اس کی عقل و دانش، اس کی صلاحیتیں، مہارتیں اور اس کی خوبیاں، خامیاں یہ سب اجزاء

مل کر اس کے لیے پیشے کے انتخاب میں معاون ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام اجزاء کی نشو و نما تعلیم و تربیت کا تقاضا کرتی ہے اور مناسب تعلیم و تربیت کے ذریعے ہی ایک بہتر اور معیاری career کا حصول ممکن ہے۔

سوال 44: کیریئر گائیڈنس کسے کہتے ہیں؟

جواب: کیریئر گائیڈنس (Career guidanc) کے معنی ہیں: 'طرزِ معاش کے بارے میں رہنمائی'۔ یعنی تعلیم کے ذریعے طلبا کو آسان ذرائع سے روزگار کے قابل بنانے کے لیے رہنمائی فراہم کرنا تاکہ وہ ایسا با مقصد پیشہ اختیار کرسکیں جو ان کے مزاج کے عین مطابق ہو اور وہ اپنے معاش کے حصول کے ساتھ ساتھ معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکیں۔

سوال 45: کیریئر کونسلنگ کسے کہتے ہیں؟

جواب: پروفیشنل کیریئر کونسلر کا طلبا کی ذہنی استعداد، مالی وسائل، اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھ کر ان کے لیے بہترین کیریئر کے انتخاب میں مدد فراہم کرنا career counselling کہلاتا ہے تاکہ وہ اپنے رجحان کے مطابق دلجمعی اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ اپنے لیے بہترین تعلیمی شعبے کا انتخاب کرسکیں۔

سوال 46: کیا بچوں کے تعلیمی اور پروفیشنل کیریئر کے لیے کونسلنگ ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کے پروفیشنل کیریئر کے لیے کونسلنگ ضروری ہے۔ اس کا بنیادی مقصد طلبا میں اس بات کا شعور بیدار کرنا ہے کہ وہ تعلیمی اور پیشہ ورانہ کیریئر کا

انتخاب کرتے وقت اپنی دلچسپی، مشاغل، صلاحیتوں، خوبیوں اور خامیوں کو مدنظر رکھیں۔ جب تک کسی شعبے میں ان کی دلچسپی نہیں ہوگی وہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرسکیں گے۔

پروفیشنل کونسلر بچوں کو کیریئر کونسلنگ کی مدد سے مختلف شعبے متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت اور ملازمت کے مواقع کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے تاکہ وہ ڈاکٹر اور انجینئر کے علاوہ دیگر پروفیشنل شعبوں کی جانب بھی راغب ہوسکیں جہاں ملازمت اور ترقی کے مواقع موجود ہوں۔ مثلاً انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے میں ملازمت کے خاطر خواہ مواقع موجود ہیں۔ سائنس میں بھی ایسے بہت سے شعبے ہیں جن کی جانب طلبا کا رجحان مبذول کرایا جا سکتا ہے مثلاً بائیو کیمسٹری، حیاتیات، نباتات، فارمیسی، نفسیات، اناٹومی، فزیالوجی وغیرہ۔ سوشل سائنس میں انگلش و اردو ادب، سماجی بہبود، خصوصی تعلیم، تاریخ عمومی، تاریخ اسلامی، جیولوجی، مطالعہ پاکستان، قانون، بین الاقوامی تعلقات، سیاسیات، ابلاغ عامہ، تعلیم، جغرافیہ، جب کہ کامرس میں اکنامکس اور تجارت قابل ذکر ہیں۔

اس کے علاوہ پروفیشنل کیریئر کے لیے ڈیزائنگ، ایڈمنسٹریشن، اکاؤنٹنگ، فنانس، پبلک سروسز، ہوٹل مینجمنٹ وغیرہ میں بھی ملازمت کے مواقع موجود ہیں۔ ٹیکنیکل ایجوکیشن میں بھی بہت سے شعبے ہیں جن میں ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ کورسز کروائے جا سکتے ہیں۔ طلبا ان شعبوں میں نہ صرف اپنا تعلیمی دور کامیابی سے گزار سکتے ہیں بلکہ علمی میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر خود کو منوا سکتے ہیں، کیوں کہ عملی میدان میں ان شعبوں کی اہمیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ طلبا کو تعلیمی اور پروفیشنل کیریئر کے لیے تمام شعبوں سے متعلق درست رہنمائی فراہم کی جائے تاکہ وہ ملک و قوم کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکیں۔

سوال 47: ہمارے ملک میں کیریئر کا انتخاب کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب: تعلیم کے آغاز سے ہی ہر بچے کو کیریئر گائیڈنس کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ ہمارے ملک میں کیرئیر گائیڈنس کے لیے باقاعدہ کوششیں ابھی تک شروع نہیں ہوئیں۔ طلبا کیرئیر کا انتخاب والدین، اساتذہ اور میڈیا کی تشہیر کی بناء پر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ہمارے ملک میں جس بچے سے بھی اس کے کیریئر کے متعلق سوال کیا جائے کہ وہ بڑا ہو کر کیا بننا پسند کرے گا تو اکثریت کا جواب ملتا ہے ڈاکٹر یا انجینئر۔ چند بچے پائلٹ یا فوجی بننے کی خواہش کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن بڑی تعداد میڈیکل اور انجینئرنگ کے علاوہ دوسرے شعبوں کی طرف دھیان نہیں دیتی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب تک طلبا کے ذہنوں میں یہ تصور موجود ہے کہ سائنس، آرٹس کے مقابلے میں بہتر شعبہ ہے اور آرٹس کا مضمون صرف ایسے طلبا کا انتخاب ہوسکتا ہے جو تعلیمی میدان میں زیادہ اچھی کارکردگی نہیں دکھا سکتے۔

میٹرک سے پہلے ہی طلبا اپنے تعلیمی کیریئر کے انتخاب میں شدید الجھن کا شکار نظر آتے ہیں۔ ان کی بڑی تعداد میڈیکل اور انجینئرنگ کے شعبوں کا انتخاب

کرتی ہے اور جب یہ انٹری ٹیسٹ میں ناکام ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں ڈپریشن، بے چینی، کم خوابی اور خودکشی جیسے منفی رجحانات پروان چڑھتے ہیں۔

بے روزگاری کی وجہ سے نوجوان محض چار یا پانچ ہزار روپے کی ملازمت کے ذریعے اپنی ڈگری کا بھرم رکھنے کی تگ و دو میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ملک میں ابتدائی سطح پر ہی ماہرین نفسیات اور کیریئر کونسلر کی خدمات فراہم کی جائیں تاکہ طلبا کو کیریئر کے انتخاب میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سوال 48: ملکی سطح پر بچوں کی کیریئر کونسلنگ کے لیے کن اقدامات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے؟

جواب: ملکی سطح پر بچوں کی کیریئر کونسلنگ کے لیے درج ذیل اقدامات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے:

☆ اسکول اور کالج کی سطح پر کیریئر کونسلنگ کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے ماہر کیریئر کونسلرز ہونے چاہییں، جو career testing اور psychometric testing کے ذریعے طلبا کی انفرادی صلاحیت اور ذہانت کے پیشِ نظر اُنہیں شاندار مستقبل سے آشنا کریں تاکہ وہ محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد نہ صرف باعزت شہری بن سکیں بلکہ ملکی ترقی میں بھی اپنا بہترین کردار ادا کرسکیں۔

☆ Tutorial system کے ذریعے اسکولوں اور کالجوں میں طلبا کو مستقل

بنیادوں پر کیریئر کے انتخاب کے لیے رہنمائی دی جانی چاہیے۔

☆ ہر یونیورسٹی میں کم از کم ایک placement bureau ضرور قائم ہونا چاہیے جو گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ طلبا کو روزگار کے مواقع سے آگاہ کرے۔

☆ حکومتی سرپرستی میں اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر باقاعدہ کیریئر کونسلر تعینات کیے جائیں جو بچوں کے ذہنی رجحان کو دیکھتے ہوئے ان کی درست رہنمائی کریں۔ جب طلبا عملی میدان میں قدم رکھیں تو وہ اپنی فیلڈ کے ماہر گردانے جائیں۔

سوال 49: وہ کون سے عناصر ہیں جو کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہوتے ہیں؟

جواب: کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہونے والے عناصر درج ذیل ہیں:

ا۔ آبائی پیشہ

دیہی علاقوں میں دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی کا رجحان بہت کم ہے۔ ایسے ماحول میں طلبا کسی نئے شعبے یا ذریعہ معاش کے انتخاب کی بجائے اپنے آبائی پیشے یا کاروبار کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ شہروں میں صورتِ حال دیہی علاقوں کی نسبت مختلف ہے۔ یہاں طبقاتی نظامِ تعلیم کی بدولت سرکاری ادارے زیادہ تر کلرک بناتے ہیں۔ جب کہ انگلش میڈیم اور بہت مہنگے تعلیمی ادارے بیوروکریٹ، اراکین قومی وصوبائی اسمبلی، سینیٹرز، وزراء، صدر، گورنر، وزیراعظم، سپیکر اور دیگر اعلیٰ شخصیات کو جنم دیتے ہیں۔ شہروں میں جو طلبا مالی وسائل کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم سے

محروم رہ جاتے ہیں وہ بھی کیریئر کے انتخاب کے لیے اپنے آبائی پیشے یا کاروبار کے اُصول کو اپناتے ہیں۔ یہ وہ پہلا عنصر ہے جو ایک طالب علم کے کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۲۔ حالات اور ماحول

حالات، ماحول اور کلچر ایسے عناصر ہیں جو طلبا کی شخصیت کو متاثر کرتے اور کیریئر کے انتخاب میں ان کے فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت عیاں ہے کہ ماحول کے اختلاف سے زندگی کا مقصد متاثر ہوتا ہے جیسے کسی شہر کی پوش کالونی اور جھونپڑی کا ماحول یکساں نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی انڈسٹریل ایریا میں مزدوروں کی کالونی کا ماحول کسی یونیورسٹی کی ٹیچنگ اسٹاف کالونی سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس طرح ہر کنبہ کے ہر فرد کے مخصوص حالات اور ضروریات بھی جدا جدا ہوتی ہیں۔ اس لیے حالات و ضروریات کے اختلاف کی بنا پر زندگی کا مقصد تبدیل ہوجاتا ہے اور یہی اختلاف کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۳۔ دولت کمانے کا جنون

ہمارے ہاں ایک کامیاب زندگی کا تصور آتے ہی ذہن فوراً مال و دولت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلبا کا رجحان اور نصب العین دولت کمانا بن چکا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جتنا زیادہ پیسہ ہوگا اتنا ہی ان کا کیرئیر شاندار ہوگا۔ دولت کمانے کا یہ جنون انہیں ملازمت کی بجائے کاروبار کو ترجیح دینے پر مجبور کرتا ہے۔

۴۔فطری صلاحیت

ہر طالب علم فطری صلاحیت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ کوئی بھی صلاحیت کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مثلاً بعض طلبا بولنے اور لکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں اور وہ اچھے ادیب، صحافی اور شاعر بن سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسروں میں زیادہ دلچسپی لینے اور میل جول پسند کرنے والے طلبا اچھے سیلز مین اور استاد بن سکتے ہیں۔

۵۔معلومات اور رہنمائی کا فقدان

ہمارے معاشرے کا زیادہ تر طبقہ ایک محدود دائرہ کار میں زندگی بسر کر رہا ہے، اس کی وجہ جدید معلومات کا فقدان اور کیریئر کونسلنگ کا رجحان نہ ہونا ہے۔ معلومات اور رہنمائی کا یہ فقدان طلبا کے کیریئر کے انتخاب پر اثر انداز ہوتا ہے۔

سوال 50: غلط کیریئر کے انتخاب کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: غلط کیریئر کے انتخاب سے درج ذیل نقصانات کا احتمال رہتا ہے:

☆ غلط کیریئر کے انتخاب میں نوجوان اپنی معاشرتی اور خاندانی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، جس کا نقصان نہ صرف ایک طالب علم کی زندگی بلکہ پوری سوسائٹی کو ہوتا ہے۔

☆ غلط کیریئر کے انتخاب سے نوجوانوں کو عملی میدان میں اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس کی وجہ سے ملک میں تعلیم یافتہ، ڈگری یافتہ، بے

روزگار طلبا کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

☆ غلط کیریئر کا انتخاب کرنے کے بعد طلبا عموماً مایوسی، ڈپریشن اور نیند کی کمی جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات نوبت خودکشی تک پہنچ جاتی ہے۔

☆ سرکاری اداروں میں اخراجات طلبا کی فیسوں سے پورے نہیں ہوتے۔ جس کے لیے ریاست سرمایہ کاری کرتی ہے تاکہ طلبا تعلیم مکمل کر کے معاشرے کی اس شعبے میں خدمت کریں اور ریاست کی سرمایہ کاری کے ثمرات مل سکیں۔ جب کہ طلبا کے غلط انتخاب کی وجہ سے یہ مقصد پورا نہیں ہو پاتا اور یوں قومی وسائل کا نقصان ہوتا ہے۔

☆ غلط کیریئر کے انتخاب سے طلبا خود انحصاری جیسی اہم خوبی سے محروم ہو کر زندگی کے قیمتی سال گنوا دیتے ہیں۔

سوال 51: طلبا اور والدین کو کیریئر پلاننگ کے لیے کون سے اُمور مدنظر رکھنے چاہییں؟

جواب: طلبا اور والدین کو کیریئر پلاننگ کے لیے درج ذیل اُمور مدنظر رکھنے چاہییں:

ا۔ ذہنی استعداد کی جانچ

کیریئر پلاننگ میں ذہنی استعدادی جانچ خصوصی اہمیت کی حامل ہے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ طالب علم مطلوبہ شعبے میں جانے کی بنیادی قابلیت رکھتا ہے یا

نہیں؟ یوں تو والدین اپنے بچے کے بارے میں اور بچہ اپنے بارے میں بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی ذہنی صلاحیت کے مطابق کس شعبے کا انتخاب کرسکتا ہے۔

بچوں کی بنیادی ذہانت معلوم کرنے کا جدید طریقہ آئی کیوٹیسٹ ہے، جس سے زیادہ جامع معلومات ملتی ہیں۔ آئی کیوٹیسٹ آج کل کمپیوٹر کے ذریعے بھی ہوتا ہے جس میں طالب علم کی خواندگی اور حافظے (یاد رکھنے کی صلاحیت) کے معیار کو چیک کیا جاتا ہے، لیکن یہ ٹیسٹ صرف انگلش میں ہوتا ہے۔ اس لیے جن بچوں کی انگلش بہت اچھی ہے ان کے لیے یہ طریقہ کارآمد ہے۔

آئی کیوٹیسٹ میں عام طلبا کے نمبر 70 سے 90 فی صد ہوتے ہیں جب کہ 90 فی صد سے زیادہ پوائنٹس لینے والے طالب علم کو ذہین تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس ٹیسٹ میں سائنس، زبان، سماجی سوجھ بوجھ، ریاضی اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی صلاحیتوں کو بھی دیکھا جاتا ہے جو طلبا کو صحیح کیریئر اور رہنمائی فراہم کرنے میں انتہائی معاون ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ مزاج

طالب علم کو اپنے عمومی رویہ اور مزاج کے مطابق شعبے کا انتخاب کرنا چاہیے۔ مثلاً جو بچے زیادہ سخت جسمانی مشقت نہیں کر سکتے انہیں پولیس یا فوج کے شعبے کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ وہاں سخت ترین جسمانی مشقت، سخت حالات اور تھکا دینے والے روزمرہ کے معمول کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے ایسے طلبا کو پولیس کے شعبے کا انتخاب کرنا ہو تو وہ اپنا مزاج تبدیل کر کے ایسا

طرزِ عمل اپنائیں جو اس شعبے کی طلب کے عین مطابق ہو۔

۳۔ دلچسپی

طالب علم کسی بھی کام کو اس وقت تک دل جمعی کے ساتھ نہیں کرسکتا جب تک اس میں اس کی مکمل دلچسپی نہ ہو۔ اگر اس سے زبردستی کوئی کام کروا بھی لیا جائے تو وہ اسے احسن طریقے سے سرانجام نہیں دے پائے گا۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی مرضی بچوں پر مسلط نہ کریں اور کیریئر کے انتخاب میں ان کے شوق، دلچسپی اور رجحان کا خیال رکھیں۔

۴۔ معاشی حالات

کیریئر کا انتخاب کرتے وقت اپنے خاندان کے معاشی حالات کو مدِ نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔ طلبا کی بڑی تعداد ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کرنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ لیکن حکومتی سطح پر ملک بھر میں میڈیکل کالجز میں سیٹوں کی تعداد محدود ہونے کی وجہ سے طلبا کی اکثریت داخلے سے محروم رہ جاتی ہے اور نجی کالجز میں فیسیں زیادہ ہونے کی وجہ سے طلبا کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا شعبہ میڈیکل کے انتخاب میں اس کی مدت اور اس کے کل خرچ کا پہلے سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح دیگر شعبہ جات کے تعلیمی اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے اُس کا انتخاب کرنا چاہیے۔

۵۔ دستیاب تعلیمی مواقع

عموماً کیریئر پلاننگ کی گائیڈنس نہ ہونے کی وجہ سے طلبا کو مکمل ادراک

نہیں ہوتا کہ اس وقت کون سے تعلیمی شعبہ جات میں وہ داخلہ لے سکتے ہیں مثلاً عام طور پر ایف۔ ایس۔سی پری میڈیکل کے خواہش مند طلبا اس کے بعد MBBS کے علاوہ مزید شعبہ جات کے بارے میں لاعلم ہوتے ہیں۔ حالاں کہ پاکستان میں MBBS، BDS کے pharmacy، veterinary، medical sciences، biomedical engineering، chemical medical، agricultural، micro-biology اور منسلک طبی سائنسز جیسے psychiatry، psychology اور physiotherapy وغیرہ کے شعبہ جات میں تعلیم اور روزگار کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ لہٰذا والدین اور طلبا کو محنت کر کے دستیاب تمام تعلیمی مواقع خود تلاش کرنا ہوں گے۔

سوال 52: طالب علم کیریئر کے انتخاب پر حتمی فیصلہ کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟

جواب: درست کیریئر کا انتخاب کرتے ہوئے طالب علم اپنے فیصلے کو صرف سوچ بچار کے دائرے تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے ایک قابل عمل پالیسی وضع کرے کہ وہ خود کو کس مقام پر دیکھنا چاہتا ہے؟ زندگی میں کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ معیارِ زندگی کیسا چاہتا ہے؟ کیریئر کے انتخاب میں یہی سوالات مقصد کا تعین کرتے ہیں مگر وسیع تر معلومات، اپنی مہارتوں اور صلاحیتوں کے صحیح ادراک کے ساتھ ساتھ درج ذیل دیے گئے مراحل سے گزرے بغیر کیریئر کے انتخاب پر حتمی فیصلہ کرنا ممکن نہیں:

۱۔ معلومات کا حصول

پہلا مرحلہ معلومات کے حصول کا ہوتا ہے یعنی طالب علم کیریئر کے انتخاب کے لیے مکمل معلومات اکٹھی کرتا ہے۔ یہ معلومات پروفیشنل کونسلر، کیریئر کونسلنگ کے ادارے، والدین، اساتذہ، بھائی، بہن یا رشتہ دار وغیرہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

۲۔ معلومات کا جائزہ لینا

دوسرے مرحلہ میں طالب علم اپنے پاس جمع کی گئی معلومات کا جائزہ لیتا ہے۔ یعنی اس کے سامنے ڈاکٹر، انجینئر، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، ایڈمنسٹریٹر، ٹیچنگ اور وکالت جیسے پیشے موجود ہیں لیکن اس کے ذہن میں یہ واضح ہی نہیں کہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کیا کام کرتا ہے یا اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ وکالت کیا ہوتی ہے۔ تو وہ ان آپشنز کو غلط سمجھے گا اور اس سے نتیجہ بھی غلط نکلے گا۔ لہٰذا معلومات کو سمجھنا اور ان کی درست تشریح کرنا بہت اہم ہے۔

۳۔ متبادل کا انتخاب

تیسرے مرحلہ میں معلومات کا جائزہ لینے اور اسے اچھی طرح سمجھنے کے بعد طالب علم اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے لیے مختلف options کا انتخاب کر سکے۔ اس مرحلے میں کسی ایک option کا انتخاب کرنا نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے زیادہ options کا جائزہ بھی لینا ہوتا ہے۔ اگر معلومات کی کمی کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکے تو کیریئر کے انتخاب کا فیصلہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔

۴۔ فیصلہ کرنا اور عمل درآمد

چوتھے اور آخری مرحلہ میں طالب علم کو حتمی فیصلہ کرنے کے بعد عمل درآمد کا طریقہ کار دستیاب وسائل کے مطابق طے کرنا ہوتا ہے۔ جیسے طالب علم ایم۔ بی۔ اے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے وہ سب سے پہلے ان یونیورسٹیوں کو دیکھے گا جہاں ایم۔ بی۔ اے ہوتا ہے۔ یونیورسٹی کا انتخاب ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی ویب سائٹ سے بآسانی ہوسکتا ہے۔ اس میں ranking کے حساب سے سرکاری و نیم سرکاری اور پرائیویٹ یونیورسٹیز کی باقاعدہ لسٹ موجود ہے۔ ان میں سے بہترین یونیورسٹی کو اپنے حالات کے لحاظ سے منتخب کرے۔

مذکورہ بالا مراحل سے گزر کر طالب علم بآسانی کیرئیر کے انتخاب پر حتمی فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال 53: کیریئر کونسلنگ کے نتیجے میں طلبا کون سے پیشوں کا انتخاب بآسانی کر سکتے ہیں؟

جواب: کیریئر کونسلنگ کے نتیجے میں طلبا درج ذیل پیشوں کا انتخاب بآسانی کر سکتے ہیں:

ا۔ تجارت کا پیشہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کے لیے تجارت ایک بہترین شعبہ ہے۔ اس پیشہ کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس پیشہ کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

حدیثِ مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

تِسْعَةُ أَعْشَارِ الرِّزْقِ فِي التِّجَارَةِ.❶

رزق کے نو حصے تجارت میں ہیں۔

تجارت کے شعبے میں تعلیم یافتہ افراد کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ عموماً اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا سرکاری ملازمتوں کی طرف رجحان زیادہ ہوتا ہے جس کے باوجود وہ خوشحالی کی اس منزل تک نہیں پہنچ پاتے جہاں تجارت پیشہ افراد بہت جلد پہنچ جاتے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگ اپنے بچوں کو تجارتی شعبے کی طرف جانے سے نہ صرف منع کرتے بلکہ یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ کوئی بھی کاروبار خطیر سرمائے کے بغیر ممکن نہیں، حالاں کہ کم سرمائے سے بھی کاروبار کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا کیریئر کونسلنگ کرتے ہوئے بچوں کو طالب علمی کے دور میں ہی تجارت کے شعبے کی اہمیت سے آگاہ کرنا لازم ہے۔

۲۔ زراعت و باغبانی کا شعبہ

ہمارے ملک کی زرعی اراضی کا بیشتر حصہ دیہی علاقوں میں ہے۔ اگر طلبا کو کیریئر کونسلنگ کے ذریعے آگاہی دی جائے کہ وہ پڑھ لکھ کر زراعت، شجرکاری، باغبانی اور آب پاشی کی سہولتیں بڑھانے کی طرف توجہ دیں تو نہ صرف اس سے ملک سرسبز و شاداب اور خوش حال ہوگا بلکہ اس شعبے سے وابستہ ہونے والے طلبا بھی نہ صرف زراعت بلکہ درآمد و برآمد کے شعبے میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دے

❶ عسقلانی، المطالب العالیة، ۷: ۳۵۲، رقم: ۱۴۳۴

سکیں گے۔

۳۔ قانون کا پیشہ

قانون کی تعلیم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ قانون کا علم عوام میں شعور پیدا کرتا ہے۔ عوام میں قانون سے آگاہی اور اس کی عمل داری کے لیے وکلاء اور ججز کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ قانون کی حکمرانی، آئین کی بالا دستی اور عدلیہ کی آزادی کے مقصد کے لیے اس مقدس پیشے میں تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہے جو پیسہ کمانے کی بجائے دیانت داری کو فوقیت دیں۔ جس معاشرے میں قانون کی حکمرانی نہیں ہوتی وہ کبھی مثالی معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کیریئر کونسلنگ سے طلبا کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد قانون کا پیشہ اختیار کرنے کی طرف راغب کیا جائے۔

۴۔ درس و تدریس کا پیشہ

درس و تدریس کا شمار بہترین پیشوں میں ہوتا ہے۔ طلبا کے لیے یہ پیشہ ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان میں شرح خواندگی میں اضافے کے لیے حکومتی اور نجی سطحوں پر کوششیں جاری ہیں۔ اگر تعلیم یافتہ طلبا درس و تدریس کے پیشے سے وابستگی اختیار کریں تو نجی اور سرکاری تعلیمی اداروں میں ان کے لیے بہت سکوپ ہے۔ سرکاری اسکول، کالج اور یونیورسٹی اساتذہ کی تنخواہیں، گریڈ اور سہولت پہلے کی نسبت بہتر ہیں اور نجی ادارے میں بھی قابل اور محنتی اساتذہ کو بہت اچھی تنخواہیں اور مراعات دی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی معاشرے کی اصلاح کا بہترین ذریعہ اُس کے

معلم ہوتے ہیں، جس معاشرہ میں اچھے معلم ہوں وہ معاشرہ ترقی کی منازل جلد طے کرتا ہے۔ لہٰذا آئندہ نسل کی بہترین تربیت کے لیے بہترین اساتذہ ناگزیر ہیں۔

۵۔ صحافت اور میڈیا کا شعبہ

انسانی زندگی میں ابلاغ و ترسیل کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے خیالات و جذبات اور افکار و نظریات کے اظہار کے لیے اگر کسی فرد کو موقع نہ ملے تو وہ ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو کر مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ ذرائع ابلاغ کے اہم ستون ہیں۔ اس وقت پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا شعبہ عروج پر ہے اور اس شعبے میں قابل، لائق اور مستعد افراد کی بہت ضرورت اور قدر و منزلت ہے۔ شعبہ کا اصل مقصد ایسے پیشہ ور افراد تیار کرنا ہے جو الیکٹرانک، پرنٹ میڈیا اور تحقیق کے میدان میں عمدہ تعلیم و تربیت سے لیس ہوں۔ اس شعبے کے تحت طلبا کو ذرائع ابلاغ کے وسیع و عریض میدان میں طرزِ معاش کے لیے تربیت دی جاتی ہے۔ اگر طلبا صحافتی شعبے کی طرف توجہ دیں اور اپنا کیریئر اس میں بنانے کی کوشش کریں تو انہیں اپنی زندگی کی ہر سہولت اور آسائش بآسانی حاصل ہوسکتی ہے۔

الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات میں روزگار کے وسیع متبادل ابھر کے سامنے آ رہے ہیں۔ نئے نئے چینلز کے قیام اور میڈیا اداروں نے نوجوان طلبا کو اس جانب متوجہ کیا ہے۔ موجودہ دور میں طلبا کے لیے جرنلزم ایک glamourous career کی شکل میں ابھر کر سامنے آیا ہے۔ اس فیلڈ میں رپورٹر، سب ایڈیٹر، پروڈکشن ایگزیکٹو، کیمرہ جرنلسٹ، ساؤنڈ ریکارڈسٹ اور ویڈیو ایڈیٹر جیسے عہدوں پر تقرری

اچھی تنخواہ پر ہوتی ہے۔

٦۔سول سروسز

کسی بھی ملک کے انتظام و انصرام کو چلانے کے لیے Civil Servants اور بیوروکریسی کا شعبہ ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اس شعبہ میں جانے کے لیے سی۔ ایس۔ ایس اور پی۔ ایم۔ ایس کے تحت مقابلے کے امتحانات میں شرکت اور کامیابی آپ کو اس شعبہ کا حصہ بنا سکتی ہے۔ پاکستان میں بیوروکریسی اپنے مکمل عروج پر ہے۔ اگر ذہین اور قابل طلبا مقابلے کے امتحانات کے ذریعے اس شعبے میں آ جائیں تو ملک و ملت کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ساتھ اپنا مستقبل بھی محفوظ بنا سکتے ہیں۔

٧۔ پولیس کا شعبہ

جرائم کی بیخ کنی اور انصاف کے حصول میں معمول کے حالات سے لے کر ہنگامی صورتحال تک پولیس کا شعبہ بنیادی کردار کا حامل ہے۔ اسی طرح امن کے استحکام اور بحالی کے حوالے سے پولیس کا شعبہ سب سے زیادہ مؤثر ترین ادارہ ہے۔ ذہین اور لائق طلبا کو پولیس کے شعبہ میں مختلف عہدوں کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اس شعبہ میں محنت اور لگن سے کام کرنے والے اہلکاروں اور عہدیداروں کو بہترین سہولیات اور مراعات حاصل ہوتی ہیں۔

٨۔ مسلح افواج میں شمولیت

کسی بھی ملک کے لیے اُس کا شعبہ دفاع اہم ترین شعبوں میں سے ایک

ہے۔ جدید دور میں بری، بحری اور فضائی افواج کے علاوہ اور کئی محاذ ایسے ہیں جہاں ملک کے دفاع کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لہٰذا طلبا اس شعبہ کو بھی بطور پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔

۹۔ میڈیکل

میڈیکل کے شعبہ میں physician، dentist اور دیگر تخصص (specialization) کے ذریعے طلبا اپنی پہچان بنا سکتے ہیں۔ اس فیلڈ میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کیریئر کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں اپنی پریکٹس کے ساتھ ہی میڈیکل اداروں میں طلبا کام کر سکتے ہیں۔ میڈیکل کے علاوہ پیرا میڈیکل کے شعبے میں بھی مختلف پروفیشنل کورسز طلبا کے لیے موجود ہیں۔ وہ نرسنگ (بی۔ ایس۔ سی۔ نرسنگ)، ریڈیالوجی (بی۔ ایس۔ سی ریڈیالوجی)، میڈیکل لیب ٹیکنالوجی (بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ ایل۔ ٹی)، آپٹومیٹری (بی۔ ایس۔ سی آپٹومیٹری، فارمیسی، بی فارما) کے شعبے میں بھی گریجوایٹ کورسز کر سکتے ہیں۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے کورس کے لیے پری میڈیکل داخلہ امتحان دینا ہوتا ہے۔

۱۰۔ بزنس مینجمنٹ

بزنس مینجمنٹ میں کیریئر کو سنوارنے کے بے شمار امکانات ہیں۔ جس کی وجہ سے طلبا کا رجحان اس جانب بڑھ رہا ہے۔ اس کورس میں طلبا کو تجارت یا بزنس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں تفصیلاً معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ مارکیٹنگ،

فنانس، ہیومن ریسورس ڈیویلپمنٹ اس فیلڈ کے خاص مضامین ہیں۔ گریجوایشن لیول پر بی۔ بی۔ اے اور پوسٹ گریجوایشن کی سطح پر ایم۔ بی۔ اے کی ڈگری دی جاتی ہے۔ اگر کوئی طالب علم اعلیٰ عہدے پر ملازمت کرنے کا خواہش مند ہے تو گریجوایشن کے بعد اس کے لیے ایم۔ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنا لازم ہے۔

۱۱۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی

انفارمیشن ٹیکنالوجی میں networking، software development اور web designing وغیرہ کے علاوہ اعلیٰ تکنیک پر منحصر کئی دیگر شعبے بھی سامنے آرہے ہیں۔ ان میں کیریئر بنانے کے لیے گریجویٹ سطح پر ہی انفارمیشن سسٹم میں تخصص کرایا جاتا ہے اور طلبا کو اس میں بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بی آئی ٹی، بی ٹیک، ایم سی اے جیسے کورس بھی کرائے جاتے ہیں۔

۱۲۔ انجینئرنگ

طلبا کے لیے انجینئرنگ کے شعبے میں کیریئر کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ اس کے تحت وہ DAE، بی۔ ای، بی ٹیک اور بی۔ آئی۔ ٹی کورسز کی مختلف شاخوں میں اپنی دلچسپی کے مطابق داخلہ لے سکتے ہیں۔

۱۳۔ ٹور اینڈ ٹریول مینجمنٹ

سیاحت کی فیلڈ میں وسیع امکانات کے پیشِ نظر مختلف سرکاری اور نجی ادارے اس میدان میں ڈپلومہ اور ڈگری کورسز کروا رہے ہیں۔ سیر و سیاحت کے

شوقین طلبا کے لیے یہ ایک ایسا کیریئر ہے جس میں وہ اپنا شوق پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اچھی آمدنی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۴۔ کال سینٹر اور بی پی او

غیر ملکی اور ملکی کمپنیاں کال سینٹر اور بی پی او کے ذریعے سے اپنے کسٹمرز کو بہتر سہولیات فراہم کر رہی ہیں۔ اس فیلڈ میں طلبا کے لیے روزگار کے امکانات دیگر شعبوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ مالی خدمات، کریڈٹ کارڈ، کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر، ایئر لائنز، انٹرنیٹ خدمات اور بیمہ وغیرہ کے کاروبار کے لیے کمپنیاں کال سینٹر کا سہارا لے رہی ہیں۔ اس شعبہ میں داخلہ کے لیے طلبا میں صبر وتحمل سے سننے کی صلاحیت، مختلف زبانوں پر عبور، عمدہ ابلاغ کی صلاحیت، خدمت کا جذبہ اور ٹیم کے ساتھ کام کرنے کی خاصیت کا ہونا ضروری ہے۔

۱۵۔ ہوٹل مینجمنٹ

طلبا کے لیے hotel and restaurant management، air lines catering، club management، cruiseship hotel management، hospital catering، institutional management وغیرہ جیسے کورسز میں career کے امکانات ہیں۔ Hotel management and catering technology کے علاوہ بی۔ ایس۔ سی (ہوٹل مینجمنٹ) کا کورس طلبا کو اس میدان میں بہتر مستقبل دے سکتا ہے اور وہ یہ کورس نجی اداروں سے بھی کر سکتے ہیں۔

2

بچوں میں اَخلاقی و روحانی تربیت کی ناگزیریت

سوال 54: آج کا نوجوان دین سے دور کیوں ہے؟

جواب: آج کا نوجوان بہت سے اسباب کی وجہ سے دین سے دور ہے، جن میں سے اہم سبب دو طرح کے والدین ہیں۔ ایک وہ جو خود دنیا داری اور مادیت پرستی میں گم ہیں، تو ان کے بچے بھی ان کی طرح دین سے دور ہیں۔ دوسرے وہ جو خود تو نیک و پارسا اور باعمل ہیں لیکن وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ان کے روشن مستقبل کے لیے سرگرمِ عمل ہیں اور اس زعم میں ہیں کہ جس طرح ہم متقی اور پرہیزگار ہیں، اسی طرح ہمارے بچے بھی ہمارے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین پر قائم رہیں گے۔ ان کی یہ سوچ درست نہیں ہے کیوں کہ ظاہری اعمال کی اصلاح کے ساتھ باطنی اعمال کی اصلاح بھی بچوں کی تربیت کے دائرہ کار میں شامل ہے۔ اگر محض ظاہری اعمال کی اصلاح کر دی جائے لیکن اَفکار و نظریات اور خواہشات کا دائرۂ کار متعین نہ کیا جائے تو اسے اسلامی نقطہ نظر سے تربیت نہیں کہہ سکتے۔

ایسے والدین اگر اپنے ماضی پر نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ وہ سیدھی راہ پر از خود نہیں چلے بلکہ ان کی دینی تربیت کے لیے ان کے والدین خود رول ماڈل (role model) بنے۔ انہیں پاکیزہ ماحول فراہم کرنے کے لیے اپنی محنتِ شاقہ سے رزقِ حلال کما کر کھلایا اور اعلیٰ آداب و اخلاق سکھانے کے لیے دینی

و دنیوی تعلیم سے آراستہ کیا۔ جب کہ عصرِ حاضر کا المیہ ہے کہ آج کے والدین اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے نہ صرف بچوں کی دینی تعلیم و تربیت سے غافل ہیں بلکہ ان کے ایمان کی حفاظت سے بھی قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان دین سے دور ہے۔

سوال 55: کیا اولاد کا نافرمان ہونا والدین کی غفلت کی وجہ سے ہے؟

جواب: اولاد کے نافرمان ہونے کی وجوہات میں ایک اہم وجہ والدین کی غفلت ہے۔ جہاں اولاد کی اطاعت و فرمانبرداری دخولِ جنت کا اہم ذریعہ اور اَرفع درجات کا عظیم سبب ہے، وہیں ان کی نافرمانی و معصیت باعثِ فتنہ و آزمائش ہے۔ نادان والدین بچوں کے سمجھنے کی عمر میں اپنے فرائض منصبی اور تعلیماتِ اسلام سکھانے میں بے توجہی برتتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ بچہ ہے۔ نتیجتاً وہ قبیح حرکات کا خوگر ہونے کے ساتھ والدین کی گستاخی اور نافرمانی کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔

اولاد کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔ آج کی ماں دنیاوی نمود و نمائش میں نہ صرف گم ہے بلکہ اپنے فرائضِ منصبی سے بھی غافل ہے۔ یہی صورتِ حال باپ کی بھی ہے کہ وہ اپنے بچے کو بُرے عمل سے تو روکتا ہے مگر وہی عمل خود کرتا ہوا نظر آتا ہے؛ مثلاً سگریٹ نوشی کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو سگریٹ نوشی کے نقصانات کا درس دیتا ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ بے عمل شخص کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بیٹا کچھ عرصہ تو چھپ کر سگریٹ پیتا ہے لیکن بلوغت میں قدم رکھتے ہی دیدہ دلیری سے باپ کے سامنے سگریٹ سلگاتا ہے۔ اس وقت باپ بیٹے کے سامنے بے بس نظر آتا ہے۔ ان حالات میں والدین کا اپنی نافرمان اولاد

سے اطاعت شعاری کی آس باندھنا ایسے ہے جیسے صحراؤں میں گلستان دیکھنے کی تمنا رکھنا۔

سوال 56: وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے نسل نو بے راہ روی کا شکار ہے؟

جواب: درج ذیل چند اہم اسباب کی وجہ سے نسل نو بے راہ روی کا شکار ہے:

ا۔ قرآن سے دُوری

نسلِ نو کی بے راہ روی کا اہم ترین سبب قرآنی تعلیمات سے دوری ہے۔ یہ طبقہ عموماً اجر و ثواب اور زیادہ سے زیادہ تلاوت کی حد تک قرآن حکیم کو ایک مذہبی کتاب سمجھتا ہے۔ انہیں شعور ہی نہیں کہ قرآن حکیم کتابِ انقلاب ہے۔ یہ عصر حاضر کے چیلنجوں کا نہ صرف مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل بھی فراہم کرتی ہے۔ دنیا و آخرت میں نجات اور اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لیے نسل نو کا قرآن کے ساتھ تعلق قائم کرنا ناگزیر ہے۔

۲۔ دین سے دوری

دورِ حاضر میں نسلِ نو اولاً اسلام کے بارے میں بطریق احسن آگاہی نہیں رکھتی اور اگر رکھے تو وہ بھی ناقص اور کم علمی پر مبنی ہوتا ہے۔ اغیار نے اسی ہتھیار کو استعمال کر کے نوجوان طبقہ کو فکری طور پر اسلام کے بارے میں بہت سی بدگمانیوں کا شکار کر دیا ہے۔ دین کے بارے میں کئی طرح کے خدشات اور اعتراضات ہیں جو نوجوان نسل کے قلوب و اذہان پر طاری ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ دین سے دور اور

شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ نتیجتاً وہ بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔

۳۔ اسلامی تاریخ سے ناواقفیت

نسلِ نو کی بے راہ روی کا ایک سبب اسلامی تاریخ اور علمی ورثہ سے بے خبری ہے۔ جو قوم اپنے علمی ورثہ سے غفلت برتتی ہے، وہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے یا مٹا دی جاتی ہے۔ آج کی نسل نو کی حالت یہ ہے کہ انہیں نہ تو حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ، خلفاے راشدین کے کارناموں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان تھک جد و جہد اور اسلامی فتوحات سے آگاہی ہے اور نہ ہی اپنے دور کی نامور شخصیات جیسے علامہ اقبال، قائدِ اعظم اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات سے شناسائی ہے۔

۴۔ صحبت صلحاء سے دوری

صحبت ان عوامل میں سے مؤثر ترین عامل ہے جس سے نوجوان مثبت یا منفی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ نسلِ نو کی بے راہ روی کا ایک اہم سبب صحبت صلحاء سے دوری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان جس طرح کی صحبت اختیار کرتا ہے؛ اس کی عکاسی، اس کا مزاج، طبیعت اور رجحان کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

> اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کیونکہ مشک والا یا تو تحفتاً تمہیں کچھ خوشبو دے گا یا تم اس سے خرید لوگے ورنہ عمدہ خوشبو تو تمہیں پہنچ ہی جائے گی۔ رہی بھٹی والے (لوہار) کی بات تو یا تمہارے کپڑے جلادے گا ورنہ تمہیں (بھٹی کی) بدبو تو پہنچ

ہی جائے گی۔[1]

۵۔ بزرگوں اور بچوں کے مابین فاصلہ

نسلِ نو کی بے راہ روی میں اس فاصلے اور بُعد کا بھی بڑا حصہ کارفرما ہے۔ جو ہمارے معاشرے میں بڑی عمر کے لوگ چھوٹی عمر والوں کے درمیان حائل رکھتے ہیں۔ آج کے بزرگ بچوں کے ساتھ دوستانہ روابط رکھنے کی بجائے انہیں بے جا تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ انہیں اپنی سوچ اور اپنے زمانے کے حوالے سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں۔ انہیں اپنی بات کہنے اور منوانے کا موقع نہیں دیتے جس سے نوجوان نسل تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔ پھر حالات خواہ کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں وہ اپنے معاملات میں بڑوں کو شامل نہیں کرتے اور اپنے تئیں ان کا سامنا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اکثر بچے حالات کی رو میں بہہ کر بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

٦۔ فراغت

نسلِ نو کی بے راہ روی کا اہم ترین سبب فراغت ہے۔ انہیں جب صحت مند سرگرمیاں، بہتر روزگار اور تفریح کے مناسب مواقع میسر نہیں آتے اور مستزاد تعلیمی اور معاشی ناکامیوں سے مایوس و نااُمید ہو کر وہ نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تو وہ مثبت اور تعمیری کاموں کی بجائے منفی اور تخریبی اُمور سرانجام دیتے ہیں جوان کی بے راہ روی کا سبب بنتا ہے۔

[1] بخاری، الصحیح، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، ۵:۲۱۰۴، رقم:۵۲۱۴

سوال 57: کیا بچوں کی روحانی تربیت کے لیے ان کی روح کا پاک ہونا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کی روحانی تربیت کے لیے ان کی روح کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی وجود کو دو اجزاء جسم اور روح کا مرکب بنایا ہے۔ جسم کے ظاہری اوصاف کو اس نے کمال حسن و خوبی سے نوازتے ہوئے ہر شخص کو بہترین صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ وجودِ انسان کے اندر روح کو اپنا امر بنا کر بھیجا ہے اور پھر انسان کو نیکی، تقویٰ اور بندگی کے ذریعے اس روح کی ترقی اور طہارت کا شعور بھی عطا کیا ہے۔ روح کی اس طہارت کے اوصاف کو باطنی اخلاق کہا جاتا ہے۔ اگر انسان کے اخلاق سنور جائیں تو اس کے ظاہر و باطن کے اعمال بھی پسندیدہ ہو جاتے ہیں اور اگر اخلاق باطنی بگاڑ کا شکار ہو جائیں تو ریاضت رائیگاں جاتی ہے۔ یوں پاک روح ہی اخلاقی، روحانی اور مادی ترقی کی ضامن ہوتی ہے، یہ اُسی وقت ممکن ہے جب نفس کو جملہ برائیوں، نجاستوں اور کبیرہ گناہوں سے پاک رکھا جائے اور اچھائیوں اور خوبیوں کو اپنایا جائے۔

سوال 58: کیا ماحول جسم اور روح دونوں پر اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ماحول جسم اور روح دونوں پر اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ قدرت کا نظام ہے کہ جس طرح چیزیں جسم پر اثرات مرتب کرتی ہیں اسی طرح اشیاء اور ماحول کے اثرات قلب و روح پر بھی رونما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ مادیات میں انسان کو پانچ حواس عطا کیے ہیں۔ ان حواسِ خمسہ سے وہ دیکھتا، چھوتا، سونگھتا،

چکھتا اور سنتا ہے۔ انہی پانچ حواس کے ذریعے انسانی جسم پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص جسمانی طور پر تھکاوٹ اور طبیعت میں تلخی (depression) محسوس کرے تو ڈاکٹر اُسے سبزہ اور صاف کھلی فضا میں وقت گزارنے اور سیر کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ خوش گوار فضا میں سانس لینے؛ ہریالی، باغ، پھول، درخت، پانی، جھیل اور قدرتی مناظر دیکھنے سے اس کی طبیعت کو تازگی (freshness) میسر آتی ہے اور اعصابی تناؤ کم ہوتا ہے۔ والدین کو اپنی پیاری اولاد دیکھنے سے ایک فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اولاد کو اپنے والدین دیکھنے سے ذہنی و قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اپنے محبوب دوست کو دیکھنے سے طبیعت میں فرحت و تازگی آتی ہے اور انسان کا باطن اس خوش گوار تبدیلی کو اس قدر محسوس کرتا ہے کہ اس کیفیت کا اظہار لکھنے، پڑھنے اور بیان کرنے سے قاصر ہے۔

کئی لوگوں کو موسیقی سے فرحت ملتی ہے۔ بعض لوگ تلاوت اور نعت سنتے ہیں تو روح کی تازگی پاتے ہیں اور انہیں اس سے طبیعت میں راحت ملتی ہے۔ کچھ لوگ قوالی سنتے ہیں تو سماع سے ان پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ گویا ظاہری طور پر خود کوئی عمل نہیں کیا، محض ماحول سے خوشبو کا جھونکا آیا تو طبیعت تر و تازہ ہوگئی۔

اسی طرح ایک عالمِ قلب و روح بھی ہے۔ حواسِ خمسہ ظاہری کی طرح باطنی حواس یعنی روح کے احساسات بھی ہیں جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ جب کوئی خوش اِلحان قاری قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرتا ہے تو اس سے نہ صرف جسم پر اثرات وارد ہوتے ہیں بلکہ روح بھی معطر، منور اور سرشار ہو جاتی ہے اور نورِ

ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے کسی مقرب اور صالح بندے کو دیکھنے اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے اسی طرح کے خوش گوار اثرات روح پر بھی مرتب ہوتے ہیں جنہیں محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بری مجلس میں خاموش بیٹھا رہے۔ وہ چاہے منہ سے کچھ نہ کہے محض سنتا رہے تب بھی برائی کے اثرات اس کے ظاہر و باطن پر ضرور مرتب ہوں گے۔ کیونکہ قوتِ سماعت و بصارت کے ذریعے وہ شریک نہ ہونے کے باوجود اپنے باطن کو گدلا کر رہا ہے۔ ماحول کی برائی کے بُرے اثرات آنکھوں اور کانوں کے ذریعے اس کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ ہمیں ماحول میں جو کچھ سنائی اور دکھائی دے رہا ہوتا ہے، یا جو کچھ ہم سونگھتے اور محسوس کرتے ہیں، یہ ساری کیفیات (feelings) ایک تصور بناتی ہیں، پھر انسان کے اندر نفسیات بنتی ہیں، جو ایک دماغی ماحول بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ یوں برائی کا یہ ماحول انسان کی طبیعت پر برے اثرات مرتب کرتا ہے۔

مندرجہ بالا اَمثال سے جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ماحول کے انسانی جسم اور روح دونوں پر اثرات مرتب ہوتے ہیں تو اس بات کو سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ ماحول کے اثرات انسان کے ظاہر اور باطن دونوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ اچھے اور بُرے ماحول کے ذریعے انسان اپنے ظاہری و باطنی درجات میں بلندی کا حق دار بھی قرار پا سکتا ہے اور زوال کا شکار بھی ہوسکتا ہے۔

سوال 59: کون سے عوامل بچوں میں منفی سوچ کا داعیہ پیدا کرتے ہیں؟

جواب: درج ذیل عوامل بچوں میں منفی سوچ کا داعیہ پیدا کرتے ہیں:

☆ جن بچوں کے ذہن میں ہر وقت منفی خیالات گردش کرتے رہتے ہیں۔ ان میں منفی سوچنے کی عادت پختہ ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے ان میں غصہ، نفرت، خوف، عدم تحفظ اور حسد جیسے احساسات جنم لیتے ہیں جو انہیں مثبت سوچ سے دور کر دیتے ہیں۔

☆ گھر کا داخلی اور خارجی ماحول بچوں کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بد قسمتی سے اگر کسی بچے کو پاکیزہ ماحول میسر نہ آ سکے تو اس کے لیے مثبت سوچ اپنانا مشکل ہوتا ہے۔

☆ جارحانہ جذبات رکھنے والے بچے طبعًا متشدد ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں مثبت سوچ اپنانے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

☆ جو بچے ہٹ دھرم ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ہر بات ان کی مرضی کے مطابق ہو اور کوئی ان کی خلاف ورزی نہ کرے۔ والدین اپنے تئیں ان کی ہٹ دھرمی کو ختم کرنے کے لیے ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش کو پورا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے بچوں کا ذہن مثبت سوچ سے قاصر رہتا ہے۔

سوال 60: مثبت سوچ بچوں کی شخصیت میں کیا تبدیلیاں رونما کرتی ہے؟

جواب: مثبت سوچ بچوں کی شخصیت میں درج ذیل تبدیلیاں رونما کرتی ہے:

☆ مثبت سوچ بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔ یہی صفت انہیں ہر مشکل سے نبرد آزما ہونے میں مدد دیتی ہے۔ یوں ان کے لیے کامیابی کے راستے خود بخود ہموار ہوتے چلے جاتے ہیں۔

☆ مثبت سوچ بچوں کو کامیابی کے حصول کے لیے محنت کا خوگر بناتی ہے۔ یہ اُنہیں حوصلہ دیتی ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ جیسے ننھی ارفع کریم جو محض 9 برس کی عمر میں دنیا کی کم عمر ترین مائیکرو سافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل بننے کا اعزاز حاصل کر کے نوجوان نسل کے لیے رول ماڈل بنی۔

☆ مثبت سوچ بچوں کو دوسروں کی خامیاں نظر انداز کر کے اُن کی عزت کرنا سکھاتی ہے۔ اس سے بچے دوسروں کو حقیر نہ گردانتے ہوئے نئے روابط استوار کرتے ہیں۔ یوں خاندان اور معاشرے کے دیگر لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات میں گرم جوشی اور بہتری آتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کسی ایک فرد کے لیے نہیں بلکہ تمام مخلوقات کے لیے بنائی ہے۔ مثبت سوچ بچوں کو اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں کے حقوق و فرائض ادا کرنے کا شعور دیتی ہے۔

☆ مثبت سوچ زندگی کی مشکلات دور کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ بچے جب مثبت سوچنا سیکھ لیتے ہیں تو اپنے ہر کام کی بہتر منصوبہ بندی کرنے اور اس پر عمل درآمد کے قابل ہو جاتے ہیں۔

سوال 61: بچے منفی سوچ پر کیسے قابو پا سکتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات منفی سوچ بچوں کو اس طرح جکڑ لیتی ہے کہ اسے ختم کرنا ان کے لیے انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں والدین کو درج ذیل ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر بچے منفی سوچ پر قابو پا سکتے ہیں:

ا۔ بچوں کا ذہن کھلا رکھیں

منفی سوچ ختم کرنے کے لیے بچوں کی ذہنی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ مختلف چیزوں کے منفی پہلوؤں کی بجائے مثبت پہلوؤں پر غور وفکر کریں تاکہ وہ اپنا ذہن کھلا رکھتے ہوئے تنگ نظری سے گریز کریں۔

۲۔ بچوں کا دوسروں سے میل جول بڑھائیں

بعض تنہائی پسند بچے صرف اپنے کاموں میں مگن رہتے ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے میل جول نہ بڑھانے کی بنا پر اکثر افسردہ اور بے حس ہو جاتے ہیں۔ ان کے اس منفی طرزِ عمل کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں مثبت سماجی سرگرمیوں میں شامل ہونے کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ تجربات سے گزر کر دوسروں میں دلچسپی لینے اور تعلقات بڑھانے والے بن جائیں۔

۳۔ بچوں کو مصروف رکھیں

زیادہ تر فارغ رہنے والے بچے منفی خیالات کی زد میں رہتے ہیں۔ منفی سوچ پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ اُنہیں بامقصد اور تعمیری کاموں میں

مصروف رکھا جائے۔ یوں وہ منفی سوچ پر قابو پا کر ذہنی اور قلبی طور پر خوشی اور سکون محسوس کریں گے۔

۴۔ بچوں کو پریشانی سے بچائیں

جب بچے کسی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں تو ان میں منفی خیالات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس تکلیف دہ کیفیت میں وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ اُن کی یہ پریشانی حقیقی ہے یا خیالی۔ دراصل یہ ڈپریشن کی ایک ایسی قسم ہے جس سے مستقل بنیادوں پر بچوں کو نبرد آزما ہونا سکھایا جانا چاہیے اور انہیں یہ شعور دینا چاہیے کہ پریشان ہونے سے مسئلے کا حل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے جُہدِ مسلسل کرنا ضروری ہے، تب کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ ایسی نصیحت بچوں کو منفی سوچ پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

۵۔ بچوں کی ترجیحات بنائیں

منفی سوچ پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ والدین بچوں کی زندگی کے تمام ظاہری اور پوشیدہ گوشوں کا دقیق جائزہ لیتے ہوئے ان کے کاموں کی انفرادی اور اجتماعی ترجیحات بنائیں اور مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے بھرپور حکمت عملی اپنائیں۔ اس سے منزل کا تعین ہوتا ہے کہ وہ زندگی میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں تعلیم و تربیت اور فنِ تحقیق کو اولیت دیں، اُنہیں شعور دیں کہ منزل تک پہنچنے کے لیے ہر چیز ہر وقت میسر نہیں ہوسکتی۔ ذہن کو مثبت سوچ کا پابند بنا کر وہ خوش اور مطمئن زندگی گزار سکتے ہیں۔

سوال 62: محاسبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: محاسبہ یہ ہے کہ ہر شخص کام کرنے سے پہلے اس پر اس حد تک غور و فکر کرے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو اس کی ادائیگی میں جلدی کرے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تو اس کو کرنے سے رک جائے۔

سوال 63: نوجوان نسل کی زندگی میں محاسبہ کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: نوجوان نسل کی تربیتِ نفس کے لیے محاسبہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جس طرح وہ زندگی کے مختلف مادی اور ظاہری حالات کے بارے میں حساب کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح معنوی اور روحانی اُمور میں بھی انہیں اپنے نفس سے حساب لینا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محاسبہ نفس کا مطالبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللهَ ۭ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○ [1]

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو○

حدیث مبارک میں بھی محاسبہ نفس کی ترغیب ملتی ہے۔ حضرت فضالہ بن عبید ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

---

[1] الحشر، ۵۹: ۱۸

ہے:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. [1]

مجاہد وہ ہے جو اللہ کے واسطے اپنے نفس سے جہاد کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس اُسلوب کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَزِنُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوْزَنُوْا، وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ، يَوْمَ تُعْرَضُوْنَ لَا يَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ. [2]

اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ اپنے آپ کو میزان میں رکھو اس سے پہلے کہ تمہیں میزان میں رکھا جائے۔ قیامت کے عظیم دن کے لیے اپنے آپ کو (اعمال صالحہ سے) مزین کرو، اس دن تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے اور کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا۔

سوال 64: بچے اپنا محاسبہ کیسے کریں؟

جواب: بچے اپنا محاسبہ درج ذیل تین طریقوں سے کر سکتے ہیں:

۱۔ عمل سے پہلے محاسبہ

۲۔ دورانِ عمل محاسبہ

---

[1] ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۰، رقم: ۲۳۹۹۷
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۴۸۴، رقم: ۴۶۲۴

[2] ابن أبي شیبہ، المصنف، ۷: ۹۶، رقم: ۳۴۴۵۹

۳۔عمل کے بعد محاسبہ

۱۔عمل سے پہلے محاسبہ

بچوں کو چاہیے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کریں تو اسے عملی جامہ پہنانے میں جلدی نہ کریں، یہاں تک کہ اس کام کو کرنے یا نہ کرنے پر ذہنی اور قلبی طور پر وہ مطمئن ہو جائیں۔ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اُس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا بغور جائزہ لیں، اس کے ساتھ ساتھ اپنی استعدادِ کار کا بھی اندازہ لگائیں کہ آیا آپ اس کام کی تکمیل کے قابل ہیں یا نہیں۔ ان تمام اُمور کا جائزہ لینے کے بعد کوئی کام شروع کریں۔

۲۔ دورانِ عمل محاسبہ

دورانِ عمل اپنا محاسبہ کریں کہ آیا جو کام وہ کرنے جا رہے ہیں وہ تعلیمات اسلام کے عین مطابق ہے یا نہیں۔ اگر موافق نہیں ہے تو اسے ترک کر دیں۔

۳۔عمل کے بعد محاسبہ

بچوں کو چاہیے کہ وہ عمل کے بعد بھی اپنا محاسبہ کریں۔ اس کی درج ذیل دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر ان کا عمل دینی تعلیمات کے عین مطابق ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(۲) اگر ان کا عمل شیطانی وساوس کی وجہ سے دینی تعلیمات کے عین موافق نہیں

تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے توبہ و استغفار کریں اور آئندہ برا عمل کرنے سے اجتناب کرنے کا عہد کریں۔

سوال 65: انسانی جسم میں زبان کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: انسانی جسم میں زبان کی حیثیت ایک حاکم کی سی ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل حدیثِ مبارک سے ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، فَتَقُولُ: اتَّقِ اللهَ فِيْنَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ. فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا. (1)

جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء جھک کر زبان سے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ ہم تجھ سے متعلق ہیں۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

یعنی زبان اگر صحیح بات کہے تو تمام اعضاء عافیت میں رہیں گے، لیکن اگر یہ ٹیڑھا پن اختیار کرے تو دوسرے اعضاء اس کی وجہ سے سزا پائیں گے۔ لہٰذا اعمالِ

(1) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۹۵، رقم: ۱۱۹۲۷

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان، ۴: ۶۰۵، رقم: ۲۴۰۷

۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۰۲، رقم: ۹۷۹

صالحہ کی حفاظت کے لیے زبان کی حفاظت کا خیال رکھنا اور لا یعنی گفتگو سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.[1]

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

زبان کے افعال کا اگر گہرائی سے مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نیکی اور بدی کے بہت سے اُمور ایسے ہیں جن کا ظہور زبان سے ہوتا ہے۔ جیسے نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی حمد و ثنا بیان کرنا، تلاوتِ قرآن کرنا، سچ بولنا، دوسروں کے بارے میں اچھے کلمات ادا کرنا، دوسروں کو نیکی کی نصیحت اور برائی سے منع کرنا وغیرہ۔ اِسی طرح گناہ اور برائی کے کئی اُمور ایسے ہیں جن کا مصدر بھی زبان ہی ہے، جیسے کفریہ کلمات کہنا، جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، گالیاں دینا، لعنت کرنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، کسی کی بے عزتی کرنا، خوشامد کرنا، فحش اور بے حیائی کی باتیں کرنا، طعنہ زنی و عیب جوئی کرنا جیسے کتنے ہی برے اخلاق اور

---

[1] ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ۵: ۲۳۷۶، رقم: ۶۱۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب الحث علی إکرام الجار والضیف ولزوم الصمت إلا عن الخیر وکون ذلک کله من الإیمان، ۱: ۶۸، رقم: ۴۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۶۷، رقم: ۷۶۱۵

بے حیائی کے کام ہیں جن کا بڑا حصہ زبان ادا کرتی ہے۔

سوال 66: گفتگو کسے کہتے ہیں؟

جواب: دو افراد میں سے ایک فرد کے بولنے کو کلام اور دوسرے کے سننے کو سماعت کہتے ہیں۔ کلام اور سماعت کے عمل میں ایک فرد کلام کرتا ہے تو دوسرا سنتا ہے اور کبھی دوسرا کلام کرتا ہے تو پہلا سنتا ہے۔ اُن کے مابین رابطے کے اس عمل کو گفتگو کہتے ہیں۔

سوال 67: بچے گفتگو کرتے ہوئے کن آداب کا خیال رکھیں؟

جواب: بچے گفتگو کرتے ہوئے درج ذیل آداب کا خیال رکھیں:

(۱) گفتگو کرتے وقت آواز نہ بہت زیادہ اونچی ہو اور نہ ہی بہت زیادہ پست جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ ط اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ○ [1]

اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا کر، بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے○

(۲) گفتگو نرمی اور خوش خلقی کے ساتھ کریں، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا. [2]

---

[1] لقمان، ۳۱: ۱۹

[2] البقرہ، ۲: ۸۳

اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔

(۳) ہمیشہ گفتگو با مقصد اور جامع کریں جیسا کہ سیدنا حسن بن علی ﷛ نے اپنے ماموں جان سے اپنے نانا جان ﷺ کے اندازِ گفتگو کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ، طَوِيْلَ السَّكْتِ، يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِأَشْدَاقِهِ، وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، كَلَامُهُ فَصْلٌ لَا فُضُوْلٌ وَلَا تَقْصِيْرٌ، لَيْسَ بِالْجَافِي وَلَا الْمُهِيْنِ.❶

رسول اللہ ﷺ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، آپ ﷺ طویل سکوت فرمانے والے (یعنی خاموش طبع) تھے۔ آپ ﷺ کا آغازِ کلام اور اُس کا اختتام واضح ہوتا۔ حضور ﷺ کا کلامِ اقدس مختصر مگر جامع الفاظ پر مشتمل ہوتا۔ نیز کلمات میں باہم مناسب فاصلہ ہوتا (تاکہ سامعین اچھی طرح سُن اور سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں)، الفاظ نہ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ اتنے مختصر کہ بات ہی واضح نہ ہو؛ آپ ﷺ کا کلام نہ درشت ہوتا اور نہ حقارت آمیز۔

(۴) گفتگو دل نشین آواز میں ٹھہر ٹھہر کر کریں تاکہ ہر موضوع دوسرے سے

---

❶ ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۴-۱۸۵، رقم: ۲۲۶

۲۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۱۴۶-۱۴۷

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵-۱۵۶، رقم: ۴۱۴

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

ممتاز ہو اور سننے والا آسانی سے ہر بات سمجھ سکے۔ یہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا، يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ، يَحْفَظُهُ مَنْ سَمِعَهُ. ❶

رسول اللہ ﷺ تمہاری مانند تیزی سے مسلسل کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ اِس طرح کلام فرماتے کہ کلام کے درمیان وقفہ ہوتا تھا اور پاس بیٹھنے والا شخص اُسے (صرف سن کر) یاد کر لیتا تھا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ. ❷

---

❶ ١- أحمد بن حنبل، المسند، ٦: ٢٥٧، رقم: ٢٦٢٥٢

٢- أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام، ٤: ٢٦١، رقم: ٤٨٣٩

٣- ترمذي، السنن، كتاب المناقب، باب في كلام النبي ﷺ، ٥: ٦٠٠، رقم: ٣٦٣٩

❷ ١- بخاری، الصحيح، كتاب المناقب، باب صفة البنی ﷺ، ٣: ١٣٠٧، رقم: ٣٣٧٤

٢- مسلم، الصحيح، كتاب الزهد و الرقائق، باب التثبت فی الحديث وحكم كتابة العلم، ٤: ٢٢٩٨، رقم: ٢٤٩٣

٣- أبو داود، السنن، كتا ب العلم، باب فی سرد الحديث ٣: ٣٢٠، رقم: ٣٦٥٤

حضور نبی اکرم ﷺ اِس انداز سے کلام فرماتے کہ اگر کوئی شخص (الفاظ) گننا چاہتا تو (بآسانی) شمار کر سکتا تھا۔

(۵) گفتگو میں کسی بات پر ہنسی آئے تو شگفتہ مزاجی کے لیے تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے مسکرانے پر اکتفا کریں۔ یہ سنت مبارکہ ہے۔ منہ کھول کر اُونچی آواز میں قہقہہ لگانے سے پرہیز کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ. ❶

میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اس طرح کھل کر (یعنی قہقہہ لگا کر) ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کا حلق مبارک نظر آئے، آپ ﷺ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(٦) بڑے افراد کو چاہیے کہ وہ چھوٹے بچوں سے گفتگو اُن کی سمجھ بوجھ اور نفسیات کو مدنظر رکھ کر کریں، یعنی ایسی بات نہ کریں کہ جو ان کو سمجھ نہ آئے۔ اگر ناگزیر ہو تو ایسے آسان پیرائے میں گفتگو کریں کہ جو اُنہیں بھی سمجھ آ جائے۔ کسی بھی

---

❶ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب التبسم والضَّحِكِ، ۵: ۲۲٦۱، رقم: ۵۷۴۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، ۲: ٦۱٦، رقم: ۸۹۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٦: ٦٦، رقم: ۲۴۴۱۴

فرد کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

أُمِرْتُ أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ.❶

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم (انبیاء کرام علیہم السلام) لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کیا کریں۔

سوال 68: بے مقصد گفتگو کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص بامقصد گفتگو کرنے کی بجائے بلاضرورت، طویل اور بے مقصد کلام شروع کر دے تو ایسی گفتگو کو بے مقصد گفتگو کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں بے مقصد گفتگو سے بچنے کو مومنین کی صفات قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ○❷

اور جو بیہودہ باتوں سے (ہر وقت) کنارہ کش رہتے ہیں○

حدیث مبارک میں بھی بے مقصد گفتگو سے بچنے کی ترغیب ملتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ.❸

---

❶ ١۔ ديلمي، مسند الفردوس، ١: ٣٩٨، رقم: ١٦١١
٢۔ غزالي، إحياء علوم الدين، ١: ٩٩
٣۔ مقدسي، الآداب الشرعية، ٢: ١٤٩

❷ المومنون، ٣:٢٣

❸ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، ٢: ١٣١٥، رقم: ٣٩٧٦

کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ جو بات کام کی نہ ہو اسے چھوڑ دے۔

سوال 69: باہم گفتگو میں غلط فہمی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: باہم گفتگو میں غلط فہمی ایسا پریشان کن پہلو ہے جو گفتگو کرنے اور سننے والے دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ غلط فہمی اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب بات کرنے والے کی گفتگو میں سے اس کے بیان اور مدعا کے خلاف مفہوم لے لیا جائے۔ جو بات اس نے نہیں کہی وہ اس کی طرف منسوب کر دی جائے یا سننے والا اپنی کم فہمی یا بدنیتی کی وجہ سے اس کا غلط مفہوم نکال لے۔

سوال 70: باہم گفتگو میں غلط فہمی کے کیا نقصانات ہو سکتے ہیں؟

جواب: باہم گفتگو میں غلط فہمی کے درج ذیل نقصانات ہو سکتے ہیں:

۱۔ غلط فہمی کی بنا پر کیا گیا فیصلہ بچوں کے مابین تنازعہ پیدا کرتا ہے اور معاملہ سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جاتا ہے۔

۲۔ غلط فہمی کی بنا پر بچے جھوٹ، بہتان، الزام تراشی اور غیبت جیسے رذائلِ اخلاق کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۳۔ غلط فہمی کی بنا پر بعض اوقات بچے اپنی توضیح اور توجیح پر ڈٹ جاتے ہیں، جو اُن کے مابین جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ غلط فہمی بچوں کے مابین ناراضگی اور دُوری کا سبب بنتی ہے۔ جو معاشرے

کے بگاڑ اور حقوق العباد کو تلف کرنے والا عمل ہے۔

۵۔ بعض اوقات بچہ سوچے سمجھے بغیر کوئی بات جوش میں آ کر کہہ دیتا ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ بعد میں جب اس کے منفی پہلو سامنے آتے ہیں تو اپنے کہے پر اُسے ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سوال 71: باہم گفتگو میں پیدا ہونے والی غلط فہمی کو کیسے رفع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: باہم گفتگو میں پیدا ہونے والی غلط فہمی کو درج ذیل تین کردار رفع کر سکتے ہیں۔

۱۔ متکلم ۲۔ مخاطب ۳۔ سامع

۱۔ متکلم کا کردار

غلط فہمی کو رفع کرنے میں سب سے اہم کردار متکلم کا ہے۔ اُس کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بات واضح اور صاف صاف کہے۔ اہم بات ہو تو اسے دہرا دے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہو، نہ ہی مخاطب کو اس کے پیدا کرنے کا موقع ملے۔ گفتگو میں صاف گوئی سے کام لینے کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝ [1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو۝

۲۔ مخاطب کا کردار

گفتگو کو غلط فہمی سے بچانے میں دوسرا کردار مخاطب کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

[1] الأحزاب، ۳۳: ۷۰

قرآن حکیم میں مخاطبین کو فہم و شعور، علم اور عقل و تفکر اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ یعنی متکلم سے جو بات سنے اس پر غور و فکر کر کے اسے سمجھے۔ اگر سمجھنے میں دقت ہو اور اُس میں اُلجھاؤ محسوس کرے تو فوراً متکلم سے رجوع کر کے وضاحت طلب کرے تا کہ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ نیز مخاطب کو چاہیے کہ وہ متکلم کی بات سے اچھا مفہوم نکالے اور اچھی تاویل و تعبیر کرے۔ اگر کسی بات سے غلط مفہوم نکلتا بھی ہو تو اُسے اپنی کم علمی سمجھے اور دوسرے کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان رکھے۔

حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے:

وَلَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ شَرًّا، وَأَنْتَ تَجِدُ لَهُ فِي الْخَيْرِ مَحْمَلًا. (1)

جب تمہیں کسی مسلم بھائی سے کوئی بات پہنچے تو اس میں حتی المقدور خیر و بھلائی کا گمان کرو جب کہ تمہارے لیے اس میں خیر کا پہلو نکالنے کی گنجائش بھی ہو۔

۳۔ سامع کا کردار

گفتگو کو غلط فہمی سے بچانے میں تیسرا اہم کردار عام سامع اور مجلس میں بیٹھے ہوئے افراد کا بھی ہے۔ کوئی شخص کسی کو بات کہہ رہا ہے اور مخاطب اسے سمجھ نہیں پا رہا یا غلط مفہوم لے رہا ہے تو تیسرا شخص اُس کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ اپنے ساتھی کو متکلم کا مطلب و مدعا وضاحت سے بیان کر دے۔

---

(1) بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۳۲۳، رقم: ۸۳۴۵

سوال 72: جھوٹ اور سچ میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب: جھوٹ اور سچ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جھوٹ ایک پیچیدہ اور پراگندہ ذہنی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے ہزارہا جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ جب کہ سچ کا معاملہ بالکل واضح اور صاف ہے، جسے مخصوص معنوں میں کسی جواز یا سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال 73: کس حد تک ہنسی مزاح جائز ہے؟

جواب: خوش طبعی اور خوش دلی کے لیے شریعت کی بتائی ہوئی حدود و قیود اور آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے ہنسی مزاح کرنا جائز ہے۔ یہ دلوں کی پژمردگی کو دور کر کے سرور و انبساط کی کیفیت سے ہمکنار کرتی ہے۔ اس سے دلوں میں محبت بڑھتی اور اچھے تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ الفت و محبت کی بجائے سبب عداوت بن جاتا ہے اور خوش طبعی کے زمرہ سے نکل کر استہزاء اور مسخرا پن میں شامل ہو جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ موقع محل کی مناسبت سے ہنسی مزاح کیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند احادیث دی جا رہی ہیں جو آپ ﷺ کی خوش طبعی اور ہنسی مزاح پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو گھر کے ایک حصے میں میری سہیلیاں اور میں گڑیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

مَا هٰذَا، يَا عَائِشَةُ؟

اے عائشہ! یہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا:

بَنَاتِي.

(یا رسول اللہ!) یہ میری گڑیائیں ہیں۔

یعنی انہوں نے اپنی گڑیاؤں کے لیے پیار سے 'بنات' کا لفظ استعمال کیا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے ان گڑیاؤں کے درمیان دو پروں والا گھوڑا دیکھا تو دریافت فرمایا:

فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟

عائشہ! یہ کیسا گھوڑا ہے کہ اس کے دو پر بھی ہیں؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا:

أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ.[1]

(یا رسول اللہ!) کیا آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا پروں والا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب یہ سنا تو امّ المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ

---

[1] ١۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في اللعب بالبنات، ٤:٢٨٣، رقم: ٤٩٣٢

٢۔ نسائي، السنن الكبرى، ٥: ٣٠٦، رقم: ٨٩٥٠

بہت مسکرائے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اس جواب سے لطف اٹھایا بلکہ اسے رد بھی نہیں کیا کہ یہ بات تو غلط ہے۔

اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَتَتْ عَجُوزٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ، فَقَالَ: يَا أُمَّ فُلَانٍ، إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ. قَالَ: فَوَلَّتْ تَبْكِي. فَقَالَ: أَخْبِرُوهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○﴾. [1]

ایک بڑھیا حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام فلاں! بے شک جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی۔ وہ (یہ سن کر) روتے ہوئے چلی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بتا دو کہ وہ جنت میں اس حال میں داخل نہیں ہو گی کہ بوڑھی ہو (بلکہ وہاں سب خواتین عالم شباب میں ہوں گی)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'بے شک ہم نے اِن (حوروں) کو (حسن و لطافت کی آئینہ دار) خاص خِلقت پر پیدا فرمایا ہے ○ پھر ہم نے اِن کو کنواریاں بنایا ہے ○ جو خوب محبت کرنے والی ہم عمر (ازواج) ہیں ○'۔

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۴۰۱-۴۰۳، رقم: ۲۴۰

سوال 74: کیا مذاق میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟

جواب: جی نہیں! مذاق میں جھوٹ بولنا کسی صورت جائز نہیں ہے۔ ازراہِ مزاح جھوٹ بولنے، جھوٹی باتیں کرنے اور جھوٹے واقعات بیان کرنے کی احادیث مبارکہ میں سخت ممانعت آئی ہے۔

ابن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَکْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ. (1)

اس شخص کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی بات کرتا ہے۔ اس کے لیے خرابی ہے، اس کے لیے خرابی ہے۔

عموماً والدین بچوں سے کام کروانے کی غرض سے انہیں کسی انعام کا لالچ دیتے ہیں۔ دراصل ان کا مقصد انعام دینا نہیں بلکہ ان سے کام لینا ہوتا ہے۔ ایسا عمل جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سے حضور نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(1) ١- أحمد بن حنبل، المسند، ٥: ٧، رقم: ٢٠٠٨٥

٢- أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، ۴: ٢٩٧، رقم: ۴٩٩٠

٣- ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس، ۴: ٥٥٧، رقم: ٢٣١٥

مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ: تَعَالَ هَاکَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ فَهِيَ كِذْبَةٌ. ❶

جس شخص نے بچے سے کہا: آجاؤ، میں تمہیں یہ چیز دوں گا اور پھر اسے کچھ نہ دیا تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عامر ﷛ سے مروی ہے:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِنَا، وَأَنَا صَبِيٌّ. قَالَ: فَذَهَبْتُ أَخْرُجُ لِأَلْعَبَ. فَقَالَتْ أُمِّي: يَا عَبْدَ اللهِ، تَعَالَ أُعْطِكَ. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيَهُ؟ قَالَتْ: أُعْطِيْهِ تَمْرًا. قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تَفْعَلِي كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ. ❷

میرے بچپن میں ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ حضرت عبد اللہ بن عامر ﷛ بیان کرتے ہیں: میں کھیلنے کے لیے گھر سے باہر جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے بلاتے ہوئے کہا: ادھر آؤ، میں تمہیں کچھ دیتی ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا: تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں اِسے کھجور دوں گی۔

---

❶ ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ٤٥٢، رقم: ٩٨٣٥

٢۔ هيثمى، مجمع الزوائد، ١: ١٤٢

❷ ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٤٤٧، رقم: ١٥٧٤٠

٢۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، ٤: ٢٩٨، رقم: ٤٩٩١

٣۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٥: ٢٣٦، رقم: ٢٥٦٠٩

٤۔ بيهقى، السنن الكبرى، ١٠: ١٩٨، رقم: ٢٠٦٢٨

حضرت عبد اللہ بن عامر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اُسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

سوال 75: بچوں میں سچ بولنے کی عادت کیسے پیدا کی جائے اور انہیں جھوٹ سے کیسے بچایا جائے؟

جواب: جھوٹ کو اسلام نے نہ صرف نفاق کی خصلتوں میں شمار کیا ہے بلکہ ہر برائی کی جڑ قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ والدین کم از کم گھر کا ماحول جھوٹ سے پاک رکھیں اور کوشش کریں کہ کسی واقعہ یا بات کو دلچسپ بنانے کے لیے اس میں جھوٹ کا شائبہ نہ ہو۔ بچہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ بولنے کے اسباب کی کھوج لگا کر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے اور اسباب کی تشخیص کے بعد حسب حال تدبیر کی جائے۔ بچے کو یہ شعور دیا جائے کہ وہ اگر سچ بولے گا تو اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ یقین پیدا کرنے کے لیے والدین کو اپنے مزاج میں تحمل اور ضبط پیدا کرنا ہو گا کہ اگر بچہ غلطی کا اعتراف کر لے تو اسے سزا دینے کی بجائے حکمت کے ساتھ سمجھایا جائے۔ اصلاً اعترافِ جرم ہی اصلاح کا آغاز ہے۔ والدین کے اس عمل سے بچہ آئندہ جھوٹ بولنے سے گریز کرے گا۔

بچوں کو قرآنِ حکیم کی آیات اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ایسی احادیثِ مبارکہ سنائی جائیں جن سے انہیں سچ کی ترغیب ملے اور جھوٹ سے نفرت پیدا ہو۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ كَذَّابٌ○ (1)

بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سراسر جھوٹا ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَیۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیۡمٍ○ (2)

ہر بہتان تراشنے والے کذّاب (اور) بڑے سیاہ کار کے لیے ہلاکت ہے○

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُوْنَ صِدِّيْقًا. وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ، حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا. (3)

---

(1) المؤمن، ۴۰: ۲۸

(2) الجاثية، ۴۵: ۷

(3) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنو اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾، ۵: ۲۲۶۱، رقم: ۵۷۴۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، ۴: ۲۰۱۳، رقم: ۲۶۰۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۳۲، رقم: ۴۱۰۸

۴۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، ۴: ۲۹۷، رقم: ۴۹۸۹

بے شک سچائی، بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے۔ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ، وَهُوَ بَاطِلٌ، بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّة. (1)

جو شخص جھوٹ کو باطل سمجھ کر ترک کرے گا اُس کے لیے جنت کے اطراف میں محل تیار کیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَکُ مِيْلًا، مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ. (2)

.... ۵۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والکذب، ۴: ۳۴۷، رقم: ۱۹۷۱

(1) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في المراء، ۴: ۳۵۸، رقم: ۱۹۹۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، ۱: ۱۹، رقم: ۵۱

(2) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والکذب، ۴: ۳۴۸، رقم: ۱۹۷۲

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۴۵، رقم: ۷۳۹۸

جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کی بُو کی وجہ سے اس آدمی سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

سوال 76: بچوں میں عاجزی کیسے پیدا کی جائے اور اُنہیں تکبر سے کیسے بچایا جائے؟

جواب: اخلاقی لحاظ سے عاجزی بہت اچھی صفت ہے۔ یہ نیک طبیعت کی عکاسی کرتی ہے۔ اس وصف کے ذریعے بچوں میں اُلفت و محبت اور عدل و مساوات کے اوصاف پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اُنہیں سمجھایا جائے کہ ہمیشہ عاجزی اختیار کریں کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی عاجزی و انکساری سے متصف ہے جو ہمارے لیے اسوہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ. [1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تواضع (عاجزی) کے ساتھ پیش آیا کرو۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرے پر

---

[1] ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، ۴: ۲۱۹۸، رقم: ۲۸۶۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب البراء ة من الكبر والتواضع، ۲: ۱۳۹۹، رقم: ۴۱۷۹

۳۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۱۰: ۲۳۴، رقم: ۲۰۸۷۲

زیادتی نہ کرے اور کوئی دوسرے پر اپنی برتری نہ جتائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ.❶

جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے درجات بلند فرماتا ہے۔

عاجزی کے مقابل تکبر ایسی بدترین خصلت اور فعل ہے جس کا اصل تعلق دل سے ہوتا ہے۔ ایسی عادت کا شکار بچے اپنے آپ کو دوسرے بچوں سے ہر حال میں افضل اور برتر سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو یہ باور کروائیں کہ اس فعل کا ارتکاب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ○❷

بے شک وہ سرکشوں متکبّروں کو پسند نہیں کرتا○

احادیث مبارکہ میں بھی تکبر سے بچنے کی تاکید ملتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن

---

❶ ١۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلة والآداب، باب إستحباب العفو والتواضع، ۴: ٢٠٠١، رقم: ٢٥٨٨

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ٣٨٦، رقم: ٨٩٩٦

٣۔ دارمی، السنن، کتاب الزکاة، باب في فضل الصدقة، ١: ۴٨٦، رقم: ١٦٧٦

❷ النحل، ١٦: ٢٣

مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ. قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً. قَالَ: إِنَّ اللهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.[1]

جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا: آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا عمدہ ہو۔ (کیا یہ بھی تکبر میں شامل ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور حسن و جمال سے محبت کرتا ہے۔ تکبر (اپنی انانیت کی وجہ سے) حق بات کو جھٹلانا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا ہے۔

سوال 77: بچوں کو چغل خوری، غیبت اور بہتان جیسی بُری عادات سے کیسے بچایا جائے؟

جواب: بچوں کو چغل خوری سے بچانے کے لیے ان پر واضح کیا جائے کہ دو افراد کے مابین دوستانہ روابط کو خراب کرنے کی نیت سے کسی ایک کی باتیں دوسرے افراد تک پہنچانا جو انہیں آپس میں بدگمان اور ناراض کر دے، اسے چغل خوری کہتے

[1] مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه، ۱: ۹۳، رقم: ۹۱

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الکبر، ۴: ۳۶۱، رقم: ۱۹۹۹

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۲۸۰، رقم: ۵۴۶۶

ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس سنگین عادت کو گناہِ عظیم قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ○ [1]

ہر اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو (روبرو) طعنہ زنی کرنے والا ہے (اور پسِ پشت) عیب جوئی کرنے والا ہے○

حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّ شِرَارَكُمُ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ، الْمُفْسِدُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ، الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَنَتَ. [2]

تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان فساد پیدا کرنے والے (اور) بے قصور (افراد) کے لیے مشقت چاہنے والے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. [3]

---

1. الهمزة، ۱۰۴: ۱
2. ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۹، رقم: ۲۷۶۴۰
   ۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۴: ۱۶۷، رقم: ۴۲۳
   ۳۔ إسحاق بن راهويه، المسند، ۵: ۱۸۰، رقم: ۲۳۰۶
3. ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب ما يكره من النميمة، ۵: ۲۲۵۰، رقم: ۵۷۰۹

چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

بچوں کو غیبت سے بچانے کے لیے آگہی دی جائے کہ کسی شخص کے برے وصف کو اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کرنا کہ اگر وہ سن لے تو برا مانے، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ یہ عمل خواہ بذریعہ اعضاء ہو یا بذریعہ قلم یا کسی اور طریقے سے عیب جوئی کرنا، غیبت کہلائے گا۔ اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو یہ بہتان ہے۔ اس کی بھی قرآن و حدیث میں بہت ممانعت آئی ہے۔ غیبت کرنے کو مردار بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس فعل کو سنگین قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (1)

اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بیشک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اُخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے

.... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱۰۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۲، رقم: ۲۳۲۹۵

۴۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في القتات، ۴: ۲۶۸، رقم: ۴۸۷۱

۵۔ ترمذی، السنن، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء في النمام، ۴: ۳۷۵، رقم: ۲۰۲۶

(1) الحجرات، ۴۹: ۱۲

غیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔ اور (اِن تمام معاملات میں) اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ کو بہت قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ.

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو جس کا ذکر اس کو ناپسند ہو۔

عرض کیا گیا: یہ بتائیے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ.[1]

اگر تم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں ہے تب ہی تو تم نے اس کی غیبت

---

[1] ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، ۴: ۲۰۰۱، رقم: ۲۵۸۹

۲۔ نسائی، السنن الكبرىٰ، ۶: ۴۶۷، رقم: ۱۱۵۱۸

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۷۲، رقم: ۵۷۵۹

کی۔ لیکن اگر وہ عیب بیان کیا جو اس میں نہیں ہے (اس صورت میں) تو تم نے اُس پر بہتان لگا دیا۔

سوال 78: بچوں میں عبادت کا ذوق پیدا کرنے کے لیے والدین کو کون سا وظیفہ کرنا چاہیے؟

جواب: اگر بچوں میں عبادت کا ذوق نہ ہو، عبادت میں رغبت نہ ہو، یکسوئی اور خشوع و خضوع کی کمی ہو تو بچوں میں عبادت کا ذوق پیدا کرنے کے لیے والدین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی وظائف و اذکار پر مشتمل تصنیف **اَلْفُیُوضَاتُ الْمُحَمَّدِیَّة** سے درج ذیل وظیفہ خود کریں یا ان سے کروائیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ○ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ○ وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ○ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ○ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ○﴾[1]

سورۃ الْکٰفِرُوْنَ کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ اس کی تلاوت سے شرک سے نجات نصیب ہوتی ہے اور توحید میں پختگی آتی ہے۔

اس سورت کو 40 مرتبہ یا حسبِ ضرورت 100 مرتبہ پڑھیں۔

اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف اور 11، 11 مرتبہ اِستغفار پڑھیں۔ اس وظیفہ کو کم از کم 40 دن یا حسبِ ضرورت جاری رکھیں۔

---

[1] الکافرون، ۱۰۹: ۱-۶

اس کے علاوہ درج ذیل آیات کا وظیفہ بھی مفید و مؤثر ہے:

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

۱۔ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ○ (الفاتحة، ۱:۵)

۲۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ (البقرہ، ۲:۲۱)

۳۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ط قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ○ (البقرہ، ۲:۱۳۳)

۴۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللهَ ط اِنَّنِىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ○ (هود، ۱۱:۲)

۵۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللهَ وَلَآ اُشْرِکَ بِهٖ ط اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ○ (الرعد، ۱۳:۳۶)

۶۔ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰى يَاْتِيَکَ الْيَقِيْنُ○ (الحجر، ۱۵:۹۹)

۷۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (الحج، ۲۲:۷۷)

۸۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ○

(الزمر، ۳۹:۲)

۹۔ قُلِ اللهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِىْ○ (الزمر، ۳۹:۱۴)

۱۰۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ (الذاريات، ۵۱:۵۶)

ان آیات کی روزانہ نمازِ فجر کے بعد کم از کم تین بار تلاوت کریں۔ اگر فرصت ہو تو نمازِ مغرب یا عشاء کے بعد جس وقت زیادہ یکسوئی اور تنہائی مل سکے، اس وظیفہ کو اپنا معمول بنا لیں۔

7 بار یا 11 بار پڑھنے میں بہت برکات ہیں۔

ہاتھ پر پھونک کر سینے پر مل لیں اور پانی دم کر کے پئیں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت 11 دن یا 40 دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لیے جاری رکھ سکتے ہیں۔

سوال 79: بچوں کو طہارت کی تربیت کیسے دی جائے؟

جواب: ظاہری اور باطنی نجاست سے شرعی اُصولوں کے مطابق پاکیزگی حاصل کرنا طہارت کہلاتا ہے۔ بچوں کو قرآن حکیم کے ذریعے طہارت کی تربیت دیتے ہوئے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو صفائی، طہارت اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ○[1]

بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

---

[1] البقرة، ٢: ٢٢٢

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ ❶

اور اپنے (ظاہر و باطن کے) لباس (پہلے کی طرح ہمیشہ) پاک رکھیں ○

اِسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سنائی جائیں جن میں آپ ﷺ نے طہارت اور پاکیزگی کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔ امام مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ. ❷

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

طہارت و پاکیزگی سے متعلق انتہائی واضح اور تفصیلی ہدایات فرماتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے چھوٹے چھوٹے اور بظاہر معمولی سمجھے جانے والے اعمال پر توجہ دلائی اور انہیں اسلامی فطرت میں شمار فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ: الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الإِبْطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ. ❸

---

❶ المدثر، ۷۴:۴

❷ ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الطهارت، باب فضل الوضوء، ۱: ۲۰۳، رقم: ۲۲۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۴۲، رقم: ۲۲۹۵۳

۳۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۷۴، رقم: ۶۵۳

۴۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۱: ۱۴، رقم: ۳۷

❸ ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستذان، باب الختان بعد الکبر ونتف ←

فطری کام پانچ ہیں؛ یعنی ختنہ کروانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال اکھاڑنا، مونچھیں پست کروانا اور ناخن کٹوانا۔

بچوں کو طہارت کے احکامات بتانے کے ساتھ ساتھ نجاست اور اس کی اقسام کے بارے میں بھی بتایا جائے کہ نجاست دو طرح کی ہیں جن سے پاکی حاصل کرنا ضروری ہے:

۱۔ نجاستِ حقیقی　　　۲۔ نجاستِ حکمی

۱۔ نجاستِ حقیقی

نجاستِ حقیقی سے مراد یہ ہے کہ اگر جسم یا لباس پر کوئی ظاہری یعنی نظر آنے والی ناپاک چیز ہو تو اس کو پانی سے دھو کر پاک کیا جائے۔ نجاستِ حقیقی اس گندگی کو کہتے ہیں جو ظاہراً نظر آئے۔ اسے شرع نے اصل نجس قرار دیا ہے۔ انسان اپنے بدن، کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے مثلاً پیشاب، شراب، خون، فضلہ وغیرہ۔ اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر کسی چیز پہ لگ جائے تو اسے دور کرکے اس چیز کو پاک کرنے کا حکم ہے۔

.... الإبط، ۵: ۲۳۲۰، رقم: ۵۹۳۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ۱: ۲۲۲، رقم: ۲۵۷

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، ۴: ۸۴، رقم: ۴۱۹۸

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الطهارة وسننها، باب الفطرة، ۱: ۱۰۷، رقم: ۲۹۲

۲۔ نجاستِ حکمی

وہ نجاست جو ظاہر میں نظر نہ آئے لیکن شریعت نے اس سے پاک ہونے کا حکم دیا ہو اُسے نجاستِ حکمی کہتے ہیں۔ جیسے: حدثِ اصغر (جن امور سے وضو لازم ہوتا ہے) اور حدثِ اکبر (جن امور سے غسل فرض ہوتا ہے) کو نجاستِ حکمی کہتے ہیں۔ یہ شریعت کی رو سے ایک عارضی کیفیت ہے جو تمام بدن پر یا اس کے اعضاء پر وارد ہوتی ہے۔ حدثِ اَصغر وضو سے اور حدثِ اکبر غسل سے دور ہو جاتی ہے۔

نوٹ: وضو اور غسل کا طریقہ ''بچوں کی تعلیم و تربیت اور والدین کا کردار (2 سے 10 سال کی عمر تک)'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۸۰: بچوں کو تیمّم کرنا کیسے سکھایا جائے؟

جواب: بچوں کو تیمّم کا طریقہ سکھانے کے لیے والدین دیے گئے طریقے کے مطابق عملاً تیمّم کر کے دکھائیں، مثلاً: دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے زمین پر یا کسی ایسی چیز پر ماریں جو زمین کی قسم سے ہو۔ پھر اس سے ہاتھ ہٹا لیں اور زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں۔ اس سے سارے چہرے کا مسح کریں۔ پھر اسی طرح دوسری دفعہ بھی ہاتھ زمین پر یا زمین کی قسم پر مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخنوں سے کہنیوں تک مسح کریں۔ مزید انہیں بتائیں کہ تیمّم کرنے کا حکم شرع میں اُس وقت ہے جب نماز اور دیگر اُمور کی بجا آوری کے لیے پانی دستیاب نہ ہو۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡعَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ

لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ.[1]

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت سے (فارغ ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے قربت (مجامعت) کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو (اندریں صورت) پاک مٹی سے تیمّم کر لیا کرو۔ پس (تیمّم یہ ہے کہ) اس (پاک مٹی) سے اپنے چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں کا مسح کر لو۔

سوال 81: بچوں کو نماز کے ظاہری اور باطنی آداب کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو نماز کے ظاہری اور باطنی آداب سکھانے سے پہلے نماز کی اہمیت بتائی جائے کہ نماز ایمان کے بعد اسلام کا اہم ترین رُکن اور دین کا ستون ہے۔ جس کی ادائیگی ہر مسلمان پر دن میں پانچ بار فرض ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت و تاثیر رکھی ہے کہ اگر نماز کو ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھا جائے تو وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔

شریعت میں نماز کے ظاہری آداب کی بجا آوری کو نماز ادا کرنے کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ان کی پابندی کے بغیر شرعی اعتبار سے نماز نہیں ہوتی اور روحانی لذت اور معراج کے ثمرات و برکات تک رسائی بھی ناممکن ہوتی ہے۔ اس لیے ظاہری آداب پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے۔

نماز کے ظاہری آداب درج ذیل ہیں:

---

[1] المائدة، ۵: ۶

۱۔ طہارت

۲۔ ستر

۳۔ پابندیِ وقت

۴۔ اِستقبالِ قبلہ

۵۔ نیت

نماز کے ظاہری آداب کی تکمیل کے بعد باطنی آداب کا بجا لانا بھی لازمی ہے۔ باطنی آداب کی کماحقہٗ بجا آوری سے ہی نماز روحانی اعتبار سے تقویت پاتی ہے۔ وہ نماز جو باطنی احوال میں کسی قسم کا تغیر پیدا نہ کر سکے، بے روح رہتی ہے۔ لہٰذا نماز کے باطنی آداب کو سمجھ کر اُن کے مطابق نمازوں کی ادائیگی زندگی کے جملہ اُمور کی سمت درست کر سکتی ہے۔ نماز کی نیت کرتے وقت یہ خیال بچوں کے دل و نگاہ کے سامنے ہو کہ وہ کعبہ کے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل کو ملاحظہ فرما رہا ہے، فرشتہ اجل ان کا پیچھا کر رہا ہے اور یہی تصور ہو کہ یہ نماز ان کی آخری نماز ہے۔

نماز کے باطنی آداب درج ذیل ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ

تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ان کے دل کے گوشے میں یادِ الٰہی کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔

۲۔ قیام

دورانِ قیام اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے سوا اور کسی تصور کی گنجائش باقی نہ رہے۔

۳۔ قراءت

قراءت کرتے وقت گہرائیوں میں ڈوب کر اپنے اوپر ایسی کیفیت وارد کریں کہ جیسے وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو رہے ہیں۔

۴۔ رکوع

رکوع کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلے میں خود کو نہایت عاجز، بے کس اور ادنیٰ تصور کریں۔

۵۔ سجدہ

حالتِ سجدہ میں خشوع و خضوع کی کیفیت میں براہِ راست اللہ تعالیٰ سے اس طرح تعلق جوڑیں کہ معرفتِ نفس نصیب ہو جائے۔

۶۔ قعدہ

قعدہ میں یہ تصور کریں کہ بارگاہِ الٰہی سے جو نصیب ہو رہا ہے وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تصدق سے ہے تاکہ آپ ﷺ کی محبت میں روحانی قوت نصیب ہو۔

۷۔ خروج عن الصلوٰۃ

بندگی کا کمال حاصل کرنے کے لیے خروج عن الصلوۃ کے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اظہارِ تشکر کریں اور لوگوں کے لیے پیکرِ رحمت بننے کا عہد کریں۔

سوال 82: بچوں کو نماز میں کون سی دس سورتیں ترتیب سے پڑھنا سکھائی جائیں؟

جواب: بچوں کو نماز میں قرآن حکیم کی درج ذیل آخری دس سورتیں ترتیب سے پڑھنا سکھائی جائیں۔

سُوْرَةُ الْفِيْل

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ○

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟○ کیا اس نے ان کے مکر و فریب کو باطل و ناکام نہیں کر دیا؟○ اور اس نے ان پر (ہر سمت سے) پرندوں کے جھنڈ بھیج دیے○ جو ان پر کنکریلے پتھر مارتے تھے○ پھر (اللہ نے) ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا○

سُوْرَةُ قُرَيْش

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍo اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِo فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِo الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍo

قریش کو رغبت دلانے کے سبب سےo انہیں سردیوں اور گرمیوں کے (تجارتی) سفر سے مانوس کر دیاo پس انہیں چاہیے کہ اس گھر (خانہ کعبہ) کے رب کی عبادت کریں (تاکہ اس کی شکر گزاری ہو)o جس نے انہیں بھوک (یعنی فقر و فاقہ کے حالات) میں کھانا دیا (یعنی رِزق فراہم کیا) اور (دشمنوں کے) خوف سے امن بخشا (یعنی محفوظ و مامون زندگی سے نوازا)o

سُوْرَةُ الْمَاعُوْن

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِo فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَo وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِo فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَo الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَo الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَo وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَo

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟o تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)o اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)o پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیےo جو اپنی

نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں)○وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیوں کہ وہ خالق کی رسمی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسی ہوئی مخلوق سے بے پرواہی برت رہے ہیں)○ اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے○

سُوْرَۃُ الْکَوْثَر

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ○ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ○

بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے○ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکرّ ہے)○ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشاں ہوگا○

سُوْرَۃُ الْکَافِرُوْن

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ○ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ○

آپ فرما دیجیے: اے کافرو!○ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنہیں تم پوجتے ہو○ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا

ہوںo اور نہ (ہی) میں (آئندہ کبھی) ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پرستش کرتے ہوo اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوںo (سو) تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہےo

سُوْرَةُ النَّصْر

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُo وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًاo فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًاo

جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچےo اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیںo تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہےo

سُوْرَةُ الْمَسَد / اللَّهَب

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّo مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَا لُهٗ وَمَا کَسَبَo سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍo وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِo فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍo

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)o اسے اس کے

(موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی نے○ عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا○ اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر پر) اٹھائے پھرتی ہے، (اور ہمارے حبیب کے تلووں کو زخمی کرنے کے لیے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے)○ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسّہ ہوگا (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے)○

سُوْرَةُ الْإِخْلَاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ○

(اے نبی مکرّم!) آپ فرما دیجیے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے○ اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے○ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے○ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے○

سُوْرَةُ الْفَلَق

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○

آپ عرض کیجیے کہ میں (ایک) دھماکے سے انتہائی تیزی کے ساتھ (کائنات کو) وجود میں لانے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں○ ہر اُس چیز کے شر (اور نقصان) سے جو اس نے پیدا فرمائی ہے○ اور (بالخصوص)

اندھیری رات کے شر سے جب (اس کی) ظلمت چھا جائےo اور گرہوں میں پھونک مارنے والی جادوگرنیوں (اور جادوگروں) کے شر سےo اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرےo

سُورَۃُ النَّاس

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِکِ النَّاسِ o اِلٰهِ النَّاسِ o مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ۵ الۡخَنَّاسِo الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِo مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِo

آپ عرض کیجیے کہ میں (سب) انسانوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوںo جو (سب) لوگوں کا بادشاہ ہےo جو (ساری) نسل انسانی کا معبود ہےo وسوسہ انداز (شیطان) کے شر سے جو (اللہ کے ذکر کے اثر سے) پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والا ہےo جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہےo خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سےo

سوال 83: معذور بچے نماز کیسے ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: نماز وہ بدنی عبادت ہے جو ہر حال میں تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور کسی صورت میں معاف نہیں ہے۔ اگر کوئی بچہ کسی مجبوری کے باعث وقت پر نماز نہ پڑھ سکے تو لازمی طور پر قضا پڑھے اور اگر کوئی بچہ معذور ہو اور وہ اپنی معذوری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ ادا کر سکتا ہو تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے۔ بیٹھے بیٹھے رکوع کرے یعنی آگے کی طرف خوب جھک کر **سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡم** کہہ کر سیدھا ہو جائے اور

پھر جیسے سجدہ کیا جاتا ہے ویسے سجدہ کرے۔ اگر بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو چت لیٹ کر پڑھے۔ اس طرح لیٹے کہ پاؤں قبلہ رخ ہوں اور گھٹنے کھڑے رہیں اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ لے تا کہ سر اونچا ہو کر منہ قبلہ کے سامنے ہو جائے۔ رکوع اور سجدہ اشارے سے کرے یعنی سر کو جتنا جھکا سکتا ہو اتنا تو سجدہ کے لیے جھکائے اور اس سے کچھ کم رکوع کے لیے جھکائے۔ اسی طرح دائیں یا بائیں کروٹ پر یعنی قبلہ رخ منہ کر کے پڑھ سکتا ہے۔

معذور افراد کی نماز کا مذکورہ بالا طریقہ درج ذیل حدیث مبارک سے ثابت ہے:

حضرت عمران بن حصین ﷺ نے اپنی ایک بیماری میں حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ وہ نماز کیسے پڑھیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ.(1)

کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنی کروٹ پر (یعنی لیٹ کر) پڑھ لینا۔

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح کتاب تقصیر الصلاۃ، باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب، ۱: ۳۷۶، رقم، ۱۰۶۶

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب أبواب الصلاۃ، باب ما جاء أن صلاۃ القاعد۔۔۔، ۲: ۲۰۸، رقم: ۳۷۲

۳۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا،باب جاء فی صلاۃ المریض، ۱: ۳۸۶، رقم: ۱۲۲۳

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲ : ۳۰۴، رقم: ۳۴۷۳

سوال 84: بچوں کو نماز قصر پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نمازِ قصر کے بارے میں بتایا جائے کہ سفر میں چار رکعات فرض والی نمازوں (ظہر، عصر، عشاء) کو نصف کر کے پڑھنا قصر کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْاط اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًاo [1]

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو (یعنی چار رکعت فرض کی جگہ دو پڑھو) اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ کافر تمہیں تکلیف میں مبتلا کر دیں گے۔ بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیںo

مسافر اگر ظہر، عصر اور عشاء کی نماز میں قصر نہ کرے اور پوری رکعات پڑھے تو وہ گنہگار ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ظہر کی چھ رکعات فرض پڑھے تو بجائے ثواب کے اسے گناہ ہوگا۔ لیکن اگر مسافر لاعلمی میں قصر کرنا بھول گیا اور اُس نے دو کی بجائے چار رکعات پڑھ لیں اور نماز ختم ہونے سے پہلے یاد آیا اور دوسری رکعت کے آخری قعدہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ گیا اور سجدہ سہو کر لیا تو اس کی دو رکعات فرض ہو جائیں گی اور دو نفل۔ لیکن اگر دوسری رکعت میں نہ بیٹھا تو چاروں رکعات نفل ہوگی، لہٰذا فرض نماز دوبارہ پڑھے گا۔

---

[1] النساء، ۴:۱۰۱

نمازِ قصر کا طریقہ درج ذیل حدیث مبارک سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ: فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا، وَالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً، ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَا يَنْقُصُ فِي الْحَضَرِ وَلَا فِي السَّفَرِ وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ.(1)

میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حضر اور سفر میں نمازیں پڑھی ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعت پڑھی، اس کے بعد دو رکعت سنت۔ سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر دو رکعت پڑھی اور اس کے بعد دو رکعت سنت ادا کی۔ (سفر میں) عصر کی نماز دو رکعت ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے کچھ نہ پڑھا۔ مغرب کی نماز سفر اور حضر میں تین رکعتیں ادا کیں۔ آپ ﷺ سفر و حضر میں مغرب کے فرائض تین سے کم ادا نہیں فرماتے تھے اور یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔

کسی مسافر کی دورانِ سفر اگر نمازیں قضا ہو جائیں تو گھر پہنچ کر تب بھی چار

---

(1) ۱۔ ترمذی، السنن، أبواب العيدين، باب ما جاء في التطوع في السفر، ۲: ۴۳۷، رقم: ۵۵۲

۲۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۲۴۴، رقم: ۱۲۵۴

رکعات فرض والی نمازوں کی دو دو رکعات قصر کے ساتھ قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے ان میں سے کوئی نماز قضا ہوئی تو سفر کی حالت میں چار رکعات قضاء پڑھے۔

سوال 85: والدین دورانِ سفر بچوں کو مختلف سواریوں پر نماز پڑھنا کیسے سکھائیں؟

جواب: والدین دورانِ سفر بچوں کو مختلف سواریوں یعنی چلتی ٹرین، کشتی، جہاز، بحری جہاز اور جانور کی سواری وغیرہ پر نماز پڑھنے کے بارے میں بتائیں کہ اگر سفر کے دوران گاڑی سے اترنے میں جان جانے، بیمار ہونے، بیماری بڑھنے یا کسی درندہ کا خطرہ ہو یا اتنی کمزوری ہو کہ کسی کی امداد کے بغیر اتر نہیں سکتا یا سوار نہیں ہوسکتا یا اسے سامان کے چوری ہو جانے یا گاڑی کے چلے جانے کا خطرہ ہو تو ان صورتوں میں چلتی گاڑی، کشتی، ہوائی جہاز، بحری جہاز اور جانور کی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

نیز والدین بچوں کو بتائیں کہ دورانِ سفر نماز شروع کرتے ہوئے قبلہ کی سمت کا تعین کریں۔ بعد میں اگر گاڑی کا رخ تبدیل ہو جائے تو اپنا چہرہ قبلہ رخ پھیر لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو جس طرف بھی ان کا چہرہ ہے اسی طرح اپنی نماز کو مکمل کریں۔

سوال 86: بچوں کو سُترہ کے بارے میں کیسے تعلیم دی جائے؟

جواب: بچوں کو سُترہ کے بارے میں بتایا جائے کہ ایسی شے جو نمازی اپنے آگے رکھ کر نماز ادا کرے تاکہ دورانِ نماز اس کے آگے سے گزرنے والا گناہگار نہ ہو اسے سُترہ کہتے ہیں۔ سُترہ زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا کسی بھی چیز کا ہو اور کم از

کم ایک ہاتھ اونچا ایک انگلی کے برابر موٹا ہونا چاہیے۔ اگر بہت زیادہ اونچا ہو تب بھی حرج نہیں۔

حضرت طلحہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ. وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ. ❶

تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اپنے آگے سے گزرنے والے کی پروا نہ کرے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ، أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ. ❷

---

❶ ١۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى، ١: ٣٥٨، رقم: ٤٩٩
٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ١: ١٦١، رقم: ١٣٨٨
٣۔ أبو داود، السنن، تفريع أبواب الصفوف، باب ما يستر المصلي، ١: ١٨٣، رقم: ٦٨٥
٤۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما يستر المصلي، ١: ٣٠٣، رقم: ٩٤٠
٥۔ ابن حبان، الصحيح، ٦: ١٤١، رقم: ٢٣٧٩

❷ ١۔ بخاری، الصحيح، أبواب سترة المصلي، باب سترة الإمام سترة من خلفه، ١: ١٨٧، رقم: ٤٧٢

حضور نبی اکرم ﷺ جب عید کی نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تو (اپنے سامنے بطور سُترہ) نیزہ گاڑھنے کا حکم دیتے۔ آپ ﷺ کے سامنے نیزہ گاڑھ دیا جاتا، پھر لوگوں کو جماعت کراتے۔ آپ ﷺ سفر میں بھی اسی کا اہتمام فرماتے تھے، اس بنا پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

سوال 87: بچوں کو سجدہ سہو کرنے کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟

جواب: والدین بچوں کو بتائیں کہ نماز میں سجدہ سہو اس وقت کیا جاتا ہے جب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا فرض میں تاخیر ہو جائے۔ اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے سجدہ سہو کرنا واجب ہے اور اگر ایک نماز میں چند واجب ترک ہو جائیں تو ایک ہی دفعہ سجدہ سہو نماز کی ادائیگی کے لیے کافی ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ. حَتّٰى لَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى. فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. [1]

.... ٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى، ١: ٣٥٩، رقم: ٥٠١

٣۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ١٤٢، رقم: ٦٢٨٦

٤۔ أبو داود، السنن، تفريع أبواب الصفوف، باب ما يستر المصلي، ١: ١٨٣، رقم: ٦٨٧

[1] ١۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب السهو في الصلاة والسجود له، ١: ٣٩٨، رقم: ٣٨٩

٢۔ أبو داود، السنن، أبواب تفريع استفتاح الصلاة، باب من قال يتم على أكبر ظنه، ١: ٢٧١، رقم: ١٠٣٠

←

تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان آ کر (ارکانِ نماز) اس پر خلط ملط اور مشتبہ کر دیتا ہے حتی کہ اسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ لہٰذا تم میں سے کسی شخص کو یہ امر پیش آئے تو وہ جب تشہد میں بیٹھے تو دو سجدہ سہو کرے۔

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی آخری رکعت میں تشہد کے بعد دائیں طرف ایک سلام پھیرے اور پھر دو سجدے کرے۔ پھر بیٹھ کر تشہد، درود پاک اور دعا پڑھے۔ اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے۔

سوال 88: بچوں کو سجدہ تلاوت کرنا کیسے سکھایا جائے؟

جواب: بچوں کو سجدہ تلاوت کے بارے میں بتایا جائے کہ قرآن حکیم میں چودہ آیات ایسی ہیں جن کی تلاوت کرنے یا کسی سے سننے کے فوراً بعد سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ اِسے سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوضِعَ جَبْهَتِهِ. ❶

.... ٣۔ مالك، الموطأ، ١: ١٠٠، رقم: ٢٢٤

❶ ١۔ بخاری، الصحيح، أبواب سجود القرآن، باب من سجد لسجود القاری، ١: ٣٦٥، رقم: ١٠٢٥

٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، ١: ٤٠٥، رقم: ٥٧٥

٣۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ١٧، رقم: ٤٦٦٩

جب حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے سامنے ایسی سورت پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا تو سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے؛ یہاں تک کہ ہم میں سے بعض کو تو پیشانی رکھنے کے لیے جگہ بھی نہ ملتی۔

نماز سے باہر سجدہ تلاوت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر سجدہ تلاوت کی دل سے نیت کرے۔ بعد ازاں ہاتھ اُٹھائے بغیر اَللّٰهُ اَکْبَر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰهُ اَکْبَر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ اگر بیٹھنے کی حالت میں سجدۂ تلاوت کیا تب بھی ادا ہو جائے گا۔ سجدۂ تلاوت سننے یا تلاوت کرنے کے بعد فوری ادا کرنا بہتر ہے لیکن تاخیر ہونے کی صورت میں بعد ازاں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

سوال 89: بچوں کو سجدۂ تلاوت میں کون سی دعا پڑھنا سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو سجدۂ تلاوت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل دعا پڑھنا سکھائی جائے:

اَللّٰهُمَّ! لَکَ سَجَدْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ أَسْلَمْتُ. سَجَدَ وَجْهِی لِلَّذِی خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ، وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ. تَبَارَکَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ. [1]

۴۔ أبو داود، السنن، أبواب قراءة القرآن، باب في الرجل يسمع السجدة، ۲: ۶۰، رقم: ۱۴۱۲

[1] ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب الدعاء في صلاة الليل و قيامه، ۱: ۵۳۵، رقم: ۷۷۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۴، رقم: ۷۲۹

۳۔ أبو داود، السنن، ابواب تفريع استفتتاح الصلاة، باب ما يستفتح به ←

اے اللہ! میں نے تیرے لیے سجدہ کیا، میں تجھ پر ایمان لایا، میں نے تیرے لیے فرمانبرداری کی۔ تو میرا رب ہے، میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اس کو سماعت اور بصارت کا حسن بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے۔

سوال ۹۰: کیا بچوں کو فرض نماز کے علاوہ نفل نماز کی بھی ترغیب دینی چاہیے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کو فرض نماز کے علاوہ نفل نماز کی بھی ترغیب دینی چاہیے۔ انہیں بتایا جائے کہ نفلی نماز سے مراد وہ نماز ہے جس کا پڑھنا کسی شخص پر لازم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ فعل ہے؛ مثلاً: نمازِ تہجد، نمازِ اشراق، نمازِ چاشت، نمازِ اوّابین، نماز استخارہ اور نمازِ تسبیح وغیرہ۔

سوال ۹۱: بچوں کو نمازِ تہجد پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو سب سے پہلے نماز تہجد کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہیں۔ بعد نمازِ عشاء بسترِ خواب پر سونے کے بعد رات کے کسی بھی وقت اُٹھ کر نمازِ تہجد ادا کی جا سکتی ہے۔ بہتر وقت نصف شب اور آخر شب ہے۔ بچوں میں نمازِ تہجد پڑھنے کی رغبت پیدا کرنے کے لیے اُنہیں اس کی فضیلت کے بارے میں بتایا جائے۔

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

.... الصلاة من الدعاء، ۱: ۲۰۱، رقم: ۷۶۰

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً. يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ. فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ. حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.❶

حضور نبی اکرم ﷺ ہمیشہ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ ایک رکعت کے ساتھ تمام رکعات کو طاق بنا لیتے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتی کہ آپ کے پاس مؤذن آتا، پھر آپ دو رکعت (سنت فجر) مختصراً پڑھتے تھے۔

سوال 92: بچوں کو نمازِ اشراق پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نماز اشراق کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کا وقت طلوعِ آفتاب سے 20 منٹ بعد شروع ہوتا ہے۔ اسے نمازِ فجر اور صبح کے وظائف پڑھ کر اٹھنے سے پہلے اسی مقام پر ادا کیا جاتا ہے۔ نماز اشراق کی رکعات کم از کم 2 اور زیادہ سے زیادہ 6 ہیں۔

نمازِ اشراق پڑھنے کی فضیلت درج ذیل حدیث مبارک سے ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ: كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ

❶ ١- مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل ......، ١: ٥٠٨، رقم: ٧٣٦

٢- نسائی، السنن الکبریٰ، ١: ١٢٦، رقم: ٤١٨

اللهِ ﷺ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. ❶

جو شخص صبح کی نماز باجماعت پڑھ کر طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا اور پھر دو رکعت نماز (اشراق) ادا کی، اُس کے لیے کامل (ومقبول) حج وعمرہ کا ثواب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے لفظ تَامَّةٍ 'کامل' تین مرتبہ فرمایا۔

سوال 93: بچوں کو نمازِ چاشت پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نماز چاشت کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کا وقت آفتاب کے خوب طلوع ہو جانے پر شروع ہوتا ہے۔ جب طلوعِ آفتاب اور آغازِ ظہر کے درمیان کل وقت کا آدھا حصہ گزر جائے تو یہ چاشت کے لیے افضل وقت ہے۔ نماز چاشت کی کم از کم 4 اور زیادہ سے زیادہ 12 رکعات ہیں۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى أَرْبَعًا. وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللهُ. ❷

حضور نبی اکرم ﷺ چاشت کی چار رکعت پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس قدر

---

❶ ترمذی، السنن، أبواب العيدين، باب ذكر من يستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاة الصبح حتی تطلع الشمس، ۲: ۴۸۱، رقم: ۵۸۶

❷ ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة الضحى، ۱: ۴۹۷، رقم: ۷۱۹

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۷۴، رقم: ۴۸۵۳

۳۔ بيهقی، السنن الكبری، ۳: ۴۷ رقم: ۴۶۷۸

چاہتا اتنی زیادہ پڑھ لیتے تھے۔

سوال 94: بچوں کو نمازِ اوّابین پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نماز اوابین کے بارے میں بتایا جائے کہ یہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ یہ نماز کم از کم دو 2 طویل رکعات یا 6 مختصر رکعات اور زیادہ سے زیادہ 20 رکعات پر مشتمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ، عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً. [1]

جو شخص مغرب کے بعد 6 رکعات نفل اس طرح (مسلسل) پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو اس کے لیے یہ نوافل بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار ہوں گے۔

سوال 95: بچوں کو نماز جمعہ پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نماز جمعہ کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کی فرض، سنن اور نوافل

---

[1] ١۔ ترمذی، السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل التطوع و ست ركعات بعد المغرب، ٢: ٢٩٨، رقم: ٤٣٥

٢۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الست ركعات بعد المغرب، ١: ٣٦٩، الرقم: ١١٦٧

٣۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ١: ٢٥٠، رقم: ٨١٩

٤۔ أبو يعلى، المسند، ١٠: ٤١٤، رقم: ٦٠٢٢

سمیت چودہ رکعات ہوتی ہیں۔ اس کے ادا کرنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

خطبہ سے پہلے چار رکعت سنت پڑھیں، پھر خطبہ کے بعد دو فرض جماعت کے ساتھ، پھر چار سنت، پھر دو سنت اور پھر دو نفل ادا کریں۔

سوال 96: بچوں کو نمازِ عیدین پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نماز عیدین کے بارے میں بتایا جائے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں ہر اس شخص پر واجب ہیں جس پر جمعہ فرض ہے۔ عیدین دوگانہ یعنی دو رکعتوں والی نماز ہے۔ نمازِ عیدین کا طریقہ وہی ہے جو دیگر نمازوں کا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نماز عیدین میں کچھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔ امام تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھے، پھر ہاتھ اُٹھا کر تین تکبیریں کہے، تیسری تکبیر کے بعد ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لیں۔ پھر امام تعوذ تسمیہ کے بعد جہراً قرأت کرے۔ قرأت کے بعد حسبِ معمول رکوع و سجود کیے جائیں۔ اس کے بعد دوسری رکعت شروع ہوگی۔ امام قراءت کرے، قراءت کے بعد امام تین مرتبہ ہاتھ اُٹھا کر تکبیریں کہے گا۔ مقتدی بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کریں اور چوتھی مرتبہ امام ہاتھ اُٹھائے بغیر تکبیر رکوع کہے گا تو مقتدی بھی ایسا کریں۔ اسی طرح دو رکعت نماز مکمل کی جائے گی۔ نماز عیدین کا وقت آفتاب کے بلند ہو جانے کے بعد زوال سے پہلے تک ہے۔

سوال 97: کیا بچوں کو نمازِ جنازہ پڑھنا سکھانا چاہیے؟

جواب: جی ہاں! بالغ بچوں کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ سکھانے کے لیے بتایا جائے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض لوگوں نے پڑھ لی تو سب سے فرض ساقط ہو جائے

گا لیکن اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔ اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو امام سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو جنازے کے وسط میں کھڑا ہو۔ اگر میت بالغ ہو تو اس کی دعاے مغفرت کا ارادہ کرے اور اگر میت نابالغ ہو تو اسے اپنے لیے فرط، اَجر و ثواب کا باعث، شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنانے کا ارادہ کرے۔ اس کے بعد نماز جنازہ کا فریضہ ادا کرنے کی نیت اِس طرح کرے: چار تکبیر نماز جنازہ فرضِ کفایہ، ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے، درود شریف واسطے حضور نبی اکرم ﷺ کے، دعا واسطے حاضر اس میت کے، منہ طرف کعبہ شریف کے (اور مقتدی یہ بھی کہے:) پیچھے اِس امام کے۔ پھر رفع یدین کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہہ کر زیرِ ناف ہاتھ باندھ لے اور یہ ثنا پڑھے:

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ، وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُکَ.

دوسری تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہے اور یہ درود پاک پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَی آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

پھر ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہے اور میت اور تمام مسلمانوں کے لیے دعاے مغفرت کرے۔ بالغ مرد و عورت دونوں کی نمازِ جنازہ کے لیے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَکَبِيْرِنَا

وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ. ❶

یا اللہ! تو ہمارے زندوں کو بخش اور ہمارے مردوں کو، اور ہمارے حاضر شخصوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔ یا اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو ہم میں سے موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔

اگر نابالغ لڑکے کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا. ❷

اے اللہ! اس بچہ کو ہمارے لیے منزل پر آگے پہنچانے والا بنا، اسے ہمارے لیے باعثِ اجر اور آخرت کا ذخیرہ بنا، اور اسے ہمارے حق میں شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنا۔

نابالغ لڑکی کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً.

---

❶ فتاویٰ عالمگیری، ۱: ۱۶۴

❷ فتاویٰ عالمگیری، ۱: ۱۶۴

اے اللہ! اس بچی کو ہمارے لیے منزل پر آگے پہنچانے والا بنا، اسے ہمارے لیے باعثِ اجر اور آخرت کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارے حق میں شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنا۔

اگر کسی کو ان دعاؤں میں سے کوئی دعا یاد نہ ہو تو یہ دعا پڑھ لینی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

اے اللہ! تو ہمیں ہمارے والدین اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

اگر یہ دعا بھی یاد نہ ہو تو جو دعا یاد ہو وہی پڑھ سکتا ہے۔

پھر چوتھی تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے کہے اور بعد ازاں **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ** کہتے ہوئے دائیں بائیں سلام پھیر دے۔

سوال 98: بچوں کو نمازِ استخارہ پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نماز استخارہ کے بارے میں بتایا جائے کہ کسی جائز کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تائیدِ غیبی سے حاصل کرنے کے لیے ادا کی جانے والی دو رکعت نماز کو نمازِ اِستخارہ کہتے ہیں۔ نمازِ اِستخارہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھیں۔ سلام پھیرنے کے بعد استخارہ کی درج ذیل مسنون دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ، وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ،

وَأَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ، فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ ...... (یہاں اپنی حاجت کا ذکر کرے) ...... خَيْرٌ لِيْ، فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ. فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِکْ لِيْ فِيْهِ. وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ ...... (یہاں اپنی حاجت کا ذکر کرے) ...... شَرٌّ لِيْ، فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ. قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهٗ.(1)

اے اللہ! بے شک میں (اس کام میں) تجھ سے تیرے علم کی مدد سے خیر مانگتا ہوں اور (حصولِ خیر کے لیے) تجھ سے تیری قدرت کے ذریعے قدرت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں۔ بے شک تو (ہر چیز پر) قادر ہے اور میں (کسی چیز پر) قادر نہیں، تو (ہر کام کے انجام کو) جانتا ہے اور میں (کچھ) نہیں جانتا اور تو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کا میں ارادہ رکھتا

---

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح، أبواب التطوع، باب ما جاء في التطوع مثنی ......، ۱: ۳۹۱، رقم: ۱۱۰۹

۲۔ أبو داؤد، السنن، أبواب قراءة القرآن ......، باب في الاستخارة، ۲: ۸۹، رقم: ۱۵۳۸

۳۔ ترمذی، السنن، أبواب الوتر، باب ما جاء في صلاة الاستخارة، ۲: ۳۴۵، رقم: ۴۸۰

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء في صلاة الاستخارة، ۱: ۴۴۰، رقم: ۱۳۸۳

ہوں) میرے لیے، میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر کر اور آسان کر پھر اس میں میرے لیے برکت پیدا فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اس (کام) کو مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی عطا کر جہاں (کہیں بھی) ہو پھر مجھے اس کے ساتھ راضی کر دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھر اپنی حاجت بیان کرو۔

سوال 99: بچوں کو صلٰوۃ التسبیح پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو درج ذیل حدیثِ مبارک میں بیان کیے گئے طریقے کے مطابق صلٰوۃ التسبیح پڑھنا سکھائی جائے۔ حضرت ابو وہب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے تسبیحات والی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ. ثُمَّ يَقُولُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً. ثُمَّ يَقُولُ عَشْرَ مَرَّاتٍ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا. ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا. ثُمَّ يَسْجُدُ. فَيَقُولُهَا عَشْرًا. ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا.

ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُهَا عَشْرًا. يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلٰى هٰذَا، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ. يَبْدَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً، ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا. فَإِنْ صَلّٰى لَيْلًا فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُسَلِّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، وَإِنْ صَلَّى نَهَارًا فَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُسَلِّمْ. قَالَ أَبُو وَهْبٍ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهٗ قَالَ: يَبْدَأُ فِي الرُّكُوعِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَفِي السُّجُودِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى: ثَلَاثًا، ثُمَّ يُسَبِّحُ التَّسْبِيحَاتِ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ، وَهُوَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ: إِنْ سَهَا فِيهَا يُسَبِّحُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُ مِائَةِ تَسْبِيحَةٍ.[1]

تکبیر کہہ کر ثناء پڑھے، پھر پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ کہے، پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھے، سورۃ الفاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور پھر دس مرتبہ (مذکورہ بالا) تسبیحات کہے۔ رکوع میں دس مرتبہ، رکوع سے اٹھ کر دس مرتبہ، سجدہ میں دس مرتبہ، سجدہ سے اٹھ کر دس مرتبہ اور پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ یہی تسبیحات کہے، یوں چار رکعتیں پڑھے۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر (75) تسبیحات ہوں

[1] ترمذی، السنن، أبواب الوتر، باب ما جاء في صلاة التسبيح، ۲: ۳۴۸، ۳۴۹، رقم: ۴۸۱

گی، ہر رکعت کے شروع میں پندرہ مرتبہ اور پھر قراءت کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے، اگر رات کو پڑھے تو ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرنا مجھے پسند ہے، اگر دن کو پڑھے تو چاہے سلام پھیرے چاہے نہ پھیرے۔ ابووہب فرماتے ہیں: مجھے ابو رزمہ عبدالعزیز نے بتایا کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: رکوع میں پہلے **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ** کہے اور سجدے میں پہلے **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى** کہے، پھر تسبیحات پڑھے۔ ابورزمہ عبد العزیز فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا، اگر سہو ہو جائے تو کیا سجدہ سہو میں بھی دس دس مرتبہ تسبیحات کہے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں، یہ صرف تین سو تسبیحات ہیں۔

سوال ۱۰۰: بچوں کو نمازِ حاجت پڑھنا کیسے سکھائی جائے؟

جواب: بچوں کو نمازِ حاجت حضور نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مطابق سکھائی جائے۔ حضرت عبد اللہ ابی اوفی الاسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے یا مخلوق میں سے کسی سے کوئی حاجت درپیش آئے تو وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ. أَسْأَلُكَ أَلَا تَدَعَ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً

هِيَ لَکَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا لِي، ثُمَّ يَسْأَلُ اللهَ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ مَاشَاءَ فَإِنَّهُ يُقَدَّرُ.[1]

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ برد بار بزرگ ہے۔ بڑے عرش کا مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (اے اللہ!) میں تجھ سے تیری رحمت کے ذریعے بخشش کے اسباب، نیکی کی آسانی اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں۔ میرے تمام گناہ بخش دے۔ میرے جملہ غم ختم کر دے اور میری ہر وہ حاجت جو تیری رضا مندی کے مطابق ہو پوری فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جس بات کی طلب ہو وہ سوال کرے۔ وہ اس کے لیے مقدر کر دی جاتی ہے۔

۲۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو اس کی حاجت برآری کے لیے دو رکعت نماز کے بعد درج ذیل الفاظ کے ساتھ دُعا کی تلقین فرمائی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اپنی حاجت برآری کے لیے اسی طریقے سے دو رکعت نماز کے بعد دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَسْأَلُکَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ إِلٰى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضٰى،

---

[1] ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في صلاة الحاجة، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۳۸۴

اَللّٰهُمَّ، فَشَفِّعْهُ فِيَّ. [1]

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہوں کہ پوری ہو۔ اے اللہ! میرے حق میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

سوال ۱۰۱: کیا بچوں کو مرد اور عورت کی نماز میں فرق بتانا چاہیے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کو بتایا جائے کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق ان کی جسمانی ساخت کی وجہ سے ہے۔ شریعت کی رُو سے شرعی اَحکام و مسائل میں بھی ان کا پاس و لحاظ رکھا گیا ہے۔ طہارت کے مسائل ہوں یا حج کے، روزہ کے مسائل ہوں یا زکوٰۃ کے، عورت کے عورت ہونے کا کسی نہ کسی حکم سے اِظہار ہو جاتا ہے۔ جس طرح نمازِ جمعہ و عیدین مردوں پر فرض ہے، عورتوں پر نہیں؛ اِسی طرح نماز جیسی افضل عبادت میں بھی بعض مخصوص مواقع پر عورت کا طریقہ نماز مرد سے مختلف رکھا گیا ہے تاکہ عورت کے پردہ کا لحاظ رکھا جائے۔ اس کے اعضائے نسوانی کا اعلان و اظہار نہ ہو۔ مثلاً عورت نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھے تک اٹھاتی ہے جب کہ مرد کانوں کی لو تک۔ مردوں کو سجدہ میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے کا حکم ہے جبکہ عورت کو سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے چپکائے۔ مرد اور عورت کی نماز میں یہ بنیادی

---

[1] ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء فی صلاة الحاجة، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۳۸۵

فرق پردہ کے اعتبار سے ہے۔

سوال ۱۰۲: لڑکیوں کو ایامِ مخصوصہ میں عبادت کے احکام کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: لڑکیوں کو ایام مخصوصہ میں عبادت کے احکام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سکھائے جائیں۔ انہیں بتایا جائے کہ حالتِ حیض (periods) میں اسلام نے عورت کو نماز میں رخصت دی ہے، وہ ان کی قضا کی ادائیگی سے بھی مبرا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے:

لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ. وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَأَبُو سَعِيدٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: تَدَعُ الصَّلَاةَ. [1]

حائضہ عورت نماز کی قضا نہ کرے۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید ﷺ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ حائضہ عورت نماز چھوڑ دے (اور روزہ کی قضاء کرے)۔

اسی طرح اگر لڑکیاں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہی ہوں تو بحالت حیض وہ قرآن حکیم کے کلموں کے درمیان وقفہ کر کے اسے پڑھ سکتی ہیں اور سیکھ سکتی ہیں۔ نیز قرآن کے ہجے کرانا بھی جائز ہے۔

بحالتِ حیض لڑکیاں عیدگاہ میں بھی جاسکتی ہیں بشرطیکہ وہ مسجد کا حصہ نہ ہو اور الگ سے خواتین کے لیے جگہ ہو۔ جیسا کہ حضرت اُم عطیہ ﷺ روایت کرتی ہیں

---

[1] بخاری، الصحیح، کتاب الحیض، باب لا تضی الحائض الصلاۃ۔۔۔، ۱: ۱۲۲، (ترجمۃ الباب)

کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر جوان، پردہ دار اور حائضہ عورتوں کو لے جایا کریں اور حائضہ عورتیں عید گاہ سے دور رہیں لیکن وہ کارِ خیر اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شامل رہیں۔ [1]

سوال 103: لڑکوں کو ناپاکی کی صورت میں شرعی احکام کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: لڑکوں کو جنب یعنی ایسی ناپاکی جس کے بعد غسل فرض ہو جاتا ہے، کی صورت میں شرعی احکام کے بارے میں بتایا جائے کہ:

۱۔ کوئی ایسا شرعی کام جو بغیر وضو کے نہیں کیا جا سکتا، حالتِ جنابت میں اس کا کرنا حرام ہے جیسا کہ ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ نفل نماز ہو یا فرض۔

۲۔ جس گھر میں جنبی ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ لہٰذا جلد اَز جلد پاکیزگی حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلآئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ. [2]

---

[1] مسلم، الصحيح، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر اباحة خروج النساء فى العيدين إلى المصلى وشهود الخطبة، ۲: ۶۰۵-۶۰۶، رقم: ۸۹۰

[2] أبو داود، السنن، كتاب اللباس، باب في الصور، ۴: ۷۲، رقم: ۴۱۵۲

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر یا کتا یا جنبی ہو۔

۳۔ جنبی کے لیے قرآن حکیم کو پڑھنا اور چھونا حرام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقْرَإِ الْحَائِضُ، وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ. ❶

جنبی اور حائضہ قرآن مجید سے کچھ نہ پڑھے (نہ تھوڑا نہ بہت)۔

۴۔ جنبی کے لیے ایسی انگوٹھی اور لاکٹ (ہار) کو جس پر قرآنی آیت یا حروفِ مقطعات لکھے ہوں پہننا حرام ہے۔

۵۔ جنبی کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ. ❷

تم مسجد کی طرف سے گھروں کے دروازے بند کر دو کیونکہ میں حائض اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کو حلال نہیں کروں گا۔

۶۔ جنبی کا دینی کتابوں کو طہارت کے بغیر ہاتھ لگانا اور پکڑنا حرام ہے۔

---

❶ ترمذی، السنن، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی الجنب والحائض أنهما لا يقران القران، ۱:۲۳۶، رقم: ۱۳۱

❷ أبو داود، السنن، کتاب الطهارة، باب فی الجنب يدخل المسجد، ۱:۶۰، رقم: ۲۳۲

۷۔ جنبی نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

نوٹ: حالتِ جنابت سے پاک ہونے کے لیے غسل کرنے کا شرعی طریقہ ''طہارت اور نماز'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال 104: لڑکوں کو اذان اور اس کے کلمات کی ادائیگی کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟

جواب: اذان شعائرِ دین میں سے ہے۔ اذان کا احترام، اذان سے محبت ہر مومن کا ایمانی تقاضا ہے۔ اذان دینے کی فضیلت درج ذیل حدیثِ مبارک سے ثابت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [1]

قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

لڑکوں کو اذان اور اس کے کلمات کی ادائیگی کا طریقہ یوں سکھایا جائے کہ مسجد میں اونچی جگہ قبلہ رخ کھڑے ہوکر کانوں میں انگلیاں ڈال کر یا کانوں پر ہاتھ رکھ کر اَللہُ اَکْبَرُ اللہُ اَکْبَر کہیں، پھر ذرا ٹھہر کر اَللہُ اَکْبَرُ اللہُ اَکْبَر کہیں۔ پھر دو دفعہ

---

[1] ١۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة ، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، ١ : ٢٩٠، رقم: ٣٨٧

٢۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأذان والسنة فيها، باب فضل الأذان وثواب المؤذنين، ١ : ٢٤٠، رقم : ٧٢٥

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہیں۔ پھر دو دفعہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کہیں۔ پھر دائیں طرف منہ پھیر کر دو بار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہیں۔ پھر بائیں طرف منہ کر کے دو بار حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہیں۔ پھر قبلہ رُخ منہ کرلیں اور اَللهُ اَکْبَرُ اللهُ اَکْبَر کہیں۔ آخر میں ایک بار لَا اِلٰهَ الَّا اللهُ کہیں۔

سوال 105: لڑکوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کے احکامات کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: تعلیماتِ اسلام میں باجماعت نماز کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجے کی شرط ہے۔ باجماعت نماز کی ادائیگی قرب و موانست اور محبت کے رشتے کو مضبوط و مستحکم بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے ایک دوسرے کی خوشی غمی اور دکھ سکھ میں شریک ہو کر ایک صحت مند، خوش حال اور فعال معاشرے کی تعمیر ممکن ہے۔ نماز باجماعت کی پابندی سے انسان کے دل میں یہ احساس جاگزیں ہوتا ہے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے گھر کے اندر رہ کر انفرادی سطح پر نماز جیسے فریضے کی بجا آوری ممکن نہیں تو افرادِ معاشرہ ایک دوسرے سے الگ تھلگ کیسے رہ سکتے ہیں؟

لڑکوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت کے بارے میں بتایا جائے کہ ایک باجماعت نماز کا ثواب 27 نمازوں کے برابر ہے۔ نماز کو باجماعت ادا کرنے کی فضیلت اور ترغیب دی گئی ہے، حتی کہ اگر دو آدمی ہوں تو بھی جماعت قائم کی جائے۔ ان میں ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ.❶

دو یا دو سے اوپر جماعت ہے۔

باجماعت نماز کی فضیلت حضور نبی اکرم ﷺ کی درج ذیل حدیث مبارک سے بھی ثابت ہے:

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.❷

باجماعت نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے پر 27 درجے فضیلت رکھتا ہے۔

بغیر عذر شرعی باجماعت نماز نہ پڑھنے کو منافقت کی نشانی قرار دیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ

---

❶ ١۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب الاثنان جماعة، ١: ٣١٢، رقم: ٩٧٢

٢۔ أبو يعلى، المسند، ١٣: ١٨٩، رقم: ٧٢٢٣

٣۔ بيهقى، السنن الكبرىٰ، ٣: ٦٩، رقم: ٤٧٨٧

❷ ١۔ بخارى، الصحيح، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، ١: ٢٣١، رقم: ٦١٩

٢۔ مالك، الموطأ، ١: ١٢٩، رقم: ٢٨٨

بِالصَّـلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَو يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ: أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا، أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ، لَشَهِدَ الْعِشَاءَ. ❶

قسم اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے! میرے دل میں خیال آیا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں تو اس کے لئے اذان کہی جائے۔ پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ لوگوں کی امامت کرے، پھر میں ایسے لوگوں کی طرف نکل جاؤں (جو بغیر کسی عذرِ شرعی کے نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کوئی جانتا کہ اسے ہڈی والا گوشت یا دو عمدہ پائے ملیں گے تو وہ ضرور نمازِ عشاء میں شامل ہوتا۔

لڑکوں کو باجماعت نماز کے لیے صف کی ترتیب کے بارے میں بتایا جائے کہ امام پہلی صف کے آگے درمیان میں کھڑا ہو۔ اس کے بعد پہلی صف مکمل کی جائے، پھر دوسری اور تیسری۔ علی ہذا القیاس پچھلی صفیں بنائی جائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ ١۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجماعة والإمامة، باب وجوب صلاة الجماعة، ١: ٢٣١، رقم: ٦١٨

٢۔ ابن حبان، الصحيح، ٥: ٤٥١، رقم: ٢٠٩٦

٣۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ١: ٢٩٧، رقم: ٩٢١

أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ.[1]

پہلی صف مکمل کرو پھر اس کے بعد والی صف۔ پس اگر صفوں میں کوئی صف نامکمل رہ جائے تو وہ آخر والی صف میں ہو۔

سوال 106: لڑکیوں کو کیسا لباس پہننا چاہیے؟

جواب: لڑکیوں کو درج ذیل اوصاف پر مشتمل ستر ڈھانپنے والا لباس پہننا چاہیے مثلاً:

۱۔ لباس اتنا باریک نہ ہو کہ جسم کا رنگ یا جھلک نظر آئے۔

۲۔ اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہوں۔

۳۔ اتنا چھوٹا نہ ہو کہ پنڈلیاں، بازو، گردن اور سینہ وغیرہ ڈھانپنے سے قاصر ہو۔

لڑکیوں کے ستر کے مطابق لباس اس طرح تیار کیا جائے کہ ان کی کلائی تک ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے علاوہ باقی پورا بدن لباس سے ڈھک جائے۔ نیز لباس کی کٹائی، سلائی اور کپڑے کے انتخاب میں یہ امر ملحوظ رہے کہ اعضائے ستر کسی طرح بھی ظاہر نہ ہوں۔ جیسا کہ درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

---

[1] ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۳۳، رقم: ۱۳۴۶۵

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، ۱: ۱۸۰، رقم: ۶۷۱

إِنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: يَا أَسْمَاءُ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا، وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ. ❶

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے اوپر باریک کپڑا (دوپٹہ) تھا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی جانب سے رُخ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بالغہ ہوجائے تو اسے جسم کا کوئی حصہ دکھانا درست نہیں۔ سوائے اس کے اور اس کے۔ آپ ﷺ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی جانب اشارہ فرمایا۔

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں:

دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، وَعَلٰى حَفْصَةَ خِمَارٌ رَقِيْقٌ، فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا، وَكَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيْفًا. ❷

حفصہ بنت عبد الرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر

❶ ١۔ أبو داود، السنن، كتاب اللباس، باب فيما تبدي المرأة من زينتها، ۴: ۶۲، رقم: ۴۱۰۴

٢۔ بيهقي، السنن الكبرى، ٢: ٢٢٦، رقم: ٣٠٣۴

❷ ١۔ مالك، الموطأ، ٢: ٩١٣، رقم: ١٦٢٥

٢۔ بيهقي، السنن الكبرى، ٢: ٢٣٥، رقم: ٣٠٨٢

آئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کا لباس پہننے والے مرد اور مردوں کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔

سوال 107: لڑکوں کو کیسا لباس پہننا چاہیے؟

جواب: لڑکوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ایسا لباس پہننا چاہیے جس کا شریعت نے انہیں حکم دیا ہے۔ یعنی ان کا ستر مکمل طور پر ڈھانپا ہوا ہو۔ وہ کوئی بھی لباس پہنیں خواہ قمیض شلوار ہو یا پینٹ کوٹ، ان کے لباس میں فخر و نمائش اور تصنع نہ ہو۔ البتہ لڑکوں کو خالص ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

إِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ. ❷

---

❶ ١۔ أبو داود، السنن، كتاب اللباس، باب لباس النساء، ۴: ٦٠، رقم: ۴٠٩٨

٢۔ نسائی، السنن الكبریٰ، ۵: ٣٩٧، رقم: ٩٢۵٣

٣۔ بیہقی، شعب الإيمان، ٦: ١٦٧، رقم: ٧٨٠٢

❷ ١۔ أبو داود، السنن، كتاب اللباس، باب الرخصة فی العلم وضبط الحرير، ۴: ۴٩، رقم: ۴٠۵۵

٢۔ بیہقی، السنن الكبریٰ، ٢: ۴٢۴، رقم: ۴٠١١

رسول اللہ ﷺ نے خالص ریشمی کپڑے سے منع فرمایا ہے۔

سوال 108: بچے نیا لباس پہنتے ہوئے کون سی دعا پڑھیں؟

جواب: بچے نیا لباس پہنتے ہوئے درج ذیل دعا پڑھیں:

اللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ کَسَوْتَنِيْهِ؛ أَسْأَلُکَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ. [1]

اے اللہ! تمام حمد و ثناء تیرے ہی لیے ہے، تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ نیز اس کے شر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

سوال 109: بچوں کو جوتا پہننے کے آداب کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو جوتا پہننے کے آداب درج ذیل حدیث مبارک کی روشنی میں سکھائے جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُکُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، لِتَکُنِ

---

[1] ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٣٠، رقم: ١١٢٦٦
٢۔ أبو داود، السنن، کتاب اللباس، باب: ٤: ٤١، رقم: ٤٠٢٠
٣۔ ترمذی، السنن، کتاب اللباس، باب مايقول إذا لبس ثوبا جديدا، ٤: ٢٣٩، رقم: ١٧٦٧

الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ.[1]

جب تم میں سے کوئی جوتے پہنے تو اُسے دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے اور جب اُتارے تو بائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے، تاکہ دایاں پیر پہننے میں اوّل اور اُتارنے میں آخری رہے۔

سوال ۱۱۰: کیا کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! قرآن و حدیث کی رُو سے ہر شخص پر لازم ہے کہ کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے اجازت لی جائے۔ پھر اجازت ملنے کے بعد گھر میں داخل ہوا جائے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○[2]

---

[1] ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب اللباس، باب ينزع نعله اليسرى، ۵: ۲۲۰۰، رقم، ۵۵۱۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۵، رقم: ۱۰۰۰۴
۳۔ أبو داود، السنن، كتاب اللباس، باب فى الانتعال، ۴: ۷۰، رقم: ۴۱۳۹
۴۔ ترمذی، السنن، كتاب اللباس، باب ما جاء بأي رجل يبدأ اذا انتعل، ۴: ۲۴۴، رقم: ۱۷۷۹

[2] النور، ۲۴: ۲۷-۲۸

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کروo پھر اگر تم ان (گھروں) میں کسی شخص کو موجود نہ پاؤ تو تم ان کے اندر مت جایا کرو یہاں تک کہ تمہیں (اس بات کی) اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس پلٹ جایا کرو، یہ تمہارے حق میں بڑی پاکیزہ بات ہے، اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہےo

والدین بچوں کو حدیثِ مبارک کی روشنی میں بتائیں کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت عین گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر اور اندر جھانکتے ہوئے نہیں مانگنی چاہیے۔ بلکہ دروازے کی ایک طرف کھڑے ہو کر bell یا دستک دیں، تین بار bell یا دستک دینے پر اگر دروازہ کھل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جائیں اور اس بات کا برا بھی مت منائیں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَتٰى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ، وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ.[1]

---

[1] ١۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب كم مرة يسلم الرجل في الاستئذان، ٤: ٣٤٨، رقم: ٥١٨٦

٢۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ٩: ٩٤، رقم: ٧٨

رسول اللہ ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے سامنے منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے، بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ. [1]

تم میں سے کوئی شخص تین بار اجازت طلب کرے اور اس کو کوئی جواب نہ دیا جائے تو اُسے واپس لوٹ جانا چاہیے۔

سوال ۱۱۱: بچوں کو مریض کی عیادت کے آداب کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو مریض کی عیادت کے آداب بتائے جائیں کہ عیادت کرنا ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کرنا، اس کے پاس بیٹھنا، اس کو تسلی دینا اور اس کی دلجوئی کرنا ضروری ہے۔ کسی کے دکھ درد میں شریک ہونا انسان کی اخلاقی تربیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس سے نیکیوں میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے۔ مریض کی حوصلہ افزائی کے لیے جانے والے شخص کے لیے دین اسلام نے بے پناہ اجر مقرر کیا ہے۔ جب مریض کی عیادت کی جاتی ہے تو وہ عیادت کرنے والے کا احسان مند ہو جاتا ہے کہ اس نے وقت نکال کر اس کی

---

[1] ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، ۵: ۲۳۰۵، رقم: ۵۸۹۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الآداب، باب الاستئذان، ۳: ۱۶۹۴، رقم: ۲۱۵۳

خیریت دریافت کی۔ اس سے دلوں میں محبت بڑھتی ہے۔

بچوں کو مریض کی عیادت کے احکام اور اس کی فضیلت کے بارے میں درج ذیل احادیث مبارکہ بھی سنائی جائیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ. [1]

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا، (۲) بیمار کی عیادت کرنا، (۳) اُس کے جنازہ کے ساتھ جانا، (۴) اُس کی دعوت قبول کرنا اور (۵) چھینک کا جواب دینا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ. [2]

---

[1] ۱۔ بخاری الصحیح، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، ۱: ۴۱۸، رقم: ۱۱۸۳
۲۔ مسلم، الصحیح کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ۴: ۱۷۰۴، رقم: ۲۱۶۲

[2] ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۲، رقم: ۶۶۰۰
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الجنائز، باب الدعاء المریض عند العبادة، ←

جب آدمی کسی بیمار کی عیادت کے لیے جائے تو اُسے یوں دعا دے: اے اللہ! اپنے اس بندے کو شفاء عطا فرما دے۔

۳۔ حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ. ❶

بے شک ایک مسلمان جب اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہاں سے لوٹنے تک مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

حضرت علی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ أَتٰى أَخَاهُ الْمُسْلِمَ عَائِدًا، مَشٰى فِي خِرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسَ، فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ. فَإِنْ كَانَ غُدْوَةً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ كَانَ مَسَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ

.... ۳: ۱۸۷، رقم: ۳۱۰۷

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۲۳۹، رقم: ۲۹۷۴

❶ ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض، ۴: ۱۹۸۹، رقم: ۲۵۶۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۸۳، رقم: ۲۲۴۹۷

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الجنائز، باب ماء في عيادة المريض، ۳: ۲۹۹، رقم: ۹۶۷

حَتّٰی یُصْبِحَ. ❶

جب کوئی شخص کسی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو (یہ ایسا مبارک اور مقبول عمل ہے گویا) وہ جنت کے باغ میں چلتا ہے، جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر یہ صبح کا وقت ہو تو ستر ہزار فرشتے شام تک اُس کے لیے بخشش و رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لیے بخشش و رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

سوال 112: بچوں کو تعزیت کے آداب کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو تعزیت کے آداب یوں بتائے جائیں کہ اگر کوئی شخص وفات پا جائے تو اس کے گھر جا کر میت کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اس کے اعزاء و اقارب سے اظہارِ افسوس کرنا چاہیے۔ میت کے لواحقین کو تسلی دے کر صبر کی تلقین کرنی چاہیے اور موقع کی مناسبت سے ایسے کلمات کہنے چاہییں جس سے ان کا غم کم ہو۔ تعزیت کرنا مومن سے ہمدردی کا اظہار ہے اور مومن سے ہمدردی جزوِ ایمان ہے۔

تعزیت کے اجر کے بارے میں بچوں کو درج ذیل احادیث مبارکہ بھی سنائی جائیں:

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

---

❶ ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضًا، ١: ٤٦٣، رقم: ١٤٤٢

مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى، كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ.❶

جس نے ایسی عورت سے تعزیت کی جس کا لڑکا مر گیا ہو، اسے جنت میں ایک چادر پہنائی جائے گی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِهٖ.❷

جس نے کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کی تو اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسے کی وفات کے موقع پر اپنی بیٹی سے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.❸

---

❶ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب آخر في فضل التعزیة، ۳:۳۸۷، رقم: ۱۰۷۶

❷ ۱۔ ترمذی السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء في أجر من عزی مصابا، ۳: ۳۸۵، رقم: ۱۰۷۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عزیٰ مصابا، ۱: ۵۱۱، رقم: ۱۶۰۲

۳۔ بزار، المسند، ۵: ۶۴، رقم: ۱۶۳۲

❸ ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ: یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه، ۱: ۴۳۱، رقم: ۱۲۲۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۰۴، رقم: ۲۱۸۲۴

بے شک اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لے لیا ہے اور اُسی کا ہے جو اُس نے عطا کیا ہے۔ ہر چیز کی اس کے پاس مدت مقرر ہے۔ لہٰذا تم صبر کرو اور ثواب کی اُمید رکھو۔

سوال 113: کیا حکایات وقصص کے ذریعے بچوں کی اخلاقی تربیت کی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! حکایات وقصص کے ذریعے بچوں کی اخلاقی تربیت کی جا سکتی ہے۔ صغرسنی سے بچوں کو ایمانی، اخلاقی اور معاشرتی حکایات سنائی جائیں۔ اس عمر میں ان کی قوت تخیل انتہائی تیز ہوتی ہے۔ جو ان کی عادات و اخلاق اور قلوب و اذہان پر ایسے اَنمٹ نقوش ثبت کرتی ہے جسے وہ زندگی کے کسی حصے میں بھی نہیں بھول سکتے۔ قرآنِ حکیم میں قصص بیان کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ○ [1]

سو آپ یہ واقعات (لوگوں سے) بیان کریں تاکہ وہ غور و فکر کریں○

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں گزشتہ اقوام اور ان کی جانب بھیجے گئے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات وقصص کو نفسِ انسانی کی مؤثر تربیت کے لیے استعمال کیا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے ترجمہ ’عرفان القرآن‘ کے ذریعے بچوں

.... ٣۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ماجاء في البكاء على الميت، ١: ٥٠٦، رقم: ١٥٨٨

[1] الأعراف، ٧: ١٧٦

کو قصص القرآن جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس مردود کا واقعہ، ہابیل اور قابیل کا واقعہ، حضرت نوح علیہ السلام اور قومِ نوح کے واقعات، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ، حضرت لوط علیہ السلام اور قومِ لوط کے واقعات، حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ، قصہء موسی علیہ السلام و فرعون، حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا واقعہ، اصحابِ کہف کا واقعہ اور دیگر واقعات پڑھ کر سنائیں تاکہ وہ ان کے ذریعے عبرت و نصیحت حاصل کر سکیں۔ نیز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی زندگیوں سے واقعات منتخب کر کے بچوں کو سنائے جائیں۔

قرآن مجید میں بیان کردہ واقعات سے ہم بچوں کی کس طرح رہنمائی کر سکتے ہیں، اس کی مثال درج ذیل دو واقعات سے بیان کی جا رہی ہے:

☆ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو قرآن نے اَحسن القصص قرار دیا ہے۔ اس ایک واقعہ میں جس قدر عبرتیں، حکمتیں اور نصائح ہیں وہ کسی دوسرے واقعہ میں یکجا میسر نہیں ہیں۔ درحقیقت یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے دل کش اور زمانہ کے عروج و زوال کی زندہ یادگار ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ غلامی اور آزادی کی باہم معرکہ آرائی اور حق و باطل کے مقابلہ کی بے نظیر داستان ہے۔ اس میں بصائر و مواعظ کا نادر ذخیرہ جمع ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے حسبِ ضرورت اور موقع محل کی مناسبت سے اس قصہ کے اجزاء کو بکثرت بیان کیا ہے۔

اِسی طرح درج ذیل احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے واقعات بچوں کی

اخلاقی تربیت میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

'صحیح بخاری' میں قرض واپس کرنے اور ایفاے عہد کی اہمیت پر ایک حدیث مبارک بیان کی گئی ہے، جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، موقع پر ضامن اور گواہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے قرض مانگنے والے نے اللہ کو اپنا گواہ اور ضامن بنا لیا۔ قرض دینے والے نے بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر اُسے قرض دے دیا۔ قرض واپس کرنے کی مدت طے کر کے قرض دار دریائی سفر پہ نکل گیا، وہ اپنے کاموں میں مصروف رہا یہاں تک کہ اُس کا کام بھی مکمل ہو گیا اور قرض واپس کرنے کی مقررہ مدت ختم ہونے کا وقت بھی قریب آ گیا۔ اُس نے سفر سے واپسی کے لیے کشتی یا کوئی سواری تلاش کرنا شروع کی تا کہ متعین وقت پہ قرض لوٹا سکے مگر سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔ اس نے ایک لکڑی میں سوراخ کیا، اُس میں ایک ہزار دینار اور قرض خواہ کے نام ایک خط لکھ کر ڈال دیا اور اُس لکڑی کو دریا کے حوالے کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے، وہ بھی تیرے گواہ ہونے پر راضی ہو گیا تھا۔ تیرے علم میں ہے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعے میں قرض مدتِ مقررہ میں اُس شخص تک پہنچا سکوں، لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں کہ تو اسے میرے قرض خواہ تک پہنچا

دے۔ اُدھر وہاں سے سیکڑوں میل دور قرض دینے والا دریا کنارے یہ دیکھنے کے لیے آیا کہ شاید کوئی کشتی یا بحری جہاز آیا ہو جس میں قرض لینے والا واپس آ جائے اور مجھے میرا پیسہ لوٹا دے۔ اُسے کوئی جہاز تو نہ ملا لیکن وہی لکڑی مل گئی، اُس نے اس نیت سے وہ لکڑی اُٹھا لی کہ گھر والوں کے لیے بطور ایندھن استعمال ہوگی، گھر جا کر جب اُسے کھولا تو اُس میں وہ ہزار دینار اور خط تھا۔ ادھر قرض دار برابر اس کوشش میں تھا مجھے کسی طرح شہر جانے کا موقع ملے کہ قرض لوٹا سکوں، بہت دنوں بعد اسے شہر لوٹنے کا موقع ملا۔ وہ جلدی سے ہزار دینار ساتھ لے کر اُس قرض دینے والے شخص سے ملاقات کے لیے پہنچا اور اُس سے معذرت کرنے لگا کہ مجھے بروقت سواری نہ مل سکی جس کی بنا پر میں وقت مقررہ پر قرض ادا نہ کر سکا۔ قرض خواہ نے اُس سے پوچھا: کیا تم نے کوئی چیز کبھی میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا: مجھے اِس جہاز سے پہلے کوئی سواری نہیں مل سکی تھی۔ اس پر قرض خواہ نے اُسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا وہ قرض ادا کر دیا ہے جسے تم نے لکڑی میں ڈال کر بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں اپنا ہزار ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔ [1]

اس واقعہ سے بچوں کو وعدہ ایفا کرنے کی ترغیب دی جائے۔ وعدے پر قائم رہنے کا کتنا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وہ مال جو سمندر کے حوالے کیا تھا، اس کے قرض خواہ تک پہنچا دیا۔ اگر سچائی، دیانت داری اور وعدہ کا پاس رکھا جائے

---

[1] ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الکفالة، باب الکفالة فی القرض......، ۲: ۸۰۱، رقم: ۲۱۶۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۴۸، رقم: ۸۵۷۱

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۷۶، رقم، ۱۱۱۹۵

تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تمام پریشانیاں دور فرما دیتا ہے۔

والدین کی خدمت اور تابع فرمانی کی ترغیب حدیث مبارک میں بیان کردہ اس واقعہ سے ملتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تین آدمی جا رہے تھے کہ اُنہیں بارش نے آ لیا۔ چنانچہ وہ ایک پہاڑ کی غار میں چھپ گئے، اسی اثنا میں غار کے منہ پر ایک بہت بڑا پتھر آ گرا اور وہ اس غار میں محصور ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: کوئی ایسے نیک عمل یاد کرو جو تم نے محض رضائے الٰہی کے لیے کیے ہوں اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید وہ یہ چٹان ہٹا دے۔ اُن میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لیے بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب میں شام کو واپس لوٹتا تو بکریاں دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو دودھ پلایا کرتا تھا۔ ایک روز جنگل میں دور جا نکلا اور شام کو دیر سے واپس لوٹا۔ میں نے اُنہیں آ کر دیکھا تو وہ سو چکے تھے۔ میں نے حسبِ معمول دودھ دوہا اور دودھ لے کر اُن دونوں کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ میں نے اُنہیں نیند سے بیدار کرنا ناپسند کیا اور بچوں کو اُن سے پہلے پلا دینا بھی مجھے اچھا نہ لگا، حالانکہ بچے میرے قدموں کے پاس رو رہے تھے، یہاں تک کہ صبح ہونے تک میری اور ان کی یہی حالت رہی۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا کیلئے کیا تھا تو اس (چٹان) کو ہٹا دے تاکہ ہم آسمان کو

دیکھیں، اللہ تعالیٰ نے اسے تھوڑا سا ہٹا دیا تو اُنہیں اُس میں سے آسمان نظر آنے لگا۔ ❶

یوں اُن تینوں نے اپنی اپنی نیکیوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ مصیبت ٹال دی اور غار کا منہ کھل گیا، پھر وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

بچوں کو بتایا جائے کہ اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر وقت اپنے والدین اور دیگر لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی، بلکہ اللہ تعالیٰ اُس کے عوض ہماری بہت ساری تکالیف کو ختم فرما دیتا ہے۔

اسی طرح بچوں کو شکر گزاری کی ترغیب درج ذیل حدیث مبارک سے دی جا سکتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

> حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک سائل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اس کو بھی ایک کھجور دی۔ وہ بولا: سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبرک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خادمہ کو حکم دیا کہ اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گزار) سائل کو دلوا دے۔ ❷

---

❶ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب إجابة دعاء من برّ والديه، ۵: ۲۲۲۸، رقم: ۵۶۲۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال، ۴: ۲۰۹۹، رقم: ۲۷۴۳

❷ ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۴، رقم: ۱۲۵۹۶

بچوں کو بتایا جائے اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے اور جتنا عطا کرے، اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ مزید برآں درج ذیل حقائق پر مبنی واقعات کے ذریعے نہ صرف والدین بلکہ بچوں کو بھی اچھائی کا راستہ متعین کرنے اور بُرائی سے دور رہنے کی ترغیب ملتی ہے:

☆ ایک ڈاکو کو ڈاکہ زنی کے جرم میں سزاے موت کا حکم سنایا گیا۔ مقتل کی طرف روانگی سے قبل اس نے درخواست کی کہ مجھے میری والدہ سے ملنے دیا جائے۔ چنانچہ ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ ماں روتی ہوئی اپنے بیٹے کے آخری دیدار کے لیے آگے بڑھی تو بیٹا بھی بڑے تپاک سے ماں سے لپٹ گیا اور اپنا منہ ماں کے کان کے قریب لے گیا اور اس کا کان کاٹ لیا۔ پوچھنے پر بتایا کہ اسی ماں کی بدولت آج مجھے پھانسی پر چڑھایا جا رہا ہے۔ جب میں بچہ تھا تو پڑوسی کے گھر سے سیب چرا کر لایا تھا اور اس نے وہ سیب خوشی خوشی رکھ لیا تھا۔ یہیں سے مجھ میں چوری کی عادت پختہ ہوگئی۔

☆ اس کے برعکس غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ڈاکوؤں کو اپنی چھپی ہوئی اشرفیاں بھی بتا دیں۔ ڈاکوؤں نے جب پوچھا کہ یہ اشرفیاں تو اس لیے چھپائی گئی تھیں کہ چور یا ڈاکو چھین نہ سکیں، آخر تم نے ہمیں صاف صاف کیوں بتا دیا؟ تم چاہتے تو جھوٹ بول کر انہیں بچا سکتے تھے۔ شیخ عبد القادر جیلانی نے جواب دیا: سفر پر چلتے وقت میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا! چاہے کچھ بھی ہو جائے، تم جھوٹ مت بولنا۔ آپ کی اس بات کا ڈاکوؤں پر

.... ۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۵۲۰، رقم: ۹۱۳۴

اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے جرم سے توبہ کر کے لوٹا ہوا سارا مال واپس کیا اور نیکی کی راہ اختیار کی۔

مذکورہ بالا واقعات میں والدین کے لیے بھی نصیحت ہے کہ اگر وہ اپنے بچوں کی تربیت صحیح خطوط پر کریں گے تو وہ زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی سے ہمکنار ہوں گے اور اگر غفلت برتیں گے تو ان کے بچے بڑے ہو کر مجرم بن جائیں گے۔ اسی طرح بچوں کو بتائیں کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سچ بولنے والا ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

سوال 114: مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے team spirit کیا کردار ادا کرتی ہے؟

جواب: مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے مل جل کر کام کرنا team spirit کہلاتا ہے۔ یہ اس وقت زیادہ کامیاب کردار ادا کرتی ہے جب مشترکہ مقصد کے حصول کے لیے تمام افراد آپس میں باہمی تعاون اور اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کریں کیونکہ انسان کوئی کام تنہا نہیں کر سکتا۔ کسی کام کو سرانجام دینے کا حوصلہ تو شاید کسی فرد میں ہو لیکن اس کے لیے درکار تمام صلاحیتیں بہت کم ہی کسی ایک شخص میں اکٹھی ہوتی ہیں۔ مختلف صلاحیتیوں کے حامل لیکن مشترک سوچ اور مزاج رکھنے والے افراد مل کر ٹیم کی صورت میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ملتی ہے۔ معاش اور روزگار کے مسائل ہوں یا مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ، جنگوں کا سامنا ہو یا کفار کا

ظلم وستم، ہر مرحلے پر ٹیم اسپرٹ کی ایسی اعلیٰ مثالیں ملتی ہے جو شاید تاریخ میں کہیں نہ ملیں۔ اعلیٰ کردار کے حامل افراد ہر بوجھ باہم مل کر اٹھاتے اور اپنے کسی ساتھی کو پیچھے نہ چھوڑتے۔ ہر خوشی کو ایک دوسرے سے share کرتے حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزوں کے معاملے میں بھی دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے۔ مواخاتِ مدینہ ٹیم اسپرٹ کی بہترین مثال ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ اس موقع پر انصار نے جس ایثار کا مظاہرہ کیا وہ اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔

سوال 115: والدین اپنے بچوں کو دین کا داعی کیسے بنائیں؟

جواب: والدین اپنے بچوں کو دین کا داعی بنانے کے لیے ان کی تعلیم و تربیت درج ذیل نکات کے مطابق کریں:

ا۔ مبادیاتِ اسلام سے آگاہی

والدین کو چاہیے کہ بچپن سے بچوں کا ارکانِ اسلام، ارکانِ ایمان اور احسان سے ربط پیدا کریں کیوں کہ:

☆ عقائد و نظریات جن کا تعلق ارکانِ ایمان کے ساتھ ہے، اس سے بچوں کی زندگی کا فکری و نظریاتی پہلو تشکیل پاتا ہے۔

☆ اعمال اور احکام پر مبنی تعلیمات جنہیں ارکانِ اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے بچوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی عملی سانچے میں ڈھلتی ہے۔

☆ وہ تعلیمات جن سے اعلیٰ قلبی کیفیات اور روحانی احوال نصیب ہوتے ہیں وہ

احسان کے ذیل میں آتی ہیں۔ اس سے بچوں کی اخلاقی و روحانی تطہیر ہوتی ہے اور ان کے قلب و باطن کا روحانی ارتقاء ہوتا ہے، جو درحقیقت اسلام اور ایمان کا مقصد و مدعا ہوتا ہے۔

۲۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ

والدین کو چاہیے کہ بچوں کو بطورِ داعی قرآن و حدیث کی تعلیمات اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ سے دلوائیں تا کہ انہیں ان علوم کا صحیح فہم و شعور حاصل ہو۔ کیونکہ جب تک بچے خود قرآن و حدیث کے صحیح فہم سے بہرہ ور نہ ہوں گے دوسروں کو کیونکر اس سے آشنا کرسکیں گے۔

۳۔ شخصی وجاہت

پہلی چیز جو کسی کو متاثر کرتی ہے وہ داعی کی ظاہری شخصیت ہے۔ لوگ پہلی نظر میں اندازہ لگا لیتے ہیں کہ وہ کیسی شخصیت کا مالک ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بطورِ داعی بچوں میں علم و دانش اور عمل و کردار کی پختگی کے ساتھ ان کی شخصی وجاہت پر خصوصی توجہ دیں۔

۴۔ معاشرتی ارتباط

والدین کو چاہیے کہ بچپن سے ہی بچوں کو اسلامی معاشرتی آداب اور ایسے عظیم اُصولوں کا پابند بنائیں جن کا سرچشمہ دینِ اسلام ہے۔ معاشرتی تربیت میں نفسیاتی اُصولوں کو جاگزیں کرنا، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا، عمومی معاشرتی آداب کو ملحوظ رکھنا اور معاشرتی دیکھ بھال شامل ہیں۔ ان کے ذریعے بچوں کی

شخصیت سازی اور اخلاق کی درستگی ہوتی ہے اور اس میں معاشرتی ذمہ داریاں پورا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے تاکہ وہ معاشرے کی تعمیر اور مثالی قوم کی تخلیق میں بہترین بنیاد کا کام دے سکیں۔

۵۔ مبلغین سے رابطہ

والدین کو چاہیے کہ دین کی دعوت دینے والوں سے بچوں کا رابطہ قائم کروائیں تاکہ ان میں دعوت دین اور دین کی سربلندی کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ صبر و رضا اور جرأت و بہادری کا پیکر بنیں۔ ان کی تعمیرِ شخصیت اس نہج پر ہو کہ وہ دعوت و تبلیغ کے مردِ مجاہد بنیں اور دین کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کریں۔

٦۔ عالمِ اسلام کو درپیش مسائل سے آگاہی

والدین کو چاہیے کہ عالم اسلام کو درپیش بنیادی نوعیت کے چیلنجز سے بچوں کو آگاہ کریں، جیسے بنیادی اُصولوں اور افکار کی باہمی جنگ، سیاسی و معاشرتی اختلافات، عالمِ اسلام اور عالمِ مغرب کے درمیان تناؤ اور جنگ وغیرہ تاکہ وہ دعوت کے عملی کام اور تبلیغی جہاد کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے پوری طاقت اور اعتماد کے ساتھ دعوت کے میدان میں آگے بڑھیں اور اسلام کا دو ٹوک موقف قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کر سکیں۔

سوال 116: مقرر بننے کے لیے بچوں کی آواز کو کیسے بہتر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: مقرر بننے کے لیے بچوں کی آواز کو درج ذیل حکمتِ عملی کے ذریعے بہتر کیا جا سکتا ہے:

☆ سب سے پہلی چیز جو مقرر کے لیے خطابت کی روح ہے، وہ زبان ہے۔ جب تک زبان کے نشیب و فراز سے بچے آگاہ نہ ہوں اور اس کے قواعد وضوابط ان کے ذہن میں نقش نہ ہوں۔ وہ اظہار و اسلوب کی نزاکتوں اور آواز و تلفظ کی خوبیوں سے مستفید نہیں ہو سکتے۔

☆ کسی بچے کی آواز کی اثر آفرینی میں رکاوٹ اگر بار بار ہکلانا ہو تو تقریر کی راہ میں حائل اس رکاوٹ پر قابو پانے کے لیے والدین کو چاہیے کہ وہ کسی speech pathologist سے اس کی آواز کے بارے میں ماہرانہ رائے لیں۔

☆ بچوں کی آواز کو ریکارڈ کر کے سنا جائے۔ ان کی آواز سے کیا مجموعی تاثر پیدا ہوتا ہے۔ کیا وہ اپنی بات کے مطابق اپنے لہجے کو بدلتے ہیں یا ان کا لہجہ سپاٹ ہوتا ہے یا ان کا انداز خشک ہوتا ہے؟

☆ آواز میں موضوع اور ذہنی کیفیت کے اعتبار سے تبدیلی ہونی چاہیے۔ آواز پر قدرت حاصل کرنا بڑا فن ہے۔ دورانِ تقریر بچوں کی آواز چیخ کی طرح تیز اور ضرورت سے زیادہ دھیمی نہ ہو۔ موضوع اور موقع محل کی مناسبت سے آواز میں اُتار چڑھاؤ کی اس طرح مشق کروائی جائے کہ:

۱۔ کسی بھی عبارت کا صحیح اور درست تلفظ کے ساتھ پہلے مطالعہ کروایا جائے۔

۲۔ عمدہ لب و لہجہ سے زیرِ لب پڑھایا جائے۔

۳۔ ہلکے پھلکے جملوں پر اُتار اور دھیما پن جبکہ زوردار جملوں پر چڑھاؤ یا گونج و

گرج کا اہتمام کروایا جائے۔ یہ تجربہ مقررین کی تقاریر سننے سے حاصل ہوتا ہے کہ الفاظ کا زیر و بم کیا ہے؟ کہاں آواز اٹھائی جاتی ہے اور کہاں اسے دھیما کیا جاتا ہے؟

۴۔ آخری مرحلے میں بچے سے مشق کروائی جائے کہ ایک ہی جملے کو والدین یا دوستوں کے سامنے مختلف کیفیات جیسے خوشی، افسردگی، طمانیت، جوش اور حیرانگی کے مطابق دہرائے تا کہ وہ پرکھ سکیں کہ اس نے مذکورہ بالا کیفیات کی ادائیگی میں کس حد تک انصاف کیا ہے۔

☆ بچے اپنی آواز کا خاص خیال رکھیں۔ گلے کو آرام اور رطوبت (تری) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے گرم پانی یا چائے میں شہد ملا کر پیئیں۔

سوال ۱۱۷: تقریر کرتے وقت کن باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے؟

جواب: تقریر کرتے وقت درج ذیل باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

☆ تقریر بالعموم کسی ایک متعین کردہ موضوع پر کی جاتی ہے۔ اس لیے موضوع کا انتخاب موقع محل اور سننے والوں کی عمر کے مطابق کیا جائے۔

☆ تقریر کا آغاز دھیمے اور متاثر کن انداز میں کیا جائے تا کہ سامعین آغاز سے اختتام تک بھرپور دلچسپی اور اپنائیت کے ساتھ آپ کی بات سنیں۔

☆ تقریر میں مختصراً تاریخ کے حوالہ جات اور مشہور اشعار شامل کیے جائیں۔

☆ دورانِ تقریر کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے خود اپنی توجہ بٹ جانے کا اندیشہ ہو جیسے کھنکار کر گلا صاف کرنا، بار بار جھولنا، پین یا مارکر سے کھیلنا، بالوں میں

انگلیاں پھیرنا وغیرہ۔

☆ تقریر کرتے ہوئے الفاظ بامعنی اور عام فہم ہونے چاہییں۔ مبہم اور مشکل الفاظ تقریر کی معنویت کو کم کرتے اور عدم دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ نیز فقرے اس طرح ترتیب دیے جائیں کہ ان میں واضح ربط ہو۔

☆ تقریر کے دوران اپنے لب و لہجہ کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس میں زیر و بم ہو۔ سپاٹ انداز میں تقریر کرنے کی بجائے اس میں آپ کا اعتماد اور یقین جھلک رہا ہو۔

☆ تقریر ایک مقررہ وقت میں ختم کرنا ہوتی ہے اس لیے اتنا ہی مواد لیا جائے جو مقررہ وقت کا احاطہ کر سکے۔

☆ تقریر کا اختتام اس انداز میں کیا جائے جو سامعین کو عمل کرنے پر مجبور کر دے۔

3

بچوں کی معاشرتی، نفسیاتی اور جذباتی تربیت

سوال 118: معاشرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اَفراد کے باہم رہن سہن اور مل جل کر زندگی بسر کرنے کو معاشرہ کہتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اُس معاشرہ میں اَفراد کا تعلق ایک ہی قوم یا مذہب سے ہو، اُن کا تعلق مختلف اَقوام اور مذاہب سے بھی ہوسکتا ہے۔ جب کسی خاص قوم یا مذہب کے بارے میں بات کرنا مقصود ہو تو اُس کے ساتھ متعلقہ لاحقہ لگا دیا جاتا ہے، جیسے اِسلامی معاشرہ، مغربی معاشرہ وغیرہ۔

سوال 119: اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد کس پر ہے؟

جواب: اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک نسل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک انسانی جوڑا پیدا کیا اور اس سے ان تمام لوگوں کو پیدا کیا جو اس دنیا میں آباد ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> **یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا○** [1]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک

---

[1] النساء، ۴:۱

جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے○

اس تصور کی بنیاد پر اَولادِ آدم کو نسلی، وطنی، لسانی اور جغرافیائی اکائیوں میں تقسیم کرنے کی بجائے اِسلام ایک فکری، اخلاقی اور اصولی معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں انسانوں کے باہم ملنے کی بنیاد ان کی جائے پیدائش نہیں بلکہ ایک عقیدہ اور ایک اخلاقی ضابطہ ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جو ایک اللہ کو اپنا مالک و معبود اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت و رسالت پر ایمان رکھے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو اپنا ضابطہ حیات مانے، وہ اس معاشرے میں شامل ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ افریقہ کا رہنے والا ہو یا امریکہ کا، خواہ وہ سامی نسل کا ہو یا آریائی نسل کا، خواہ وہ کالا ہو یا گورا، خواہ وہ اُردو بولتا ہو یا عربی۔ جو افراد بھی اس معاشرے کا حصہ ہوں گے ان سب کے حقوق اور معاشرتی مراتب یکساں ہوں گے۔ ان کے درمیان کسی قسم کے نسلی، قومی یا طبقاتی امتیازات نہ ہوں گے۔ کوئی اپنی ذات اور پیشے کے لحاظ سے قابل تحقیر نہ گردانا جائے گا۔ اسلام میں چونکہ کوئی پاپائیت اور پیشوائیت نہیں ہے، لہٰذا کوئی بھی نسلاً یا موروثاً مراعات یافتہ نہیں ہوتا۔ اِس اُصول کی بنا پر کسی کو اپنی ذات، برادری یا حسب و نسب کی بنا پر کوئی مخصوص حقوق حاصل نہ ہوں گے۔ اس فکری اور اصولی قاعدے کی بنا پر اِسلامی معاشرے میں ہر وہ شخص برابر کے حقوق کے ساتھ شامل ہوگا جو ایک عقیدے یا اخلاقی ضابطے کو تسلیم کرے۔ جو اس عقیدے اور ضابطے کو نہ

مانے تو یہ اِسلامی معاشرہ اسے اپنے دائرہ کار میں نہیں لیتا۔ لیکن انسانی برادری کا تعلق اس کے ساتھ قائم کرنے اور انسانیت کے حقوق اسے دینے کو تیار ہے؛ یعنی کسی آئینی اتحاد اور دستوری وفاق کی بنا پر وہ اُس قوم کا حصہ رہے گا۔

سوال 120: فرد اور معاشرے کا باہمی تعلق کیا ہے؟

جواب: فرد اور معاشرہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ جس طرح کوئی عمارت اینٹ پتھر کے بغیر نہیں بنتی، اسی طرح کوئی بھی معاشرہ اَفراد کے بغیر معرضِ وجود میں نہیں آتا۔ معاشرے کی بنیاد دراصل افراد کے باہمی تعلق اور رشتے پر استوار ہوتی ہے؛ خواہ یہ تعلقات مذہبی ہوں یا سیاسی، سماجی ہوں یا ثقافتی، تجارتی ہوں یا اقتصادی، انہیں ہم معاشرتی تعلقات سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرد اور معاشرے کا آپس میں اس طرح گہرا تعلق ہے کہ فرد کی شناخت معاشرہ متعین کرتا ہے اور معاشرہ افراد سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ الغرض دونوں کا وجود ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہے۔

سوال 121: بچوں کی معاشرتی تربیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: بچوں کی معاشرتی تربیت سے مراد انہیں بہترین شہری بنانے کے لیے وہ تمام امور سر انجام دینا ہے، جو معاشرے سے مطابقت رکھتے ہوں۔ یعنی بچوں کی معاشرتی تربیت میں رہن سہن کے طریقے، معاشرتی معاملات کو احسن انداز میں نبھانے کی تربیت اور مقاصدِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے راہنمائی فراہم کرنا ہے۔

سوال 122: بچوں کی معاشرتی زندگی کی ترقی کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: بچوں کی معاشرتی زندگی کا آغاز گھر سے ہوتا ہے۔ اس کے اثرات ان کی زندگی پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ بچوں کی معاشرتی زندگی کی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے تعلقات گھر والوں، دوستوں، اساتذہ اور افرادِ معاشرہ کے ساتھ کیسے ہیں اور خوشی، غمی اور غصے کی کیفیات میں ان کا طرزِ عمل کیسا رہتا ہے؟

بچوں کی معاشرتی ترقی کا دار و مدار خود ان کی صلاحیت اور والدین کی حوصلہ افزائی پر ہوتا ہے۔ انہیں اچھے تجربات، سوجھ بوجھ اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سیکھیں۔ بچوں کو راہنمائی فراہم کرنے کی ذمہ داری والدین کے ساتھ اساتذہ پر بھی عائد ہوتی ہے۔ معاشرتی تربیت کے لحاظ سے قدم قدم پر بچوں کو ان کی مدد کی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ جسمانی اور ذہنی نشو و نما کے ساتھ ساتھ وہ معاشرتی پختگی بھی حاصل کر سکیں۔ چنانچہ والدین اور اساتذہ کو اس ضمن میں اپنے حصے کا کردار احساس ذمہ داری اور بھرپور دیانت داری سے سرانجام دینا چاہیے۔

سوال 123: والدین بچوں کی معاشرتی زندگی کو کیسے بہتر بنا سکتے ہیں؟

جواب: گھریلو زندگی ہی بچوں کی معاشرتی نشو و نما کی بنیاد ہوتی ہے۔ وہ والدین جو خود دوسرے لوگوں کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں، ان کے حقوق کا احترام کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو طرح طرح کے معاشرتی تجربات سے متعارف

کرواتے ہیں۔ گویا وہ اپنے بچوں کو معاشرتی پختگی حاصل کرنے کے بہترین مواقع فراہم کرتے ہیں۔ تمام والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے معاشرتی نظم و ضبط کا خیال رکھیں، رائج قوانین کا احترام کریں تاکہ انہیں معاشرتی اصولوں اور قوانین کی پابندی کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

والدین درج ذیل اُمور پر عمل کر کے بچوں کی معاشرتی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں:

۱۔ گھر پہلی درس گاہ

گھر ہی بچوں کا وہ پہلا معاشرتی ادارہ ہے جس میں وہ اپنے والدین کے زیر سایہ عمر کی مختلف منازل طے کرتے ہیں۔ اپنے والدین کو دیکھ کر وہ دوسرے افراد کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرتے اور آدابِ زندگی کے طریقوں سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ وہ سیکھتے ہیں کہ بڑے بہن بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ یوں والدین کا معاشرے کے مختلف افراد سے اچھا طرزِ عمل بچوں کی معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۲۔ گھر میں جمہوری طرزِ عمل

گھر کے کچھ مشترکہ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا براہِ راست بچوں سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر والدین بچوں کی رائے کو اہمیت دیتے ہوئے انہیں جمہوری طرزِ عمل سے حل کریں تو اس سے بچے فیصلہ کرنے، سمجھنے اور انہیں تسلیم کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

۳۔ عادات و اطوار

والدین بچوں کی معاشرتی زندگی بہتر بنانے کے لیے گھر کا ایسا ماحول بنائیں جس میں گھر کے تمام افراد یعنی والدین اور بہن بھائی ایک دوسرے کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کے کاموں میں خوامخواہ مداخلت نہ کریں۔ دوسروں کے احساسات کا احترام کریں۔ جو بچے ایسے گھریلو ماحول میں نشو ونما پاتے ہیں وہ محبت اور دوستی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

۴۔ گھریلو کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا

والدین بچوں کی معاشرتی تربیت کے لیے انہیں گھر کے کاموں میں حصہ لینے کے مواقع فراہم کریں۔ بالخصوص کسی تقریب یا تہوار کے موقع پر جو انتظامات کیے جاتے ہیں، اس میں بچوں کو بھی شریک کرکے ہاتھ بٹانے کا موقع دیا جائے۔ اس سے انہیں دوسروں کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ اعلیٰ صفات کی تعلیم

خاندان ایک انتظامی اکائی ہے، جس میں رہتے ہوئے بچوں کو اعلیٰ صفات اور گھر کے حسن انتظام کی تعلیم ملتی ہے۔ اس میں والد سربراہ کی حیثیت رکھتا ہے جبکہ دوسرے اراکین اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ انہی سے بچے اطاعت وفرماں برداری کا سبق حاصل کرتے ہیں۔ ابتداءً بچے والدین کے اوصاف اور خوبیاں اپنانے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا والدین جس قدر اعلیٰ اوصاف کے حامل ہوں گے ان کے بچے بھی انہی صفات سے متصف ہوں گے۔

٦۔ تہذیب و ثقافت سے آگاہی

والدین بچوں کو معاشرے کے رسم و رواج اور مختلف معاشرتی اداروں کی کارکردگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے انہیں ادب، علوم و فنون اور دیگر لطیف احساسات و جذبات کی کارفرمائیوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا ذہن ثقافتی سرمائے کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے دور کی تہذیب اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال 124: کیا بچوں کی معاشرتی تربیت کے لیے انہیں محنت و مشقت کا عادی بنانا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کی معاشرتی تربیت کے لیے انہیں محنت و مشقت کا عادی بنانا ضروری ہے۔ موجودہ صنعتی دور میں کامیابی اور ترقی تربیت یافتہ اور تجربہ کار افراد پر منحصر ہے۔ یہ افراد خواہ اعلیٰ انجینئر ہوں یا عام مزدور، ان کا محنت و مشقت کے اصولوں اور دستی کام کی عظمت سے بخوبی روشناس ہونا لازمی ہے۔ ایسے ہنر مند نوجوان اسی صورت میں مل سکتے ہیں جب بچپن سے ہی گھریلو سطح پر اور تعلیمی ادارہ جات میں جد و جہد کرنے، محنت کرنے اور دستی کام میں دلچسپی لینے کی عملی تربیت دی جائے۔ جن بچوں کو ابتدائی دور میں محنت و مشقت کی موزوں تربیت میسر آتی ہے وہ بڑے ہو کر اپنے مسائل کو سمجھنے اور اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک المیہ ہے کہ اکثر متمول گھرانوں کے بچوں کی تربیت میں اس بنیادی

پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے؛ اس لیے کہ ان گھرانوں میں ملازمین کی بہتات ہوتی ہے اور بالغ افراد اپنا کام خود کرنے میں ہتک محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے بچے بھی بڑوں کی دیکھا دیکھی خادمین کے اس قدر محتاج ہو جاتے ہیں کہ ان میں اپنے ذاتی کام کرنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔ بچے ہر چھوٹا بڑا کام مثلاً جوتے صاف کرنا، چائے بنانا، بستر درست کرنا، کپڑے استری کرنا وغیرہ تک نوکروں سے کرواتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بچے جب ملازمین کی نگہداشت سے نکل کر معاشرتی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں ماحول کے نئے تقاضوں سے مطابقت پیدا کرنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ یوں جسمانی محنت و مشقت کا عادی نہ ہونے کی بنا پر بچے مایوسی اور محرومیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بچوں کو محنت و مشقت اور جسمانی کام کی عظمت سے روشناس کرانے کے لیے گھریلو تربیت ہی کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے اسکول و کالج میں تعلیم کے ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ بچوں کے تعلیمی ادارے خالص کتابی ادارے ہی نہیں ہیں بلکہ ان کا کام بچوں کو زندگی کے تمام مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار کرنا ہے۔ اگر تعلیم کو فقط درسی نصاب تک ہی محدود رکھا جائے تو اس سے طلبہ معاش کمانے کے قابل تو ہو سکتے ہیں مگر ان کی شخصیت اور کردار کے وہ بلند اوصاف کبھی اجاگر نہیں ہو سکتے، جو جامع اور متوازن زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ جو بچے محض کتب تک محدود رہتے ہیں، وہ معاشی میدان میں بھی خسارے میں رہتے ہیں۔ اس قسم کے کوتاہ بین بچے محض ان ملازمتوں کے لیے موزوں ثابت ہوتے ہیں جن میں خالص لکھائی پڑھائی درکار ہو نہ کہ محنت و

مشقت۔

لہٰذا سکولوں اور کالجوں میں طلبہ اور اساتذہ مل کر ہفتہ وار جسمانی سرگرمیوں کا اہتمام کریں، جس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی محنت بھی درکار ہو۔ جیسے اسکول میں ایک چھوٹا سا باغیچہ لگا کر اس کی دیکھ بھال ان کے سپرد کی جا سکتی ہے۔ اسکولز اور کالجز میں ہونے والے مختلف پروگرامز کے انتظامی امور طلبہ کے سپرد کیے جا سکتے ہیں۔ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ اپنے کلب، یونین اور کیفے ٹیریا وغیرہ کا انتظام خود سنبھال کر ملازمین پر غیر معمولی انحصار کی مذموم عادت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہاسٹل میں رہنے والے بچوں کی اپنے رہائشی کمروں کی صفائی میں ذاتی دلچسپی ان کی تربیت میں بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ کالج کے طلبہ اپنے ہوسٹل کے قیام و طعام کا انتظام اگر خود کریں تو وہ دستی محنت کی عظمت سے کافی حد تک آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس قسم کی غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے بچوں کو نہ صرف معاشرتی بلکہ ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی عملی تربیت بھی میسر آتی ہے۔

سوال 125: کیا متوازن غذا اور کھیل بچوں کی اچھی صحت کے لیے ضروری ہیں؟

جواب: بلوغت میں قدم رکھتے ہی بچوں کی جسمانی نشو و نما کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کی اچھی صحت کے لیے متوازن غذا اور کھیل بہت ضروری ہیں۔ انہیں صحت مند اور چاق و چوبند رہنے کے لیے تمام غذائی اجزاء مثلاً پروٹین، لحمیات،

وٹامن، معدنیات اور کاربوہائیڈریٹس پر مشتمل متوازن غذا کھانے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے ان کی قوتِ حافظہ تیز اور جسمانی اعضاء مضبوط ہوتے ہیں۔

متوازن غذا کی طرح کھیلوں کی سرگرمیاں بھی بچوں کو جسمانی اور ذہنی طور پر فعال رکھتی ہیں اور انہیں تفریح فراہم کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ بچوں کی دن بھر کی مصروفیت ان کی ذہنی اور جسمانی تکان کا باعث بنتی ہے۔ کھیل ان کی جسمانی تھکن اور ذہنی تناؤ کو دور کر کے انہیں متحرک رکھنے کے لیے ضروری شغل ہے۔ بچے کھیل کے دوران نظم و ضبط، قوتِ برداشت اور چوکنا رہنے کی مہارت حاصل کرتے ہیں۔ کھیل کود سے خون کی گردش اور نظامِ انہضام میں بہتری آتی ہے۔ جو ان کی بہترین نشو ونما اور بھرپور توانائی کا پیش خیمہ ہے۔

سوال 126: صحت اور کھیل کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب: صحت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا تحفہ ہے۔ اگر بچے صحت مند اور توانا ہوں گے تو وہ دین اور دنیا دونوں کی خدمت کا فریضہ احسن انداز میں سرانجام دے سکیں گے۔ لیکن اکثر بچے اس نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ حالانکہ حدیثِ مبارک میں صحت کو نعمت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.[1]

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اُن کی قدر نہیں کرتے: وہ صحت اور فراغت

---

[1] بخاری، الصحیح، کتاب الرفاق، باب ماجاء في الصحيحة والفراغ وأن لا عيش إلا عيش الآخرة، ۵: ۲۳۵۷، رقم: ۶۰۴۹

ہیں۔

حفظانِ صحت اور تن درستی کے معاملے میں تعلیماتِ اسلام واضح ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر بچے نہ صرف صحت مند زندگی گزار سکتے ہیں بلکہ وہ بہت سی مہلک بیماریوں سے محفوظ بھی رہ سکتے ہیں۔ بچوں کی صحت کا دار و مدار محض ان کی جسمانی تن درستی و توانائی اور ظاہری نشو و نما پر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ حفظانِ صحت کے اصولوں میں متوازن غذا، مناسب نیند، آلودگی سے پاک فضا اور طہارت و نظافت بھی شامل ہیں۔ ان پر عمل کر کے وہ صحت مند اور خوش گوار زندگی گزار سکتے ہیں۔

اسی طرح کھیل کا بھی اسلام سے گہرا تعلق ہے۔ اسلام ایسے بامقصد کھیل کھیلنے کی ترغیب دیتا ہے جو بچوں کو جسمانی لحاظ سے صحت مند اور چست بنائیں اور قویٰ و اعضاء میں سختی برداشت کرنے کی طاقت پیدا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا مومن زیادہ پسند ہے جو قوی اور طاقت ور ہو۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ.[1]

---

[1] ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز ......، ۴: ۲۰۵۲، رقم: ۲۶۶۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۶، رقم: ۸۷۷۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ۲: ۱۳۹۵، رقم: ۴۱۶۸

طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت جابر بن عمیر انصاری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللهِ ﷻ فَهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ إِلَّا أَرْبَعُ خِصَالٍ: مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، وَتَأْدِيْبُهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَهُ أَهْلِهِ، وَتَعَلُّمُ السَّبَاحَةِ. ❶

ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہیں وہ لغو ہے یا غفلت کا باعث ہے، سوائے چار کاموں کے: آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا، گھڑ سواری کی تربیت، اہل خانہ کے ساتھ کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قوت و توانائی کے لیے کھیل کود ضروری ہے۔ اس سے جسم میں تقویت آتی اور صحت بھی اچھی ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے بچے بہترین انداز میں عبادات کے تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں۔

سوال 127: بچوں کی ذہنی نشو و نما کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: بچوں کی ذہنی نشو و نما کے لیے درج ذیل چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

---

❶ ١۔ نسائي، السنن الكبرى، ٥: ٣٠٣، رقم: ٨٩٤٠
٢۔ طبراني، المعجم الكبير، ٢: ١٩٣، رقم: ١٧٨٥
٣۔ بيهقي، السنن الكبرى، ١٠: ١٥، رقم: ١٩٥٢٥

۱۔ توجہ

والدین کا بچوں کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ذہنی نشو و نما کے لیے انہیں والدین کی اپنائیت اور خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو انہیں نفسیاتی اور ذہنی اطمینان فراہم کرتی ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنے نظام الاوقات میں بچوں کے لیے خصوصی وقت متعین کریں۔

۲۔ قبولیت

بچوں کے وجود کو اہمیت دینا اور قبول کرنا ان کی ذہنی تربیت میں سے ایک اہم عمل ہے۔ والدین بچوں کو محبت دے کر انہیں اپنے خاص ہونے کا احساس دلائیں کہ گھر میں ان کی اپنی ایک انفرادی حیثیت ہے۔ اسی طرح انہیں 'تم' یا 'تو' کہنے کی بجائے آپ کہہ کر بلائیں۔ گھر کا ماحول اس طرح تشکیل دیں کہ بچے از خود محسوس کریں کہ ان کا اپنا ایک مقام ہے اور گھر کا ہر فرد انہیں عزت دے رہا ہے۔

۳۔ شمولیت

بچوں کی ذہنی نشو و نما کے پیشِ نظر والدین کو چاہیے کہ ان سے گھریلو امور میں مشورہ لیں تا کہ اس کے ذریعے ان میں مسائل حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ وہ اپنے آپ کو فیملی کا فرد سمجھیں اور خود کو الگ تھلگ محسوس نہ کریں۔

۴۔ کامیابی

بچوں کو چھوٹے چھوٹے ایسے کام دیے جائیں جنہیں وہ آسانی سے

سرانجام دے کر کامیابی حاصل کر سکیں۔ ان کی تکمیل پر والدین موقع کی مناسبت سے محبت کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی بھی کریں۔ اس سے بچوں میں مسرت اور خوشی کے احساسات بیدار ہوں گے اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے اور انہیں نئے جذبے سے سرشار کرنے کا باعث بنیں گے۔

۵۔ دوستی

بچوں کو ہمیشہ ایک اچھے دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے بچوں کا اعزا و اقارب کے بچوں کے ساتھ دوستی کرنا اور کھیلنا ان کی ذہنی نشو و نما میں مد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ والدین کو بھی چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ دوستانہ رویہ اپنائیں۔

سوال 128: ابلاغ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پہنچانا کے ہیں۔ اس میں دینی یا دنیاوی، اچھی یا بری بات کی کوئی قید نہیں۔ کوئی پیغام، کوئی بات اور کوئی خبر بھی اس کا موضوع بن سکتی ہے۔ یہ انسان کی انفرادی اور معاشرتی ضرورت ہے۔ یہ انسانی معاشرے کی بقا کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دیگر مادی ضروریات ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے communication کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کے معنی اشتراک پیدا کرنے کے ہیں۔ گویا ابلاغ/communication ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ کوئی خبر، اطلاع یا نظریہ ایک شخص سے دوسرے شخص یا کئی لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے۔

سوال 129: انسانی زندگی میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: کوئی ذی شعور ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، کتب اور اخبارات کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ عصرِ حاضر کی تمام سائنسی ایجادات اور علمی تحقیقات کی ترقی کا ادراک انہی ذرائع کی بدولت ہوا ہے۔ اس کے ذریعے افکار و آراء کی ترویج اور ابلاغ کا دائرہ عمل وسیع تر ہو گیا ہے اور صاحبانِ علم و ہنر کے تعارف اور اثر پذیری میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ یہ صرف معلومات ہی کا نہیں بلکہ تفریح کا بھی ذریعہ ہے۔ آگہی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے کسی حصہ میں کوئی واقعہ یا حادثہ رونما ہوتا ہے تو فوری طور پر ہر شخص اس سے واقف ہو جاتا ہے۔ اطلاعات اور معلومات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جس سے ہر شخص متمتع ہو رہا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی اہمیت و افادیت جہاں اپنی جگہ مسلّم ہے وہیں اس کا منفی استعمال ایسا خطرناک پہلو ہے جسے ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ذرائع ابلاغ کا استعمال خواہ قومی سطح پر ہو یا بین الاقوامی سطح پر، یہ تعمیری مقاصد کے ساتھ ساتھ تخریبی مقاصد کے لیے بھی استعمال ہو رہا ہے۔ لوگوں کی ذہنی تغسیل (brain washing) کے لیے ذرائع ابلاغ کو ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ مخالف قوموں کے image کو نقصان پہنچانے کے لیے مہم چلائی جاتی ہے۔ اسی طرح ذرائع ابلاغ کو فحاشی و عریانی پھیلانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو معاشروں کی عمومی اخلاقی فضا کو تباہ کرنے کے لیے ایک مہلک ہتھیار ہے۔ افراد کے مابین انتشار پیدا کرنا، اصل اور مطلوب اُمور و مسائل کی بجائے جزئیات اور غیر

ضروری اُمور پر توجہ مرکوز کرانا یہ سب میڈیا کے منفی کردار کے ثبوت و مظاہر ہیں جو آئے روز عینی مشاہدات میں آتے رہتے ہیں۔

سوال 130: ذرائع ابلاغ کس طرح بچوں کی اردو زبان پر اثر انداز ہوتے ہیں؟

جواب: کسی بھی معاشرے کی مروجہ زبان بچوں کو سکھانے میں خاندان اور اسکول کے بعد ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے بچوں کی سماجی اور اخلاقی تربیت کے زاویے کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ بچے نہ صرف نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو رہے ہیں بلکہ اقدار کے زوال کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کا معیار بھی پست ہو رہاہے۔ ذرائع ابلاغ خواہ وہ اخبارات ہوں یا ریڈیو، ٹیلی ویژن ہو یا انٹرنیٹ، اس نے اردو زبان پر بہت زیادہ منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ ان ذرائع کی وجہ سے اردو زبان میں انگریزی، ہندی اور دیگر زبانیں مدغم ہو گئی ہیں اور اردو زبان کا مستقبل ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا ہے۔

بالخصوص الیکٹرانک میڈیا اردو زبان کی مزید زبوں حالی کا ایک بڑا سبب بن رہا ہے۔ زبان کے قواعد و ضوابط کے اعتبار سے اردو کا غلط استعمال الیکٹرانک میڈیا پر عام ہے، جو یقیناً آج کے بچوں کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ ٹی وی ڈراموں، اشتہارات، سیاسی و معاشرتی مباحثوں، خبروں اور مارننگ شوز وغیرہ میں غلط اردو کا استعمال عام ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں ایک انتہائی غیر معیاری اور غلط زبان وجود میں آ رہی ہے۔ ٹی وی چینلز میں سیاسی و سماجی مسائل پر بے باک

اور بے لاگ تبصرہ کرنے والے اور خبریں پڑھنے والے افراد کی اردو سے ناواقفیت بھی زبان و لسان کی اس زبوں حالی کی اہم وجوہات میں سے ایک ہے۔ تذکیر و تانیث، تلفظ اور بنیادی قواعد کی غلطیاں عام ہو چکی ہیں۔ اس لیے آج کے بچے اردو درست انداز میں بول پاتے ہیں نہ کوئی مقامی زبان۔

اس قومی المیے کو سدھارنے کے لیے حکومتی سطح پر اقدامات کی ضرورت ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اردو کو عام فہم زبان بنانے اور اس کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے لسانیات کے حوالے سے ایک الگ ادارہ قائم کرے۔ ذرائع ابلاغ کے مالکان کا یہ سماجی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اداروں میں ایسے افراد کی خدمات حاصل کریں جو اردو زبان پر عبور رکھتے ہوں تاکہ کم از کم ان کے نمائندگان کی زبان کی اصلاح ہو سکے۔ علاوہ ازیں پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) کو چاہیے کہ وہ تمام چینلز کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے اور عوامی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو کے فروغ کے لیے کچھ پروگرام ضرور نشر کریں تاکہ نئی نسل میں معیاری اردو سننے اور سمجھنے کا ذوق پیدا ہو سکے۔

سوال 131: تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں ذرائع ابلاغ اپنا مثبت کردار کیسے ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: کسی بھی معاشرے کے سنورنے اور بگڑنے میں ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان ذرائع سے عوام کو جہاں تعلیم و تربیت، اصلاح و تبلیغ اور تہذیب و

تمدن سے آگہی حاصل ہوئی ہے۔ وہیں اس کی بدولت ان کی اعتقادی، ایمانی اور اخلاقی اقدار زوال پذیر ہوئی ہیں۔ ان حالات میں ذرائع ابلاغ اسلام کے سنہری اصولوں کی روشنی میں درج ذیل طرق سے اپنا مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ا۔ تعمیرِ شخصیت

بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی تعمیرِ شخصیت کے لیے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ قومی نشریات میں اہل مغرب کے غلط پراپیگنڈے کا جواب دیں۔ بچوں کو اسلامی معلومات فراہم کریں۔ ایسے پروگرامز مرتب کرنے کی طرف خاص توجہ دیں جس میں بچوں کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ، سیرتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اُسوۂ اہل بیت اطہار علیہم السلام، ائمہ عظام اور مجاہدین اسلام کے کارنامے اور تاریخ اسلام کے سبق آموز واقعات دلکش اور دلنشین انداز میں پیش کیے جائیں۔ اس کے علاوہ نئی نسل کو بہادری، جفاکشی اور محنت کشی کی تربیت کے لیے بری، بحری اور فضائی افواج کی مشقوں پر مبنی پروگرامز بھی دکھائے جائیں۔

۲۔ احترامِ انسانیت

احترامِ انسانیت کے لیے درج ذیل حدیثِ مبارک ذرائع ابلاغ کو بنیاد فراہم کرتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ. ❶

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرے۔

اسلامی نقطہ نظر سے ذرائع ابلاغ کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ طنز و تعریض، الزام تراشی، مذاق اڑانے اور عیب جوئی کا طریقہ اختیار کریں کیونکہ اسلام یکجہتی کی فضا قائم کرنے کا درس دیتا ہے۔ اس لیے کسی انسان کی عزتِ نفس کو مجروح کرنا کسی صورت بھی entertainment کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے۔

۳۔ نیکی کی اشاعت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ. ❷

تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس وقت امتِ مسلمہ کے زوال کا سب سے بڑا سبب اسی فریضہ سے

---

❶ بخاری، الصحیح، کتاب المظالم، باب قول الله تعالی: ......، ۲:۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰

❷ آل عمران، ۳: ۱۱۰

روگردانی ہے۔ نیکی کا فروغ اور بدی کا سدِ باب اسلامی نصب العین کا حصہ رہا ہے۔ اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کی پوری پالیسی اسی اصول کے تابع ہونی چاہیے۔ ایسی خبریں، ڈرامے، تفریحی پروگرام اور ایسی تشہیر جو نیکی کے تصور کے خلاف اور بدی کے فروغ کا ذریعہ بنیں ناقابلِ قبول ہیں۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں نیکی کا فروغ وہ مضبوط چٹان ہے جس پر میڈیا کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

۴۔حق وصداقت کی اشاعت

اسلامی نقطہ نظر سے خبر کی صحت ابلاغ کی اولین شرط ہے۔ معلومات میں اگر صداقت اور ثقاہت کے عناصر موجود نہ ہوں تو یہ خبریں ذہنی برائیوں اور کئی مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ جب کہ اسلامی اصول ذرائع ابلاغ کو حق وصداقت کی نشانی بن کر معاشرے کی نمائندگی کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝ [1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو۝

ذرائع ابلاغ ہمیں جو معلومات فراہم کرتے ہیں وہ ایک طرح کی گواہی ہوتی ہے۔ گواہی کے سلسلے میں دو باتیں اہم ہیں: ایک یہ کہ گواہی سچ پر مبنی ہو اور دوسری یہ کہ گواہی کو چھپایا نہ جائے۔ ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سچی بات کی اشاعت کریں اور سچ کو چھپانے کا ارتکاب نہ کریں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح حکم ہے:

---

[1] الأحزاب، ۳۳: ۷۰

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ ○ ❶

اور تم گواہی کو چُھپایا نہ کرو، اور جو شخص گواہی چُھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے ○

اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا رہیں، بے بنیاد خبروں سے اجتناب کریں، سچائی پر مبنی خبریں اور پروگرام نشر کریں اور عوام کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں تاکہ معاشرے کو ہر قسم کی برائی سے پاک کیا جا سکے۔

کسی بھی خبر کو نشر کرنے سے پہلے اُس کی تحقیق و تفتیش کر لینا انتہائی ضروری ہے۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اس کا واضح حکم ارشاد فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ ۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا ۢ
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ ❷

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ ○

اگر کسی خبر کی تحقیق کیے بغیر اسے آگے پھیلا دیا جائے تو ایسے شخص کو حضور

❶ البقرہ، ۲: ۲۸۳

❷ الحجرات، ۴۹: ۶

نبی اکرم ﷺ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. ❶

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو (بغیر تصدیق کے) آگے بیان کر دے۔

اسلامی ریاست میں ابلاغ کا یہ اُصول مدنظر رہے تو بہت سی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

۵۔ نجی زندگی کا تحفظ

اسلام بنی نوع انسان کی نجی زندگی (privacy) کو تحفظ فراہم کرتا اور اسے اس کا بنیادی حق قرار دیتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ افراد کی نجی زندگی کے بارے میں کھوج لگائیں، ان کے راز معلوم کریں اور ان کے افعال و کردار کی جاسوسی کریں کیونکہ ایسا کرنا اخلاقی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ اس سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

❶ ۱۔ مسلم، الصحيح، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، ۱: ۱۰، رقم: ۵

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، ۴: ۲۹۸، رقم: ۴۹۹۲

اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ. ❶

اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بے شک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اُخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔

سوال 132: ہیجان انگیز موسیقی کا استعمال بچوں کے افعال و کردار پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: فی زمانہ موسیقی ہر زاویے سے بچوں کی زندگی کو گھیرے ہوئے ہے۔ بچے جو سنتے ہیں، اسی کے مطابق ذہنی و جسمانی اور روحانی ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ بے مقصد، ہیجان انگیز اور عشقیہ موسیقی سننے کا نتیجہ دل و دماغ پر بوجھ اور مایوسی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جو یادِ ماضی میں دھکیل کر مستقبل سے غافل کر دیتا ہے۔ جب کہ مثبت موسیقی جیسے تلاوتِ قرآن، نعت رسول مقبول ﷺ اور صوفیانہ کلام سننے سے قلب و ذہن کو توانائی اور روشنی عطا ہوتی ہے اور قدرت کے اسرار و رموز سمجھنے کی تحریک پیدا کرتی ہے۔ دونوں طرح کی موسیقی سننے کے نتیجے میں ظاہری و باطنی اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ مثبت موسیقی شکست کو فتح میں تبدیل کر سکتی ہے۔ جب کہ منفی موسیقی کا انتخاب انسانی صلاحیتوں کو ناکارہ و مفلوج کر دیتا ہے۔ المیہ ہے کہ آج کے دور میں منفی، لغو اور بے مقصد موسیقی نوجوان نسل کا اوڑھنا بچھونا بن چکی ہے، جو ان کے

❶ الحجرات، ۴۹: ۱۲

کردار پر منفی اثرات مرتب کر رہی ہے۔ ٹی وی پروگراموں میں منفی موسیقی اور رقص و سرور کی مجالس کے ذریعے بھی بچوں پر ہونے والے درج ذیل منفی اثرات واضح ہیں:

☆ منفی موسیقی نے بچوں کے اعمال، احوال اور اخلاق میں بے حسی اور لاپرواہی پیدا کر کے انہیں دینِ اسلام سے غافل کر دیا ہے۔

☆ حقیقت سے دور خوابوں کی رنگین دنیا میں گم کر کے ان کے مستقبل کو تاریک کر دیا ہے۔

☆ ان کے سوچنے کے انداز کو تعمیری اور بامقصد بنانے کی بجائے غیر حقیقی بنا دیا ہے۔

☆ انہیں اپنی زندگی کے حقیقی مسائل کا ادراک کرنے اور دنیاوی و روحانی ترقی کا سفر طے کرنے سے قاصر کر دیا ہے۔

☆ انہیں نفسانی خواہشات کی تکمیل میں سرگرداں اور ذہنی انتشار سے مجبور گھناؤنی حرکات میں ملوث کر دیا ہے۔

☆ ذہنی پراگندگی نے ان کے رویوں میں دوسروں سے ہمدردی کی رغبت کو ختم کر دیا ہے۔

سوال 133: فحش فلمیں بچوں کے کردار پر کیا منفی اثرات مرتب کرتی ہیں؟

جواب: فلمیں درحقیقت تصوراتی ماحول اور خوب صورت خیالات و احساسات کے ابلاغ کی نظیر پیش کرنے کا ایک ایسا فن ہے۔ جو دیکھنے والوں کے مزاجِ طبع اور ان

کی نفسیات پر براہِ راست اثر ڈالتی ہیں۔ ماضی میں بننے والی فلمیں بچوں کے لیے نصیحت اور سبق آموز ہوا کرتی تھیں مگر دورِ حاضر میں بننے والی فلموں نے بچوں کی معصومیت کو چھین کر ان کے کردار پر درج ذیل منفی اثرات مرتب کیے ہیں:

☆ فلموں میں فحاشی و عریانی کے مناظر نے بچوں کے افعال و کردار اور ان کے اذہان کو پراگندہ کر دیا ہے۔

☆ فلموں نے بچوں کو ذہنی و جسمانی اور دیگر کئی مہلک بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے۔

☆ بچوں نے فلمی اداکاروں کو اپنا آئیڈیل بنا لیا ہے۔ اس وجہ سے وہ وہی کام کرنا پسند کرتے ہیں جو ان کے ہیرو نے کیا ہوتا ہے۔ وہ خود کو ہیرو تصور کرتے اور اسی گیٹ اپ میں اپنے آپ کو دیکھنا پسند کرتے ہیں۔

☆ تشدد، قتل اور جارحیت پر مبنی ایکشن فلمیں بچوں کی سوچ اور رویوں میں سرایت کر چکی ہیں۔ اس سے ان میں عدم برداشت اور جرائم کا عنصر پروان چڑھا ہے۔ ایسی فلمیں دیکھ کر وہ بہادر بننے کی کوشش کرتے ہیں اور نتیجتاً سرعام ٹریفک سگنل توڑتے، چوریاں کرتے، بسوں کی توڑ پھوڑ کرتے اور لڑائی جھگڑا کرنا اپنی شان سمجھتے ہیں۔

☆ فلموں سے بچوں میں سگریٹ و شراب نوشی اور منشیات جیسی برائیوں کو فروغ ملا ہے۔

☆ ہندی فلموں سے ہندوانہ کلچر تیزی سے مسلمان بچوں میں پھیلا ہے۔ خوشی و

غمی کی تمام رسمیں ہندوانہ کلچر سے آج ہمارے معاشرے میں رواج پکڑ چکی ہیں۔ مسلمان بچے گھروں میں کھلونوں کے سامنے ہاتھ جوڑے ہندوانہ پوجا پاٹ کی ایکٹنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ خاندان میں شادی بیاہ ہوتو بچے سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ دلہا دلہن شادی میں سات پھیرے کب لیں گے؟

☆ فلموں کی وجہ سے فیشن پرستی کو رواج اور تقویت ملی ہے۔ یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

☆ فلموں سے بچوں میں حاکمیت کا تصور جنم لے چکا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد زیادہ سے زیادہ دولت کمانا اور دنیا کو اپنا غلام بنانا ہے۔

☆ فلموں نے بچوں کو اخلاقیات سے عاری کر دیا ہے۔ فلموں میں استعمال ہونے والی غیر معیاری زبان گالی گلوچ اور غلیظ الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے۔ بچے اس کی نقالی کرتے ہیں۔

سوال 134: کیا لڑکے، لڑکیوں کا باہمی اِختلاط جائز ہے؟

جواب: جی نہیں! ٹین ایجرز غیر محرم لڑکے اور لڑکیوں کا باہمی اختلاط، اُن کا اکیلے پکنک وغیرہ پر جانا اور آپس میں ہاتھ ملانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اُمیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاء. [1]

---

[1] ا۔ نسائی، السنن، کتاب البیعۃ، باب بیعۃ النساء، ۷:۱۴۹، رقم:۴۱۸۱ ←

میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔

بچوں کی تربیت میں والدین سے جو سب سے بڑی غلطی سرزد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کے باہمی اختلاط کو نظر انداز کرنا ہے۔ اس لیے ٹین ایج میں ایسے بچے اور بچیاں باہمی اختلاط اور آپس میں ہاتھ ملانے میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔ المیہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں مغربی تہذیب کی نقالی میں ہاتھ ملانا وبائے عام کی شکل اختیار کر گیا ہے، جس کی وجہ سے اب بچے، بچیوں کے اختلاط میں لوگ کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ نتیجتاً اختلاط اور پھر اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی برائیوں کا فتنہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ لہٰذا والدین کے لیے ضروری ہے کہ جب بچے بلوغت کی عمر کے قریب پہنچیں تو اُن کے باہمی اختلاط، تنہائی میں میل جول اور لڑکے لڑکیوں کے مخلوط کھیلوں کے مواقع کو حکمت سے کنٹرول کریں۔ بچوں کو بتایا جائے کہ اپنے cousins وغیرہ سے بھی سلام لیتے ہوئے ہاتھ ملانا ناجائز ہے چہ جائیکہ غیروں سے مصافحہ کیا جائے۔ صرف زبانی سلام لیا جائے اور ہاتھ ملانے سے اجتناب برتا جائے۔

شادی، بیاہ اور اس طرح کی دیگر تقریبات میں مرد و خواتین کے لیے الگ الگ باپردہ انتظام کریں اور قریب البلوغ بچے بچیوں کو بھی اس کا پابند بنائیں۔ اس عمر میں ایسے تعلیمی اداروں کا انتخاب کریں جہاں مخلوط نظامِ تعلیم نہ ہو اور تعلیم کے ساتھ اخلاقی و روحانی تربیت کا بھی مناسب انتظام موجود ہو۔

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجهاد، باب بيعة النساء، ۲:۹۵۹، رقم:۲۸۷۴

اختلاط کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی شرعاً اجازت نہیں ہے، یہ سب ممنوع اور حرام ہیں۔ ان میں سے چند ٹین ایجرز کی عمر کے لحاظ سے پیش کی جا رہی ہیں:

☆ ٹین ایجرز میں اس غلط تصور کا فروغ پانا کہ اصل پردہ تو دل کا پردہ ہے، یعنی دل پاکیزہ اور آنکھ میں حیا ہو، تو یہی پردہ ہے۔ جسمانی پردہ ضروری نہیں ہے۔

☆ کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں ٹین ایجز لڑکے اور لڑکیوں کا داخل ہوتے ہی ہاتھ ملانا اور تنہائی میں اکٹھے بیٹھنا۔

☆ فیملی اور اعزاء و اقارب میں غیر محرم لڑکے لڑکیوں کا آپس میں ہاتھ ملانا، اور سیلفی لینا۔

☆ شادی بیاہ کی غیر شرعی رسومات میں بچے بچیوں کا اکٹھے شریک ہونا۔

بنابریں اختلاط کی مذکورہ صورتوں سے بچوں کو بچانے کے لیے والدین کو چاہیے کہ بچپن ہی سے بچوں کو اکٹھے کھیلنے اور ملنے جلنے کی بجائے انہیں الگ لگ مواقع فراہم کریں تاکہ بچے بُری صحبت سے بچیں۔ ٹین ایج میں بے لوث محبت کا جذبہ عروج پر ہوتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ ان کے اس جذبے کو خدمتِ خلق کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے مواقع فراہم کریں اور اختلاط کے مفاسد و خطرات سے بھی انہیں خبردار کریں تاکہ وہ ان سے بچنے کا اہتمام کریں۔

سوال 135: حیا اور بے حیائی کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر دوسری مخلوقات سے ممتاز و ممیّز

کر کے اسے شرم و حیا کا پیکر بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فطرتاً پاکیزہ اور باحیا رہنا پسند کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان میں حیا کی جگہ بے حیائی آجائے تو اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے اور وہ ذلت و پستی میں گرنے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ جب کہ صفتِ حیاء کی وجہ سے وہ آنے والی تمام ابتلاء و آزمائش کے باوجود اپنے شرف انسانیت کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ حدیث مبارک میں حیا کو ایمان کی شاخ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِیمَانِ. (1)

حیا بھی ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا اخلاق و کردار تمام بنی نوع انسان کے لیے منفرد، بے مثال اور قابل تقلید ہے۔ آپ ﷺ میں شرم و حیا کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ صحابہ کرام ﷺ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا. (2)

---

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان، ۱: ۱۲، رقم: ۹
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان عدد شعب الإیمان......، ۱: ۶۳، رقم: ۳۵
۳۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی رد الإرجاء، ۴: ۲۱۹، رقم: ۴۶۷۶
۴۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب في الإیمان، ۱: ۲۲، رقم: ۵۷

(2) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ۳: ۱۳۰۶، رقم: ۳۳۶۹

حضور نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر حیا دار تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے مروی درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے جہاں حیا کی ترغیب ملتی ہے۔ وہاں بے حیائی کی مذمت بھی کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ، وَالإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ. ❶

حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے۔ بے حیائی ظلم ہے اور ظلم جہنم میں لے جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ. ❷

بے حیائی جس چیز میں آتی ہے اسے عیب دار بناتی ہے اور حیا جس شے

٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ، ۴: ۱۸۰۹، رقم: ۲۳۲۰

❶ ترمذی، السنن، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الحياء ۴: ۳۶۵، رقم: ۲۰۰۹

❷ ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۶۵، رقم: ۱۲۷۱۲

٢۔ ترمذی، السنن، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی الفحش والتفحش، ۴: ۳۴۹، رقم: ۱۹۷۴

میں آتی ہے اسے مزین کر دیتی ہے۔

دنیوی و اخروی کامیابی کا راستہ شرم و حیا کو اختیار کرنے اور بے راہ روی و بے حیائی کو ترک کرنے میں مضمر ہے۔

سوال 136: تعلق کے کتنے درجے ہیں؟

جواب: تعلق کے درج ذیل تین درجے ہیں:

۱۔ پسند

۲۔ محبت

۳۔ کشش

پسند ابتدائی مرحلہ ہے۔ محبت اس سے اوپر کا مرحلہ اور کشش انتہا درجے کی چیز ہے۔

۱۔ پسند

تعلق کا پہلا درجہ پسند ہے۔ یعنی کسی کی اچھی صفات کی وجہ سے اس کا اچھا لگنا جیسے کھلاڑی کا اچھا لگنا، مقرر کا اچھا لگنا۔ اسے پسند کہتے ہیں۔ لڑکا ہو یا لڑکی اس کے ذہن میں پسندیدگی کسی کی بھی آ سکتی ہے۔ جیسے علامہ اقبال کی شاعری پسند ہے، فلاں کا مضمون پسند ہے، فلاں کی کتاب پسند ہے۔ یہ سب likings (پسند) ہے جو ایک بالکل نارمل چیز ہے۔ جیسا کہ انسان کو بعض چیزیں اچھی لگتی ہیں۔

۲۔ محبت

تعلق کا دوسرا درجہ محبت ہے، جو بہت مضبوط ہوتا ہے۔ دنیاوی محبت کا جذبہ ابتدائی طور پر محرم رشتوں کے لیے ہوتا ہے جیسے بہن، بھائی، باپ یا بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح دین کی محبتوں میں اللہ تعالیٰ سے محبت، حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اَطہار علیہم السلام سے محبت، شیخ سے محبت وغیرہ۔ یہ تمام محبت کی مختلف قسمیں ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اصل ہے۔ یہ محبت غیر مشروط اور لازم ہے۔ پھر اس محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت اَطہار علیہم السلام، علماء، اولیاء، صوفیاء اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنا ہی اصل محبت ہے۔

۳۔ کشش

تعلق کا تیسرا درجہ کشش ہے۔ یہ تعلق زوجین کے مابین ہوتا ہے اور یہ بات لڑکا ہو یا لڑکی اسے ذہن نشین کروانی چاہیے کہ ایسا تعلق زوجین کے علاوہ کہیں بھی ہو گا تو انسان اللہ کا مجرم بنے گا۔ سو کوئی بھی انسان ہو- چاہے محرم ہو یا دین کے تعلق والا - اگر وہ ایسی کوئی بات کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی حد سے بڑھ رہا ہے۔

والدین پر لازم ہے کہ مذکورہ بالا تینوں تعلق الگ الگ بچوں اور بچیوں کے ذہن میں بٹھائیں تا کہ انہیں واضح پتا ہو کہ ان کا تعلق کس کے ساتھ کس قسم کا ہونا چاہیے۔

سوال 137: وہ کون سے عوامل ہیں جو بچوں میں طفلانہ محبت کو جنم دیتے ہیں؟

جواب: درج ذیل عوامل بچوں میں طفلانہ یعنی جنسی محبت کو جنم دینے میں کردار ادا کرتے ہیں:

☆ طفلانہ محبت کو جنم دینے میں اہم کردار انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور موبائل فون کا ہے، جس کا بچے بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔

☆ والدین کی عدمِ توجہی کا شکار بچے من پسند حیا سوز فلمیں اور ڈرامے دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کے ذہن پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو ان میں طفلانہ محبت کو جنم دیتے ہیں۔

☆ مخلوط نظامِ تعلیم میں پڑھنے والے ٹین ایجرز لڑکے اور لڑکیوں کو باہم گفتگو اور میل ملاپ کے مواقع زیادہ میسر آتے ہیں جس سے طفلانہ محبت جنم لیتی ہے۔

☆ ملکی و غیر ملکی ڈرامے وغیرہ بچوں میں طفلانہ محبت کو بے پناہ ہوا دے رہے ہیں۔ چینلز نے اخلاقیات کی تمام حدود پار کر لی ہیں۔ میڈیا پر جاری عریانی و فحاشی کا یہ سیلاب بچوں کے ذہنوں پر منفی اثرات مرتب کر رہا ہے۔

سوال 138: والدین بچوں کو طفلانہ محبت میں مبتلا ہونے سے کس طرح دور رکھ سکتے ہیں؟

جواب: بچوں میں اگر طفلانہ محبت پیدا ہو جائے تو والدین کو چاہیے کہ انہیں برا بھلا

کہنے اور ان کے بارے میں سخت فیصلہ کرنے سے پہلے ان کی ذہنی کیفیات کا مشاہدہ کریں اور انہیں پیار اور حکمت سے سمجھائیں۔ ٹین ایج میں بچے بہت جوشیلے اور جذباتی ہوتے ہیں اور والدین کی ذرا سی بے احتیاطی اور غصہ انہیں انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر سکتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ ٹین ایج میں بچوں کو طفلانہ محبت سے بچانے کے لیے ان کی اخلاقی و روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ اس کے لیے کسی مستند روحانی شخصیت کی سنگت وصحبت انتہائی ضروری ہے۔

والدین براہِ راست اپنے خیالات اور احساسات ان سے شیئر کرتے رہیں اور ان کے احساسات اور خیالات جاننے کی کوشش کریں کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ والدین قبل از وقت بلاوجہ بچوں کے ساتھ ان کی شادی کے موضوع پر بات چیت کرنے سے گریز کریں۔ والدین اپنے اعمال اور اخلاق کے ذریعے بچوں کے لیے رول ماڈل بنیں۔ اگر انہیں شروع سے ہی ایک اچھا رول ماڈل مل جائے تو ٹین ایج میں ان سے غلط فیصلوں کے امکانات کم ہوں گے۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں کو نہ صرف گھریلو امور بلکہ سماجی سرگرمیوں میں مصروف رکھیں تاکہ ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو اور وہ طفلانہ محبت میں مبتلا ہونے کی بجائے اپنی توانائیاں مثبت انداز سے صرف کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سوال 139: ٹین ایجرز کس طرح کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟

جواب: بلوغت میں قدم رکھتے ہی بعض ٹین ایجرز کو مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریاں لاحق ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس عمر میں وہ حساس اور جذباتی ہوتے ہیں جس کی

وجہ سے وہ ہر معاملے کو گہری سنجیدگی سے لیتے ہیں اور دوسروں سے مقابلہ بازی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر جب ان کے مقاصد پورے نہیں ہوتے تو ان کا ذہن بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان میں درج ذیل نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں:

۱۔ Attention Deficit Hyperactivity Disorders (ADHP) (توجہ کی کمی کی شکایت)

اس بیماری میں مبتلا ٹین ایجرز میں مختلف علامات ظاہر ہوتی ہیں؛ مثلاً وہ جذباتی ہوتے ہیں، تعلیم میں دلچسپی نہیں لیتے، بڑوں کی بات ان سنی کرتے ہیں اور اپنی باری کا انتظار کرنا، لائن میں لگنا ان پر گراں گزرتا ہے۔

۲۔ Behaviour Disorder Disruptive (رویہ جاتی خرابی اور انتشار)

اس بیماری میں مبتلا ٹین ایجرز میں بے پناہ غصہ ہوتا ہے اور غصے کی کیفیت میں وہ برتن توڑتے، چیزیں پھینکتے اور دوسروں سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔

۳۔ Mood Disorders (موڈ کی خرابی)

یہ سب سے خطرناک بیماری ہے۔ اس میں ایک bipolar (دوقطبی) ہونا ہے. جو بچے bipolar ہوتے ہیں یعنی نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے ذہنی خلفشار کا شکار ہو جاتے ہیں، کبھی تو ان کا موڈ حد سے زیادہ خوش گوار ہو جاتا ہے اور کبھی اس میں شدت آ جاتی ہے۔ ان میں دو انتہائیں پائی جاتی ہیں۔

۴۔ Depression (ذہنی دباؤ)

اس بیماری کے لاحق ٹین ایجرز بچوں کی ذہنی نشو ونما نہیں ہوتی اور وہ زیادہ تر خاموش رہتے ہیں۔

۵۔ Anxiety Disorder (اضطراب و پریشانی)

ایسے بچوں میں ایک بیماری separation anxiety disorder ہوتی ہے جس میں انہیں گم ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ وہ والدین کے ساتھ چپکے رہتے ہیں کہ کہیں وہ اپنے والدین سے الگ ہو کر پیچھے نہ رہ جائیں، ایسے بچوں کو عموماً کھو جانے کا ڈر رہتا ہے۔

۶۔ Social Phobia (سماجی خوف)

اس بیماری کے حامل ٹین ایجرز تنہائی پسند ہوتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ میل جول اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں۔

۷۔ Obsessive Compulsive Disorder (OCD)

(وسوسہ و اجباری اضطراب)

اس بیماری کا شکار ٹین ایجرز وہمی ہوتے ہیں مثلا اگر ہاتھ دھونا شروع کریں تو ہاتھ ہی دھوتے رہیں گے۔ وضو کرنے بیٹھیں تو آدھا گھنٹہ پانی چلتا ہی رہے گا مگر انہیں تسلی نہیں ہوگی۔ یہ وہمی بچے کہلاتے ہیں۔

۸۔ Post-traumatic Stress Disorder (PTSD)

کسی صدمہ، ذہنی و جذباتی دباؤ، چوٹ لگنے یا سخت نفسیاتی دھچکا لگنے کے سبب بچوں میں یہ بیماری لاحق ہو سکتی ہے۔

۹۔ Generalized Anxiety Disorder (GAD)

ایسے بچوں کی طبیعت میں فکر اور پریشانی رہتی ہے۔ کوئی بات بھی کی جائے تو وہ فکر مند ہو جاتے ہیں۔

سوال 140: بچوں کی نفسیاتی بیماریوں کا علاج کیونکر ممکن ہے؟

جواب: والدین کو چاہیے کہ نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا اپنے بچوں کو علاج کے لیے بروقت ماہرِ نفسیات کے پاس لے کر جائیں اور اس کے ساتھ خود ان کے نفسیاتی علاج میں درج ذیل امور کو مدِ نظر رکھیں:

☆ والدین بچوں کو حقیقت سے آشنا کرنے اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے دوسروں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں تا کہ وہ خیالات اور تصورات کی دنیا سے باہر نکل کر حقیقت اور اصلی زندگی کا سامنا کر سکیں۔

☆ والدین بچوں کے نفسیاتی علاج کے لیے انہیں احساس کمتری سے اس طرح بچائیں کہ ان کی بات کو ترجیح دیں اور رائے کو اہمیت دیں۔

☆ بچوں کے نفسیاتی علاج کے لیے انہیں ہر طرح کے خوف و ہراس سے محفوظ رکھیں اور ان کی نفسیات کے مطابق خوشگوار اور سازگار ماحول فراہم کریں۔

☆ والدین بچوں کے نفسیاتی تناؤ کو کم کرنے کے لیے انہیں ورزش کروائیں اور روحانی و بدنی عبادات کی جانب راغب کرنے کی کوشش کریں۔

☆ والدین کو چاہیے کہ بچوں کے نفسیاتی علاج کے لیے ان کے ساتھ محبت، پیار اور شفقت آمیز رویہ رکھیں۔ انہیں تنہا رکھنے کی بجائے ان کے ساتھ زیادہ وقت گزاریں اور ان کی ہر طرح کی شیئرنگ کو نظر انداز کرنے کی بجائے مکمل توجہ سے سنیں۔

سوال 141: گھبراہٹ، خوف اور پریشانی کسے کہتے ہیں؟

جواب: گھبراہٹ کسی ناخوشگوار واقعہ کے نتیجے میں ذہن میں پیدا ہونے والی کشمکش ہے۔ جو ہائی بلڈ پریشر، تیز دھڑکن اور سانس لینے میں دشواری کا سبب بنتی ہے۔ اسی طرح روزمرہ زندگی کے واقعات میں پیدا ہونے والی ناخوشگوار تبدیلی جو انسان کی توقع کے برعکس یا معمول سے ہٹ کر بہتر کارکردگی کا مطالبہ کرتی ہو، یہ خوف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہ ماحول کے خلاف وہ نفسیاتی ردِعمل ہے جو براہِ راست جسم پر اثر انداز ہو کر پریشانی میں مبتلا کرتا ہے۔ اس کیفیت کا انسانی دماغ اور اعصابی نظام سے گہرا تعلق ہے۔

سوال 142: بچے غیر متوقع مسائل پر کیسے قابو پا سکتے ہیں؟

جواب: بچے درج ذیل طریقوں پر عمل کر کے غیر متوقع مسائل پر قابو پا سکتے ہیں:

ا۔ خود اعتمادی

خود اعتمادی بچوں کو مخصوص صورتحال میں خود کو پرکھنے، اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے مطابق ڈھلنے کا ہنر سکھاتی ہے۔ کسی غیر متوقع یا ناخوش گوار صورتحال میں سب سے پہلا رابطہ خود اپنی ذات سے ہونا چاہیے۔ یہ خصوصیت خود اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کے ادراک اور ان کے اعتراف سے پیدا ہوتی ہے۔ بچوں کو جن مسائل سے واسطہ پڑتا ہے ان میں اس صورت حال سے نپٹنے کی پوری صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

۲۔ مسائل پر قابو پانا

بچوں کو چاہیے کہ صرف کامیابی پر یقین رکھیں۔ کسی بھی مسئلہ کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیں اور یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی بھی غیر متوقع یا ناخوش گوار صورتحال کا سامنا دو طرح کے خیالات پیدا کرتا ہے: مثبت اور منفی۔ منفی خیالات خوف، گھبراہٹ اور اس طرح کے دیگر جذبات کو جنم دیتے ہیں۔ جبکہ مثبت خیالات سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کی پیداوار ہیں۔ ایسی صورتحال میں اپنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو پوری طرح بیدار رکھنے کی کوشش کریں تا کہ منفی خیالات جگہ نہ لے سکیں۔

۳۔ احساس کمتری سے بچنا

بچوں کو چاہیے کہ وہ خود کو کم تر نہ سمجھیں۔ کیونکہ احساس کمتری ہی دراصل صلاحیتوں کو ناکارہ بنانے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو یہ باور کروائیں کہ مجھ

میں بہت سی خوبیاں ایسی ہیں جو دوسرے لوگوں میں نہیں۔ یہی اعتماد ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنا سکھاتا ہے۔

۴۔ دیگر افراد سے رابطہ

بچے اپنے والدین یا بڑے بہن بھائیوں سے اس طرح کا مضبوط تعلق قائم کریں کہ اگر کوئی ایمرجنسی یا پریشانی لاحق ہو تو اپنی ذات کے خول سے باہر نکل کر ان سے کھل کر بات کر سکیں۔ یہ رویہ انہیں نہ صرف گھبراہٹ سے دور کرے گا بلکہ ان سے ایک مضبوط رابطہ بھی بحال ہو جائے گا۔

۵۔ ذہن کو بیدار رکھنا

ذہنی بیداری اور حاضر دماغی حالات کے مطابق درست فیصلہ کرنے کی قوت فراہم کرتی ہے۔ کسی بھی غیر متوقع صورتحال میں یہی خوبیاں بچوں کی تعمیرِ شخصیت کا اچھا تاثر قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

٦۔ مضبوط قوتِ ارادی

قوت ارادی بچوں میں ہر قسم کے حالات سے نپٹنا اور ان پر قابو پانا سکھاتی ہے۔ یہ قوت اپنی صلاحیتوں کے ادراک سے پیدا ہوتی ہے اور گھبراہٹ، خوف اور ایسے ہی دیگر عوامل کو بے اثر بنا دیتی ہے۔

۷۔ پراُمید رہنا

پر امیدی قدرت کی طرف سے عطا کیا گیا وہ تحفہ ہے جو بچوں کو ہر حال

میں جینے اور ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنا سکھاتا ہے۔ پر اُمیدی بچوں کو یقین کی دولت سے مزین کرتی ہے۔ اپنی ذات پر اعتماد و یقین ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

سوال 143: کیا والدین کو بچوں کی روزمرہ سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کی اچھی اور بہترین پرورش کے لیے والدین کو ان کی روزمرہ سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ انہیں علم ہونا چاہیے کہ بچوں کی گھر کے اندر اور باہر کی مصروفیات کیا ہیں؟ اکثر والدین بچوں پر اعتماد کرتے ہوئے اتنی آزادی دے دیتے ہیں کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ بُرائی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کی درج ذیل روزمرہ سرگرمیوں پر نظر رکھیں:

☆ بچوں کا کمرہ الگ ہو تو والدین کو چاہیے کہ گاہے بگاہے ان کی زیرِ استعمال اشیاء کو غیر محسوس انداز سے چیک کرتے رہیں۔

☆ والدین بچوں کے دوستوں سے وقتاً فوقتاً ملاقات کرتے رہیں تاکہ انہیں اطمینان رہے کہ ان کے بچے کسی برائی میں مبتلا تو نہیں ہو رہے۔

☆ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے رویے اور اخلاق و اطوار کا مشاہدہ کرتے رہیں تاکہ یہ جان سکیں کہ اگر وہ بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں یا بات بات پر غصہ کرتے ہیں تو اس کے پیچھے وجہ کیا ہے۔ پھر وجہ تلاش کرکے انہیں حکمت سے سمجھائیں۔

☆ والدین کو چاہیے کہ اگر ان کے بچے الگ کمرے میں سوتے ہیں تو انہیں سونے کے لیے اس وقت بستر پر جانے کی اجازت دیں، جب ان کے سونے کا

وقت ہو۔

☆ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو ان کی ضرورت سے زائد جیب خرچ دینے سے اجتناب کریں اور ان کے اخراجات پر نظر رکھیں۔

☆ والدین بچوں کو موبائل فون دینے سے گریز کریں۔ تعلیمی ضرورت کے پیشِ نظر یا بامرِ مجبوری اگر بچوں نے فون استعمال کرنا ہو تو والدین کے سامنے استعمال کریں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ کس دوست سے کیا بات ہو رہی ہے۔ اس طرح بچے فون کے غلط استعمال سے پرہیز کریں گے۔

☆ والدہ کو چاہیے کہ اپنی بیٹیوں کی اخلاقی تربیت کے پیشِ نظر ان کی سرگرمیوں پر گہری نظر رکھے۔ انہیں تنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ مارکیٹ جانے کی اجازت نہ دے اور شاپنگ کے لیے خود ان کے ساتھ جائے۔

سوال 144: بالغ بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: سن بلوغت میں بچوں کے رویوں میں غیر معمولی تبدیلیوں کا آنا اور بہت زیادہ حساس ہونا ایک فطری عمل ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان کے جسم میں ہارمونز کی افزائش کا تیزی سے بڑھنا ہے۔ ان جسمانی اور نفسیاتی تبدیلیوں کا ایک نمایاں اثر یہ ہوتا ہے کہ اکثر بچوں میں جلد غصے میں آنے اور بحث میں الجھنے کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس عمر میں بالغ تو ہو جاتے ہیں لیکن ذہنی پختگی نہیں ہوتی۔ وہ والدین کی بے جا روک ٹوک کی وجہ سے ان سے گفتگو کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ صورتحال والدین کے لیے انتہائی پریشان کن ہوتی ہے، اکثر اوقات

وہ اس پریشانی میں بچوں پر کڑی تنقید کرتے اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچے والدین سے دور ہو کر اپنے خول میں سمٹنے لگتے ہیں۔ والدین کو تنقید یا روک ٹوک سے کام لینے کی بجائے گھر کے ماحول کو ایسا بنانا چاہیے کہ بچے کسی خوف اور دباؤ سے آزاد ہو کر والدین سے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں۔

بالغ بچوں کے ساتھ والدین کو اپنے رویے میں درج ذیل چند باتیں مدنظر رکھنی چاہییں:

☆ سنِ بلوغت میں بچوں کو درپیش مسائل سے مکمل آگاہی نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے وہ الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں اور والدین کے سخت رویے کے باعث ان سے پوچھنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ نتیجتاً اپنے مسائل دوستوں سے شیئر کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ یہیں سے ان میں خود اعتمادی کا فقدان پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اگر بچوں کے رویے میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کریں تو اسے نظر انداز کرنے کی بجائے ان کے ذہنوں میں اُبھرنے والے سوالات کے جوابات ان کی عمر اور ذہنی استعداد کے مطابق حکمت سے دیں۔

☆ والدین کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ بچوں کو اپنائیت کا احساس دلائیں۔ وگرنہ بچے والدین سے دور ہو کر احساسِ تنہائی سے بچنے کے لیے بری صحبت اور بری عادات کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔

☆ والدین سے بڑھ کر بچوں کو بے لوث، مخلص اور رازدار دوست میسر نہیں آ

سکتا۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ بچوں کی دلچسپیوں اور محسوسات کی قدر کرتے ہوئے ان کے ساتھ دوستانہ برتاؤ میں تحمل و برداشت سے کام لیں۔

☆ بچوں کو مکمل تحفظ کا احساس دلائیں۔ انہیں کسی ایسی جگہ ہرگز نہ بھیجیں جہاں وہ خوف و ہراس محسوس کریں۔ بچے اگر اپنے دوستوں کے ہمراہ کھیلنے کے لیے باہر جائیں تو والدین ان پر نظر رکھیں کہ وہ کس طرح کے کھیلوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور کس قسم کے بچوں کے ساتھ کھیلنا پسند کرتے ہیں۔

☆ بچوں کو ہرگز دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ اور تنقید کا نشانہ نہ بنائیں۔ اگر اصلاح کرنی مقصود ہو تو الگ بلا کر محبت اور حکمت کے ساتھ سمجھائیں۔

سوال 145: بچہ اگر کسی برائی کا مرتکب ہو جائے تو والدین کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: بچہ اگر کسی برائی کا مرتکب ہو جائے تو والدین صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر چیخیں نہیں، لعنت نہ کریں، ان کو برا بھلا نہ کہیں، ان پر جسمانی تشدد نہ کریں اور نہ ہی ان کے ساتھ جنگ کی سی صورتِ حال پیدا کریں۔ جیسا کہ ارشادِ ہوتا ہے:

لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ.[1]

اللہ کسی (کی) بری بات کا بآوازِ بلند (ظاہراً و علانیتاً) کہنا پسند نہیں فرماتا۔

اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی گفتگو کا انداز پہلے سے زیادہ ہمدردی اور

[1] النساء، ۴:۱۴۸

محبت والا بنائیں۔ بچہ جو غلطی کر چکا ہے وہ لوٹائی تو نہیں جا سکتی۔ اس لیے والدین اپنے غصے پر قابو پائیں اور جب وہ اچھے موڈ میں ہوں تو انہیں علیحدگی میں برے کام کی خرابیوں کے بارے میں اچھے انداز سے سمجھائیں تا کہ بچہ نیکی کی طرف آ جائے۔

سوال 146: ڈپریشن کسے کہتے ہیں؟

جواب: ڈپریشن ایک ایسی بیماری ہے جو بعض بچوں کو عموماً بچپن میں ہی لاحق ہو جاتی ہے۔ اس میں ذہنی دباؤ اتنا بڑھ جاتا ہے جو نہ صرف جسمانی و نفسیاتی صحت کو متاثر کرتا ہے بلکہ سونے جاگنے، کھانے پینے حتیٰ کہ سوچنے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر بچہ مسلسل پریشانی، فکر، بے یقینی اور اداسی کی کیفیت میں رہے جس سے اس کی روزمرہ زندگی متاثر ہونے لگے اور عام تدابیر سے افاقہ نہ ہو تو ایسی حالت کو ڈپریشن کہتے ہیں۔

سوال 147: نوجوان ڈپریشن کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: نوجوان درج ذیل وجوہات کی بنا پر ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں:

☆ بعض نوجوانوں میں ڈپریشن کی بیماری موروثی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ وہ genes ہوتے ہیں جو والدین سے بچوں میں منتقل ہوتے ہیں اور ان کے دماغ میں ہونے والے کیمیائی عمل کو متاثر کرتے ہیں۔

☆ نوعمری میں بچے بہت حساس طبیعت کے ہوتے ہیں۔ وہ ہر کام اپنی منشا کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر وہی کام ان کی مرضی کے برعکس ہو جائے تو وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، جو ان کی ذہنی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

☆ بعض اوقات گھریلو مسائل جیسے والدین میں طلاق یا علیحدگی، کسی عزیز کی موت، جسمانی تشدد، سنگین حادثہ یا بیماری بھی نوجوانوں میں ڈپریشن کی وجہ بن سکتی ہے۔

☆ بعض اوقات والدین کی بے جا توقعات بھی نوجوانوں کو ذہنی دباؤ میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ جیسا کہ سکول و کالج میں بہترین کارکردگی نہ دکھانے پر انہیں ڈرایا دھمکایا اور پریشان کیا جاتا ہے۔ ایسے میں کچھ اپنی جد و جہد جاری رکھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اعلیٰ کارکردگی دکھاتے ہیں جب کہ کم ہمت نوجوان سیکھنے کی صلاحیت کی کمی کی وجہ سے گھبرا کر ناکام ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ صورتحال انہیں ڈپریشن کا شکار کر دیتی ہے۔

☆ بچپن میں بچے کے ساتھ پیش آنے والا کوئی ناخوشگوار واقعہ اس کی جسمانی حیاتیات پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ جو بعد ازاں شدید ڈپریشن کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

☆ دل کی بیماریوں، ہارمونز میں ہونے والی تبدیلیوں، منشیات کے زیادہ استعمال یا کچھ خاص دوائیوں کے استعمال سے بھی نوجوان ڈپریشن کا شکار ہو سکتے ہیں یا ان کے ڈپریشن کو مزید بڑھا سکتے ہیں۔

سوال 148: ڈپریشن کے شکار نوجوان کن مسائل میں مبتلا ہو جاتے ہیں؟

جواب: ڈپریشن کے شکار نوجوان درج ذیل مسائل میں مبتلا ہو جاتے ہیں:

۱۔ مایوسی اور احساسِ کمتری

ڈپریشن میں مبتلا نوجوان مثبت سوچنے کی بجائے وہم اور وساوس پر یقین

کرتے ہوئے مایوسی اور نا امیدی کی کیفیت سے دو چار ہو جاتے ہیں۔ اس کیفیت میں وہ کوئی کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے۔ کسی ناخوشگوار صورتحال کا نتیجہ اضطراب اور خوف کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ جس کے اثرات ان کے جسم کے تمام حصوں پر شدید ہو سکتے ہیں۔

ڈپریشن میں مبتلا نوجوان اپنی کامیابی اور ناکامی کا معیار اسی دنیا کو سمجھنے لگتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس اتنا کچھ ہے جب کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ فلاں کتنا خوبصورت اور سمارٹ ہے، وہ کیوں نہیں ہیں۔ جب وہ ایسی باتیں سوچتے ہیں تو احساس کمتری کا شکار ہو کر دوسروں کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں۔ کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعتماد سے بات نہیں کر سکتے اور بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۲۔ چڑ چڑا پن اور نیند میں کمی

اس بیماری کا اثر سب سے زیادہ نوجوانوں کی طبیعت پر پڑتا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے ان کی طبیعت میں چڑ چڑا پن آجاتا ہے۔ معمولی باتوں پر غصہ کرنا اور لڑنا جھگڑنا ان کا معمول بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس کبھی کبھار ان کی طبیعت میں تذبذب اور ہچکچاہٹ کا عنصر اس قدر حاوی ہو جاتا ہے کہ وہ نہ تو کسی کے سامنے کچھ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ یہ رات بھر بے خوابی اور بے سکون رہنے کی وجہ سے مکمل نیند نہیں لے سکتے۔ جس کی وجہ سے صبح اٹھ کر خود کو تازہ دم محسوس نہیں کرتے اور وہ ذہنی جھنجھلاہٹ کا شکار رہتے ہیں۔

۳۔غذا میں کمی اور جسمانی امراض

ڈپریشن میں مبتلا نوجوانوں کے کھانے پینے کی روٹین تبدیل ہوتی رہتی ہے کبھی تو وہ بہت زیادہ کھانا کھانے لگتے ہیں اور کبھی ان کی کھانے میں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے، انہیں بھوک بالکل نہیں لگتی۔ اس کی وجہ ڈپریشن کا ان ہارمونز پر اثر انداز ہونا ہے جو خوراک کی خواہش کو کنٹرول کرتے ہیں۔ یوں ان کے جسمانی وزن میں اضافہ یا کمی ہونے لگتی ہے۔ جس کی وجہ سے سینے میں جلن، قبض، قے وغیرہ بھی ہوتی ہے۔

ڈپریشن کے باعث بننے والے ہارمونز جلد کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں اور ان کی مقدار بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں اکثر نوجوان جِلد کے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کیل مہاسے، چنبل اور خارش وغیرہ۔ ایسے نوجوانوں کو ہر وقت بلاوجہ جسم میں کسی بھی جگہ درد کا احساس رہتا ہے۔

۴۔قوتِ فیصلہ کا فقدان

ڈپریشن میں مبتلا نوجوانوں میں قوتِ فیصلہ کا فقدان ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت سی الجھنوں کا شکار رہتے ہیں۔ انہیں چھوٹے چھوٹے فیصلے کرنے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات وہ یہ فیصلہ بھی نہیں کر پاتے کہ انہیں چائے پینی ہے یا مشروب۔ کھانے میں کیا کھانا ہے۔ دوستوں، رشتہ داروں میں سے کس کو وقت دینا ہے۔ حتیٰ کہ ایسے نوجوان ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنی تکلیف بتانے سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔

۵۔ زندگی سے بیزاری

ڈپریشن کے شکار نوجوانوں کو روزمرہ کے امور میں توجہ مرکوز کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ان کی دلچسپی نہ صرف اپنے متعلقہ کاموں میں بلکہ معاشرتی سرگرمیوں میں بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس مرض میں مبتلا نوجوان اپنی زندگی سے بیزار نظر آنے لگتے ہیں۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے اور وہ کس لیے زندہ ہیں۔ بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے ڈپریشن شروع ہو جاتا ہے اور وہ زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

سوال 149: ڈپریشن دور کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں؟

جواب: ڈپریشن قابلِ علاج بیماری ہے۔ اس بیماری میں مبتلا مریض کو جب اس بات کا ادراک ہو جائے کہ مجھے اس سے نجات حاصل کرنی ہے تو اس وقت اس کے لیے ڈپریشن سے نکلنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ ادویات کے علاوہ بہت سی ایسی تدابیر بھی ہیں جن کے ذریعے سوچ میں تبدیلی لا کر ڈپریشن کو دور کیا جا سکتا ہے مثلاً:

☆ مراقبہ ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کی ایک ایسی مشق ہے جس سے ذہنی سکون، خود اعتمادی اور قوتِ برداشت کی صلاحیت ملتی ہے اور ڈپریشن کا خاتمہ ہوتا ہے۔

☆ سر کا مساج کرنے سے بھی ڈپریشن کم ہوتا ہے اور یہ عمل خون تیز کرنے کا باعث بنتا ہے۔ خون تیز ہونے کی صورت میں دماغ خود بخود تازہ دم ہو جاتا ہے۔

☆ زندگی کی محرومیوں پر غور کرنے سے ذہنی دباؤ میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ شکر گزاری کی عادت دماغ کو مطمئن اور خوش کرتی ہے۔ اس لیے ڈپریشن کو ختم

کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے سے کم حیثیت افراد کو دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

☆ نوجوان جب اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں تو اس وقت ڈپریشن کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنے ملنے جلنے والوں سے اچھے اور مخلصانہ تعلقات قائم کریں۔ مثبت حسِ مزاح رکھنے والے دوستوں سے روابط بڑھائیں جو انہیں خوش رکھیں۔ سماجی سرگرمیوں میں حصہ لے کر دوسروں کے کام آئیں مثلاً معذور، ضرورت مند افراد کی مدد کرنا۔ اس سے نہ صرف جسمانی اور ذہنی صحت اچھی ہوگی بلکہ ڈپریشن کے مرض پر قابو پانا بھی آسان ہوگا۔

☆ موسم کی مناسبت سے سرد یا گرم پانی سے غسل کرنا بھی ذہنی تناؤ کو کم کرتا اور دماغی اعصاب کو پرسکون رکھتا ہے۔

☆ پانچ وقت خشوع وخضوع کے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں۔ اس سے ذہنی وقلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ شیطانی وساوس سے آزادی اور روحانی تسکین نصیب ہوتی ہے۔

☆ قرآن حکیم کی تلاوت مع ترجمہ پڑھنے، سننے اور سمجھنے کی روزانہ کی بنیاد پر عادت اپنائیں۔ اس کی تلاوت کرنے سے بھی سکون ملتا اور ذہنی دباؤ کم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ [1]

---

[1] الرعد، ۱۳: ۲۸

جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

☆ صبح و شام کسی پارک میں چہل قدمی کا معمول بنائیں۔ اس سے ڈپریشن کم ہوتا ہے اور ذہنی سکون بڑھتا ہے۔

☆ مسکرانے اور خوش رہنے سے نہ صرف صحت اچھی ہوتی ہے بلکہ ڈپریشن میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے کوشش کر کے ماضی کی تلخ یادوں کو بھول کر آج کی بجائے آنے والے کل کی فکر کریں۔

☆ ڈپریشن دور کرنے کے لیے نشہ آور چیزوں سے دور رہیں۔ اگر پہلے اس عادت میں مبتلا ہوں تو انہیں چھوڑ دیں۔

سوال 150: مایوسی کیا ہے اور کن وجوہات کی بنا پر یہ نوجوانوں میں جنم لیتی ہے؟

جواب: جب کوئی شخص کسی چیز کی خواہش کرے اور کسی وجہ سے وہ خواہش پوری نہ ہو سکے تو اس کے نتیجے میں دل و دماغ میں پیدا ہونے والے تلخ احساس کو مایوسی کہتے ہیں۔ درج ذیل وجوہات کی بنا پر نوجوانوں میں مایوسی جنم لیتی ہے:

☆ مایوسی کی ایک وجہ کامیابی اور ناکامی دونوں امکانات کو مدنظر رکھے بغیر کسی چیز کی شدت سے خواہش کرنا ہے۔ جیسے کم ذہنی استعداد کا حامل نوجوان اعلیٰ گریڈ کے حصول میں بہت زیادہ محنت کرنے کے بعد بھی اپنی خواہش کے مطابق نمبر نہ لے سکے یا اس کے نمبر کم آ جائیں تو یہ چیز اسے ذہنی اذیت سے دوچار کرنے کے ساتھ نا امیدی اور مایوسی کا شکار کر دیتی ہے۔

☆ مایوسی کی ایک اہم وجہ نوجوانوں کا دوسروں سے بے جا توقعات وابستہ کرنا ہے۔ مثلاً ایک نوجوان گمان کرتا ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آئے گی تو اس کا دوست اس کی بھر پور مدد کرے گا یا وہ یہ توقع کرتا ہے کہ اس کی نوکری ایسی کمپنی میں ہو جہاں تنخواہ تو اچھی ملے لیکن کام زیادہ نہ کرنا پڑے۔ لیکن جب ان توقعات کے برعکس ہوتا ہے تو اس میں مایوسی جنم لیتی ہے۔

☆ بعض نوجوان منفی ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر زندگی میں انہیں کسی ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو ان کی طبیعتوں میں مایوسی کا ایسا نقص پیدا ہو جاتا ہے، جسے وہ دوسروں میں منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ مایوسی کی ایک اہم وجہ سوچ میں جمود اور فکر و عمل میں تضاد ہے۔ نوجوانوں کی سوچ میں جمود اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ اپنی ہر سوچ اور عمل کو درست اور دوسروں کو غلط سمجھتے ہیں۔ اپنی غلطیوں سے سبق سیکھنے کی بجائے ان کا الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایک ایسے نوجوان کی ہے جو چاہتا ہے کہ وہ کرکٹ کا بہت بڑا کھلاڑی بنے۔ اس مقصد کے لیے وہ نہ محنت کرتا ہے اور نہ ہی کرکٹ کی پریکٹس کرتا ہے۔ لیکن اپنی اسکول یا کالج کی ٹیم میں خود کو شامل نہ کیے جانے کا الزام خود کو دینے کی بجائے سلیکٹرز اور نظام ہی کو دیتا رہتا ہے۔ اسے اپنی خامیوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسروں کو ہی موردِ الزام ٹھہراتا ہے اور یوں مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

☆ اکثر اوقات فطرت کے پیدا کردہ حالات کی وجہ سے اپنی کسی خواہش کی تکمیل سے قاصر رہنا نوجوانوں میں مایوسی کو جنم دیتا ہے مثلاً ایک نوجوان کسی مقابلے

میں حصہ لیتا ہے اور مقررہ تاریخ کو شدید موسمی حالات یعنی تیز بارش، برف باری یا گرمی کی وجہ سے مطلوبہ مقام پر پہنچ نہیں پاتا اور مقابلہ سے out ہو جاتا ہے۔ یوں یہ ناگہانی شکست اُسے مایوسی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

☆ بعض اوقات کم ذہنی صلاحیت کے حامل نوجوانوں پر دوستوں اور اعزاء و اقارب کی جانب سے عزت نفس کو مجروح کرنے والے جملے بھی انہیں ناامیدی اور مایوسی سے دو چار کر دیتے ہیں۔

سوال 151: والدین بچوں میں خود اعتمادی کیسے پیدا کریں؟

جواب: والدین بچوں کو درج ذیل تجربات سے گزار کر ان میں خود اعتمادی پیدا کریں:

ا۔ اپنے کام میں بچوں سے مدد لیں

بچے اپنی عمر سے بڑھ کر بڑے کام کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ والدین ان کی خواہش کے مطابق مختلف کاموں میں ان سے مدد لے سکتے ہیں۔ جیسے والد اگر اپنے بچے سے باغیچے میں گھاس کاٹنے اور والدہ بیٹی سے روٹی پکانے میں مدد لیتی ہے تو بہت سی گھاس ادھر اُدھر بکھر جائے گی اور بہت سا آٹا بھی ضائع ہونے کا امکان ہے۔ مگر ان تجربات سے بچوں کو سیکھنے کا جو موقع ملے گا اس کی قدر و قیمت والدین کی اس تکلیف کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوگی جو انہیں اس سلسلے میں اُٹھانا پڑے گی۔

۲۔ بچوں کو اپنے کام خود کرنے دیں

سنِ شعور سے ہی بچوں میں اپنا ہر کام خود کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ نئی نئی ذمہ داریاں قبول کر کے خوش ہوتے ہیں۔ مثلاً اپنے پڑھنے کا وقت خود مقرر کرنا، اپنے کپڑے اور یونیفارم پریس کرنا، اپنے جوتے پالش کرنا وغیرہ۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی نگرانی اور اعتدال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اختیارات ان میں منتقل کریں تاکہ وہ کسی کا محتاج بننے کی بجائے اپنے کام کی پلاننگ کرتے ہوئے اپنے اندر خوداعتمادی پیدا کرسکیں۔

۳۔غلطیوں سے سیکھنے کے مواقع فراہم کریں

یہ فطری امر ہے کہ والدین اپنے بچوں کو ایسی غلطیوں سے بچانا چاہتے ہیں جس سے انہیں جسمانی گزند پہنچنے اور ان کی خود اعتمادی متزلزل ہونے کا اندیشہ لاحق ہو۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ بچوں کو اپنی ذمہ داریاں قبول کرنے اور اپنی الجھنوں کو خود سلجھانے کا تجربہ کروائیں، انہیں باور کروائیں کہ وہ ان سے محبت کرتے ہیں اور ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں گے۔ اگر وہ غلطی کرتے ہیں تو انہیں اس کا احساس نہیں دلانا چاہیے کہ وہ قصوروار ہیں۔ بلکہ ان کی غلطیوں پر ان کے ساتھ مل کر غور کریں اور اس کے تدارک میں بچوں کے ساتھ شریک رہیں تاکہ وہ تجربات سے گزر کر خود اعتمادی کے ساتھ فیصلہ کرسکیں۔

۴۔ مالی معاملات کنٹرول کرنا سکھائیں

بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ والدین بچوں

کو مالی معاملات کنٹرول کرنا سکھائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ والدین بچوں کو اپنی جیب خرچ سے کچھ پیسے بچا کر خیرات، زکوۃ، سالگرہ اور اسی طرح کے دیگر کاموں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیں۔ بازار میں خریداری کے لیے ساتھ لے کر جائیں، چیزوں کے انتخاب اور کم بجٹ میں بہتر چیز خریدنے کا طریقہ سکھائیں۔ بچہ اگر بڑا ہو تو اسے پارٹ ٹائم کام کرنا سکھائیں تاکہ اس میں اعتماد کے ساتھ خود داری پیدا ہو۔

۵۔ بقدرِ ضرورت آزادی سے فیصلہ کرنے دیں

بچوں کو آزادی سے فیصلہ کرنے کا اختیار دیتے وقت والدین تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ ہر بچے کو کتنی آزادی اور ذمہ داری سے فیصلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہر بچے کی آزادی حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کی صلاحیت دوسروں سے جدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کسی معاملہ میں بچے سے فیصلہ کروانے سے پہلے اُسے اس کے مثبت اور منفی پہلو تفصیل سے سمجھا دیئے جائیں۔ پھر اُسے فیصلہ کرنے دیا جائے، اگر وہ صحیح فیصلہ کرتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے، لیکن اگر وہ غلط فیصلہ کرتا ہے تو جذباتی ہونے کی بجائے اُسے دلائل اور حکمت سے سمجھائیں کہ اُس کا فیصلہ غلط ہے۔ یوں مسلسل تجربات کے بعد اس میں درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

٦۔ محبت سے حوصلہ افزائی کریں

بچوں میں خود اعتمادی بڑھانے میں سب سے بڑی تعمیری قوت والدین کی محبت ہوتی ہے جو انہیں ہر قسم کے خوف سے آزاد کر دیتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچہ جیسا بھی ہو، اس سے محبت کریں۔ اس کو جلد کامیابی سے ہمکنار دیکھنے کی بجائے اس کی ترقی کی چھوٹی چھوٹی علامات دیکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس کی ہر چھوٹی کامیابی کو سراہیں۔ جب بچے کو والدین کی ایسی محبت اور تعریف و توصیف ملے گی تو اسے محسوس ہوگا کہ اس کے والدین اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ پھر خود اعتمادی کا یہ احساس اسے سیکھنے، نشو و نما پانے اور کامیاب ہونے کے لیے آزاد کر دیتا ہے اور دوسروں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں بھی مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

سوال 152: بچے کن تجاویز پر عمل کر کے مایوسی کو ختم کر سکتے ہیں؟

جواب: بچے درج ذیل تجاویز پر عمل کر کے مایوسی کو ختم کر سکتے ہیں:

☆ مایوسی کو ختم کرنے کا سب سے اہم طریقہ یہ ہے کہ بچے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل اور قناعت کریں۔ کسی بھی مصیبت اور آزمائش پر دکھی ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف کو دور فرمانے والا ہے۔

☆ مایوسی سے بچنے کے لیے بچے اپنی خواہشات کا حقیقت پسندی سے جائزہ لیں اور خیالی دنیا میں رہنے کی بجائے حقیقت کو کھلے دل سے تسلیم کریں۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی پُرسکون جگہ پر بیٹھ کر ایک کاغذ پر اپنی تمام خواہشات لکھیں۔

ان میں سے غیر حقیقت پسندانہ خواہشات جو پوری نہ ہوسکتی ہوں ان پر وقت ضائع کرنے کی بجائے پوری ہوسکنے والی خواہشات پر نشان لگائیں اور پھر ان کی تکمیل کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔

☆ بچوں کو چاہیے کہ دوسروں سے زیادہ توقعات وابستہ نہ کریں کیونکہ دوسروں سے توقعات رکھنے سے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

☆ بچے مایوسی پر مبنی کہانیوں، ڈراموں اور خبروں کو سننے سے مکمل اجتناب کریں اور ہمیشہ کامیاب افراد کی تخلیقات کو قابل اعتبار سمجھیں۔

☆ بچوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ناکامیوں کا الزام دوسروں کو دینے کی بجائے اپنی کمزوریوں پر غور کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ دوسروں کے خلاف تجسس اور بدگمانی سے بچیں۔ یہ طرزِ فکر جینے کی امنگ اور مثبت سوچ پیدا کرتا ہے۔

سوال 153: وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بنا پر بچے مجرم بنتے ہیں؟

جواب: بچے پیدائشی مجرم نہیں ہوتے بلکہ داخلی اور خارجی غیر موزوں ماحول بچوں کو مجرم بنانے کا باعث بنتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ. (1)

---

(1) ا۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، ١: ٤٦٥، رقم: ١٣١٩

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

ذیل میں چند ایسے عوامل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جن کی بناء پر بچے مجرم بنتے ہیں:

☆ گھر کا ماحول بچوں کی ذہنی اور جذباتی زندگی کو بڑی حد تک متاثر کرتا ہے۔ اس لیے سخت غصیلے اور جذباتی والدین کے غیظ وغضب کا نشانہ بننے والے بچے اکثر مجرم بن جاتے ہیں۔

☆ صحت مند معاشرہ بچوں کو اچھی فکر سے آراستہ کرتا ہے۔ جب کہ عصرِ حاضر میں معاشرہ اپنی خرابیوں کے باعث بچوں کو اوصافِ حمیدہ سے عاری کر رہا ہے۔ جن بچوں کو گھر کا پاکیزہ ماحول میسر نہیں آتا وہ معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں کی لپیٹ میں آ کر مجرم بن جاتے ہیں۔

☆ اگر بچوں کی دوستی آوارہ اور اخلاق باختہ بچوں سے ہو جائے تو ان کی بری صحبت انھیں اخلاقی طور پر مفلوج کر دیتی ہے۔ اس وجہ سے ان میں برے رجحانات اور احساسات جنم لیتے ہیں۔

.... ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة ......، ۴: ۲۰۴۷، رقم: ۲۶۵۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۳، رقم: ۷۱۸۱

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب في ذراري المشرکين، ۴: ۲۲۹، رقم: ۴۷۱۴

☆ بچوں کے مجرم بننے میں فلمیں اور سینما گھر بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ فلموں کے عریاں مناظر اور فحش گیت بچوں کے جنسی ہیجان میں شدت پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح جاسوسی فلمیں بچوں کو جرائم کی بھٹی میں جھونکنے کے لیے راہیں ہموار کرتی ہیں۔

☆ اسکولز اور کالجز کا غیر معیاری ماحول بھی بعض اوقات بچوں کو مجرم بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اساتذہ کا سخت اور غیر مشفقانہ رویہ بچوں کے معصوم جذبات کو پامال کر دیتا ہے اور ان کا خشک طرزِ تدریس بچوں کو سکول سے متنفر کر دیتا ہے۔ بایں وجہ بچے اکثر سکول سے بھاگ جاتے ہیں اور تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات بچوں کی غیر معمولی ذہانت بھی انہیں مجرم بنا دیتی ہے۔ اساتذہ جب ان کے رجحانات کو مثبت رخ پر لے جانے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو ان کی ذہنی کیفیات تخریب کاری پر منتج ہونے لگتی ہیں۔

☆ بچوں کے مجرم بننے کی ایک بڑی وجہ والدین کی جہالت، غربت اور تعلیم کی کمی ہے۔ بعض والدین ان پڑھ ہونے کی وجہ سے تعلیم کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوئے بچوں کے اسکول جانے کو ترجیح نہیں دیتے۔ اسی طرح بعض غریب والدین اسکول کے اخراجات پورے نہ کر سکنے کی وجہ سے بچوں کو اسکول نہیں بھیجتے۔ ایسے بچے بے مقصد زندگی اور احساسِ محرومی کا شکار ہو کر چوری، ڈکیتی جیسے جرائم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

☆ والدین کی شفقت سے محرومی بھی بعض بچوں کو مجرم بنا دیتی ہے۔ جیسے بعض والدین کی علیحدگی کی صورت میں بچے ننھیال یا ددھیال میں زندگی گزارنے پر مجبور

ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان بچوں کے سر پر والدین کا سایہ شفقت نہیں ہوتا، اس لیے انہیں کوئی بھی خاص اہمیت نہیں دیتا۔ بعض والدین اپنی مصروفیات کے باعث بچوں کو ملازمین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں جو ان بچوں سے جارحانہ سلوک کرتے ہیں۔ اس طرح بچے عدمِ تحفظ کا شکار ہوکر مجرم بن جاتے ہیں۔

☆ بچے ماحول کا اثر فوری طور پر قبول کرتے ہیں۔ گھر میں ہر وقت والدین کی درشت روی، بے جا لڑائی جھگڑا اور باہمی چپقلش کے بچے کے ذہن پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بچے ایسے ماحول سے راہِ فرار حاصل کرنے کے لیے مختلف جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

سوال 154: ٹین ایجرز لڑکوں میں ون ویلنگ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

جواب: پاکستان کے تقریباً تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ٹین ایجرز لڑکے موٹر سائیکلوں پر سوار سڑکوں پر ون ویلنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ کوئی بھی ہو وہ اپنی جان گنوانے کے ساتھ کئی قیمتی جانیں ضائع کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ والدین کے بڑھاپے کا سہارا ایسے نوجوان بے موت خون کی ہولی کھیلتے ہوئے اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ انتہائی بھیانک نتائج کے باوجود ون ویلنگ کرنے والے نوجوانوں کی تعداد میں کمی کی بجائے اضافہ ہو رہا ہے۔

ٹین ایجرز لڑکوں کے ون ویلنگ کرنے کی چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

☆ کھیلوں کے مواقع اور تعمیری سرگرمیوں کے فقدان کی وجہ سے نوجوان ون ویلنگ کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

☆ بعض نوجوان دوسروں کو خوف میں مبتلا کرنے کے لیے وین ویلنگ کے خطرناک کرتب دکھاتے ہیں۔

☆ ایکشن فلموں اور ان کے ہیروز سے حد درجہ متاثر ہونے والے نوجوان ون ویلنگ کرتے ہیں۔

☆ جن نوجوانوں کو بچپن میں والدین کی بھرپور توجہ نہیں مل پاتی، وہ جوانی میں دوسروں کی توجہ حاصل کرنے اور نمایاں رہنے کے لیے ایسے خطرناک کھیلوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

☆ کچھ نوجوان جرائم میں ملوث ہوتے ہیں جو ون ویلنگ کی آڑ میں رات کو سڑکوں پر گھومتے ہیں اور جب موقع ملتا ہے تو شہریوں کی گاڑیاں، موبائل اور نقدی لوٹ کر فرار ہو جاتے ہیں۔

☆ ون ویلنگ کرنے والے کچھ نوجوان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا جرائم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ صرف شوق کی بنا پر ون ویلنگ کرتے ہیں۔

سوال 155: ٹین ایجرز لڑکوں کو ون ویلنگ سے روکنے کے لیے حکومت کو کیا اقدامات کرنے چاہییں؟

جواب: ٹین ایجرز لڑکوں کو ون ویلنگ سے روکنے کے لیے حکومت کو درج ذیل اقدامات کرنے چاہییں:

☆ حکومت کا فرض ہے کہ نوجوانوں کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما کے پیشِ نظر کھیلوں کے میدان اور سٹیڈیم بنائے۔ ہاکی اور کرکٹ کے علاوہ دیگر اسپورٹس

سرگرمیوں کا انعقاد کرے تاکہ وہ ون ویلنگ کا مظاہرہ کرنے کی بجائے کھیلوں کے مقابلے میں شرکت کو ترجیح دیں۔

☆ حکومت کو چاہیے کہ ون ویلنگ کرنے والوں پر پابندی اور سزا کے قانون کو یقینی طور پر قابل عمل بنائے۔ ون ویلنگ کے خلاف اپنی مہم کا ازسرنو جائزہ لے کر ٹھوس اقدامات کرتے ہوئے اس کے خاتمے کے لیے ہر ممکن وسائل بروئے کار لائے۔

☆ ون ویلنگ کو کنٹرول کرنے کے لیے رینٹ اے موٹر سائیکل کے کاروبار کو بھی قانون کے دائرے میں لانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں سے نوجوانوں کو بآسانی موٹر سائیکل مل جاتی ہے۔

☆ حکومت ون ویلنگ کو فروغ دینے والے افراد پر کڑی نظر رکھ کر ان کے خلاف کارروائی کرے۔

سوال 156: ٹین ایجرز میں سگریٹ نوشی کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: ٹین ایجرز میں سگریٹ نوشی کے اسباب درج ذیل ہیں:

☆ ٹین ایجرز میں سگریٹ نوشی کی عادت کا اہم سبب ان کے والدین اور قریبی حلقہ احباب کا سگریٹ نوشی کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس بری لت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

☆ عصرِ حاضر میں ٹین ایجرز بے مقصدیت کا شکار ہیں۔ یکسانیت سے نجات اور آسودگی کی تلاش میں وہ سگریٹ نوشی کا سہارا لیتے ہیں۔

☆ امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے ٹین ایجرز اپنی شخصیت اور دولت کی تشہیر کے لیے سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔

☆ دینی ماحول کی کمزوری اور والدین کی ٹین ایجرز کی تربیت سے غفلت بھی سگریٹ نوشی کے فروغ کا سبب ہے۔

سوال 157: ٹین ایجرز کو سگریٹ نوشی سے کیسے بچایا جا سکتا ہے؟

جواب: سگریٹ نوشی ترک کرنا اگرچہ آسان کام نہیں مگر درج ذیل امور پر عمل کر کے ٹین ایجرز کو سگریٹ نوشی سے بچایا جا سکتا ہے:

☆ سگریٹ نوشی کو ترک کرنے کے ضمن میں سب سے پہلی بات جو اہمیت کی حامل ہے وہ ایک ایسا عزم مصمم ہے جس کے ذریعے ٹین ایجرز کی نفسانی خواہشات کو مغلوب کیا جا سکتا ہے۔

☆ والدین اگر سگریٹ نوشی کی عادت میں مبتلا ہوں تو انہیں چاہیے کہ اپنے بچوں کی خاطر اس کو ترک کر دیں یا اپنے بچوں کو اس لعنت سے بچانے کے لیے ان کے سامنے ہرگز اس کا استعمال نہ کریں۔

☆ سگریٹ کی طلب ایک لہر کی مانند ہے جو مخصوص دورانیے کے لیے آتی اور گزر جاتی ہے۔ جس وقت ٹین ایجرز کو سگریٹ کی طلب ہو تو انہیں لیموں کا رس، بھنی ہوئی سونف اور انگور کھانے کے لیے دیے جائیں۔ اس دوران انہیں ورزش کروائی جائے اور پھلوں کے جوس کا بھرپور استعمال کروایا جائے۔

☆ سگریٹ نوشی کی عادت ختم کرنے کے لیے ٹین ایجرز کو مثبت مشاغل میں

مصروف کیا جائے تا کہ ان کی توجہ دوسری طرف مبذول ہو جائے۔

☆ سگریٹ نوشی کے خاتمے کے لیے ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ٹین ایجرز کو نکوٹین کے قطرے استعمال کروائے جائیں۔

☆ بچوں کو سگریٹ نوشی سے بچانے کے لیے انہیں بچپن سے ہی دین کی طرف راغب کیا جائے۔ نماز اور روزہ کی پابندی انہیں سگریٹ نوشی سے دور رکھے گی۔

سوال 158: سگریٹ نوشی کے علاوہ کون سی ایسی نشہ آور اشیاء ہیں جن کے استعمال سے ٹین ایجرز کو بچانا چاہیے؟

جواب: نشہ کسی بھی شکل میں ہو انسانی صحت کے لیے مضر ہے، بعض نشہ آور اشیاء تو انسان کو موت کی وادی میں دھکیل دیتی ہیں، لہٰذا سگریٹ نوشی کے علاوہ درج ذیل نشہ آور اشیاء ایسی ہیں جن سے ٹین ایجرز کو بچانا چاہیے:

ا۔ شیشہ

شیشہ کا استعمال دوسری نشہ آور اشیاء کی جانب پہلا قدم ہے۔ ٹین ایجرز شیشہ کیفے کو بطور فیشن اور گلیمر اپنی زندگی کا حصہ بنا رہے ہیں۔ شیشہ ذائقہ دار تمباکو کا نام ہے۔ جو حقہ کے ذریعے پیا جاتا ہے۔ شیشے میں استعمال تمام ذائقے مضر صحت کیمیکل سے تیار کیے جاتے ہیں۔ اس میں تمباکو کے علاوہ کاربن مونو آکسائیڈ، آرسینک اور دیگر خطرناک کیمیائی مادوں کا استعمال ہوتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ایک گھنٹہ شیشہ کا استعمال سو سگریٹ پینے کے برابر ہے۔ لہٰذا اس کے مضر

اثرات سے قبل از وقت آ گاہی بچوں کو اس سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

۲۔ شراب

شراب کو ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ کہا گیا ہے۔ جو اس کا عادی ہو گیا وہ دیگر برائیوں کا بھی عادی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ٹین ایجرز کو اس کے نقصانات سے آ گاہ کرنا چاہیے اور اس سے محفوظ رہنے کی تلقین کرنی چاہیے۔

۳۔ افیون

نشہ آور اشیاء میں افیون بہت زیادہ خطرناک ہے۔ اس کو چائے، سگریٹ، حقہ میں ڈال کر پیا جاتا ہے۔ ثابت بھی نگلا جا سکتا ہے۔ یہ خشخاش کے کچے پھل سے نکلتی ہے۔ اس سے ادویات بھی بنتی ہیں۔ ان ادویات کا زیادہ استعمال افیون کا عادی بنا سکتا ہے۔ اس کا نشہ بھی انسانی ذہن کو مفلوج کر دیتا ہے۔ گو اس سے انسان وقتی سکون محسوس کرتا ہے لیکن اس کے نقصانات کا ازالہ ممکن نہیں۔

۴۔ ہیروئین

نشہ آور اشیاء میں سے ہیروئین سب سے مہنگی اور خطرناک چیز ہے۔ یہ بھورے یا سفید رنگ کا پاؤڈر ہوتا ہے جو افیون سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ یہ سگریٹ میں بھر کر پی جاتی ہے یا ناک سے سونگھ کر اس کا نشہ کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے انسان کا ذہن اور جسمانی اعضاء مفلوج ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جگر اور پھیپھڑے شدید متاثر ہوتے ہیں اور بالآخر انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

۵۔ چرس

چرس جسے حشیش بھی کہا جاتا ہے، بھنگ کے پودے کے رس سے بنتی ہے۔ یہ سیاہ، بھورے یا کالے رنگ کی ہوتی ہے اور سگریٹ کے ذریعے پی جاتی ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے والے افراد آسانی سے اس نشہ کا شکار ہو سکتے ہیں، لہٰذا بچوں کو اس سے آگاہی دی جائے۔

۶۔ کینابس

کینابس بھنگ کے پودے کے خشک پتوں اور پھول دار کونپلوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ خاکستری سبز یا سبز بھورے رنگ کی ہوتی ہے اور اس کی بدبو تیز اور ناگوار ہوتی ہے۔

۷۔ کوکین

کوکا نامی پودے کی پتیوں سے حاصل ہونے والی کوکین ہائیڈرو اور مکلو رائیڈ کہلاتی ہے۔ یہ بہت خطرناک نشہ آور چیز ہے۔ یہ سفید رنگ کی ہوتی ہے اور اس کی مہک نہیں ہوتی۔ راک بھی کوکین کی ایک قسم ہے جو سونگھی جاتی ہے اور بعض اوقات اس کا انجکشن بھی لگوایا جاتا ہے۔ فری بیس اور کریک بھی کوکین کی اقسام میں شامل ہیں۔ فری بیس سفید رنگ میں اور کریک چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پائی جاتی ہے۔

۸۔ حشیش

حشیش کیف اور قنب ہنری کے مادہ پودے کے پھولوں اور پتوں سے تیار ہوتی ہے۔ اسے ٹین ایجرز بطورِ نشہ استعمال کرتے ہیں۔ بھنگ اور چرس بھی اسی پودے سے حاصل ہوتی ہے۔

سوال 159: نشہ آور اشیاء سے ٹین ایجرز کی صحت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: نشہ آور اشیاء سے ٹین ایجرز کی صحت پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

☆ سگریٹ پینے سے ٹین ایجرز کے دل، معدہ، آنکھ اور دیگر اعضاء پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کی شریانیں سکڑتی، بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کی مقدار بڑھتی ہے۔ خون میں آکسیجن مناسب مقدار میں جذب نہیں ہوتی، جس سے دل کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جلد کا کینسر اور زخموں کے دیر سے صحیح ہونے کی بیماری بھی لاحق ہو جاتی ہے۔

☆ شراب کے مستقل استعمال سے پھیپھڑے مکمل طور پر تباہ ہو جاتے اور دیگر کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ ظاہری طور پر نوجوان بالکل تندرست نظر آتا ہے مگر اندر سے وہ مکمل طور پر کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اس کے زیادہ استعمال سے اموات واقع ہوتی ہیں۔ بعض اوقات شراب کا پہلی بار ہی استعمال کسی نوجوان کی موت کا باعث بن جاتا ہے۔

☆ افیون کے استعمال سے ٹین ایجرز میں بے چینی، عضلات کی کمزوری، حافظے کی خرابی، بھوک میں کمی، وزن میں کمی اور آنکھوں میں پیلا پن آ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کسی کام کاج کے قابل نہیں رہتے۔

☆ ہیروئین کے استعمال سے ٹی بی، ملیریا اور ٹائیفائیڈ جیسی بیماریاں اپنی لپیٹ میں لیتی ہیں۔ معدے میں خرابی در آتی ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں سکڑ جاتی ہیں اور حواس کی قوت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ چرس اور کینابس کے استعمال سے منہ، گلے اور پھیپھڑوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ چرس کے عادی نوجوان دھوئیں کو پھیپھڑوں میں روکنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے پھیپھڑوں میں کینسر ہو جاتا ہے۔ اس کے باقاعدہ استعمال سے یادداشت اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی متاثر ہوتی ہے۔

☆ کوکین کے استعمال سے ناقابل تلافی جسمانی نقصانات ہوتے ہیں جیسے بے خوابی، وزن میں کمی، ناک کی الرجی، معدے کی تکلیف اور ایڈز وغیرہ ۔ زیادہ مقدار میں سونگھنے سے یا کش لگانے سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

☆ شیشہ پینے سے گلے، پھیپھڑے، دل، گردے، اور کھانے کی نالی متاثر ہوتی ہے۔ جو بعد ازاں مزید پیچیدہ امراض میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

☆ نشہ آور ادویات کے استعمال سے طبیعت میں بوجھل پن پیدا ہو جاتا ہے۔ سر درد، معدے کی خرابی اور یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔

سوال 160: بچے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے اہداف کیسے مقرر کریں؟

جواب: کسی بھی مقصد کی تکمیل کے لیے اہداف کا متعین کرنا ازحد ضروری ہے۔ اسی سے خواہشات حقیقت کا روپ دھارتی ہیں۔ اس لیے بچوں کو چاہیے کہ مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے اپنے اہداف ضرور مقرر کریں۔ اہداف مقرر کرنے کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں:

☆ اہداف مقرر کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ بچے اپنے مقاصد کا تعین کر کے ان کو تحریر کریں۔ اپنے اس ٹائم پلانر کو کسی ایسی جگہ پر لگائیں جہاں وہ ان کی نگاہ میں رہے۔ اس سے زندگی کے نقطہ نظر اور کامیابی کے حصول کی راہ متعین ہوتی ہے اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ کہاں کھڑے ہیں، زندگی میں کیا کرنا چاہتے ہیں اور انہیں مزید کیا کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ بچے ایک وقت میں خود کو تین اہداف تک محدود رکھیں۔ اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ان کی ترتیب بنائیں۔ ان کے حصول کے لیے حقیقت پسندانہ نظام الاوقات مقرر کریں۔ بہتر نتائج کے لیے اپنے اقدامات میں تبدیلی کریں۔ کامیابی پر شکر ادا کریں اور ناکامی پر قابو پانے کے لیے بہتر اقدامات کریں۔

☆ بچے اپنی قابلیت اور صلاحیت کو مدِ نظر رکھ کر اہداف مقرر کریں تاکہ وہ اپنے اہداف کو قابلِ عمل، حقیقت پسند اور ایک خاص وقت میں پورا کرنے والا بنا سکیں۔

☆ بچے اپنے اہداف کو والدین، اساتذہ اور دوستوں کے ساتھ ضرور شیئر

کریں۔ بعض اوقات بچے اپنا ہدف تو مقرر کر لیتے ہیں مگر انہیں علم نہیں ہوتا کہ وہ اسے کیسے پورا کریں۔ ایسی صورتِ حال میں بڑوں سے اہداف کے حصول کے سلسلہ میں حاصل کی گئی رہنمائی انہیں منزل کی طرف گامزن کر سکتی ہے۔

☆ بچے اہداف کو اپنے لیے چیلنج سمجھیں۔ اس طرح ان میں کام کرنے کا جوش و جذبہ بڑھتا ہے اور کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

سوال 161: والدین اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے کون سے اقدامات اختیار کر سکتے ہیں؟

جواب: والدین اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے درج ذیل اقدامات اختیار کر سکتے ہیں:

۱۔ والدین اپنا کردار مثالی بنائیں

والدین بچوں کی پہلی درس گاہ ہوتے ہیں۔ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کے پیشِ نظر والدین کا کردار مثالی ہونا چاہیے۔ باعمل، باکردار اور بااخلاق والدین کے زیرِ سایہ پلنے والے بچے ہی حسن اخلاق کے پیکر اور کردار کے غازی ہوتے ہیں۔

۲۔ شریعت مطہرہ اور اُسوۂ حسنہ کے اُصولوں پر بچوں کی تربیت کریں

والدین اگر اپنے بچوں کی سیرت و کردار کو بہتر بنانا چاہتے ہیں تو اُن کے لیے ضروری ہے کہ تربیت کی بنیاد شریعت مطہرہ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر رکھیں۔ اس سے اُن کی طبیعتوں میں پاکیزگی اور نکھار آئے گا۔ والدین کو چاہیے

کہ بچوں کو اسلامی ماحول اور ایمانی تربیت فراہم کریں تاکہ وہ معاشرہ میں حقیقی اور باعمل مسلمان بن کر اُبھریں۔

۳۔ بچوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کریں

بچوں کی متوازن شخصیت بنانے میں والدین کو برابری کا سلوک روا رکھنا چاہیے۔ ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح نہیں دینی چاہیے؛ محبت کے معاملے میں اور نہ ہی روزمرہ زندگی کے معاملات میں۔ مساوات قائم رکھنے والے والدین ہی بچوں کو کامیاب افراد بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

۴۔ بچوں کی حوصلہ افزائی کریں

والدین کی محبت، تعریف اور حوصلہ افزائی بچوں کے دلوں میں اطمینان اور آسودگی پیدا کرتی ہے۔ بچوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے والدین ان کے ہر کام کی تعریف کریں۔ اس لیے وہ کسی نہ کسی کام کو سرانجام دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کامیابی کی صورت میں والدین کو ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے، خواہ وہ کامیابی ان کی نظر میں کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی ناکامی کو کامیابی اور تکمیل کی طرف بڑھنے والا ایک قدم سمجھنا چاہیے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں میں بے اعتمادی اور اپنی امیدوں میں ناکامی کے احساس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

۵۔ محبت سے بھرپور رویہ اپنائیں

بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے والدین کا رویہ ہمیشہ محبت بھرا ہونا

چاہیے۔ اس سے بچوں کو اطمینان، راحت اور قلبی سکون نصیب ہوتا ہے اور وہ بآسانی اپنے تمام معاملات والدین سے شیئر کرتے ہیں۔ والدین کے محبت سے لبریز کلمات انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ وہ اس دنیا میں اکیلے نہیں ہیں۔ والدین بچوں کو اہمیت دیتے اور انہیں اپنی ذاتی عزت و وقار کی سربلندی کا احساس دلاتے ہیں۔ یوں بچے پُراعتماد اور منظّم زندگی گزارنے کا فن سیکھتے ہیں۔

٦۔ تجربات کے مواقع فراہم کریں

بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے پیشِ نظر والدین کو چاہیے کہ ان کے لیے ایسی سرگرمیوں کا انعقاد کریں جن سے انہیں سیکھنے کے مواقع فراہم ہوں تاکہ وہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرسکیں۔

سوال 162: وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر والدین اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنے میں ناکام رہتے ہیں؟

جواب: زوجین جب والدین کے منصب پر فائز ہوتے ہیں تو ان کی تمام تر توجہ کا مرکز و محور ان کے بچے ہوتے ہیں۔ جن کی اچھی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کماحقہ پورا کرنا ان کا اہم فریضہ ہوتا ہے۔ مگر بہت سے والدین اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

ا۔ بچوں کو نئے تجربات سے روکنا

بعض والدین بچوں کو نت نئے تجربات کرنے سے روکتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایسا کرنے سے ان کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ یہ روک ٹوک بچوں کی

شخصیت پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے اور انہیں خوابیدہ صلاحیتوں کی بیداری سے محروم کر دیتی ہے۔ وہ حد سے زیادہ نازک مزاج اور ڈرپوک بن جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت میں کچھ نہ کر سکنے کا خوف مختلف پیچیدگیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو آئندہ زندگی میں کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

۲۔ بچوں کو معیاری وقت نہ دینا

بچوں کو معیاری وقت نہ دینا والدین کی بہت بڑی کوتاہی ہے۔ وہ اپنی بے جا دنیاوی مصروفیات کے باعث ان کی اچھی تعلیم و تربیت سے لاپرواہ اور غافل ہو جاتے ہیں۔ ان کی سرپرستی میں رہنمائی میسر نہ آنے کی وجہ سے بچوں کا بگڑنا، خودسر ہونا اور احساسِ محرومی کا شکار ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔

۳۔ بچوں کو بلاوجہ آزادی دینا

عصرِ حاضر میں آزادی کا رجحان غلط سمت اختیار کر گیا ہے۔ اکثر والدین یہ سمجھتے ہیں کہ آزادی بچوں کا حق ہے۔ اس لیے وہ ان کے معاملات میں مداخلت کرنا پسند نہیں کرتے۔ بچوں کی سرگرمیاں کیا ہیں، ان کی سوچ کے دھارے کس سمت بہہ رہے ہیں، کون سی چیزیں ان کے زیرِ استعمال ہیں۔ ان تمام امور میں وہ بچوں کو مکمل آزادی دے دیتے ہیں اور اسی آزادی کا غلط استعمال کر کے بہت سے بچے بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۴۔ بچوں میں خود انحصاری کا فقدان

اکثر والدین بچوں کی خود انحصاری پر اعتماد نہیں کرتے۔ اگر بچے کسی مشکل یا

پریشانی کا شکار ہو جائیں تو وہ فوراً ان کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔ حالانکہ مصائب کا سامنا کرنے اور مشکلات کو برداشت کرنے سے بچوں کی پوشیدہ صلاحیتیں کھل کر سامنے آتی ہیں اور ان میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ والدین کی جذباتی، سماجی یا مالی مدد کی وجہ سے نہ تو بچوں میں خود اعتمادی آتی ہے اور نہ ہی وہ مشکلات سے نمٹنے کا ہنر سیکھ پاتے ہیں۔ یوں ان کی تربیت میں ایک ایسی خلیج حائل ہو جاتی ہے جو انہیں کامیاب انسان نہیں بننے دیتی۔ یہ اس وقت زیادہ نقصان کا باعث بنتی ہے جب بچے والدین کے بعد تنہا رہ جاتے ہیں۔

۵۔ والدین کے قول وفعل میں تضاد

والدین کے قول وفعل میں تضاد بھی بچوں کی اچھی تربیت میں ناکامی کی ایک اہم وجہ ہے۔ مثلاً والدین اپنے بچوں کو سگریٹ نوشی سے منع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ صحت کے لیے مضر ہے۔ مگر خود بچوں کے سامنے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کو جھوٹ بولنے سے تو منع کرتے ہیں مگر ان کے سامنے اسی برائی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایسے دیگر بے شمار عوامل ہیں جو روزمرہ زندگی میں والدین سے سرزد ہوتے ہیں۔ جن میں واضح طور پر تضاد پایا جاتا ہے۔ اس سے بچوں کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۶۔ بچوں میں غیر مساویانہ سلوک

بعض والدین اپنی اولاد کے ساتھ یکساں سلوک روا نہیں رکھتے۔ ایک بچے کے ساتھ زیادہ شفقت اور پیار کا رویہ رکھتے ہوئے دوسرے بچے کی حق تلفی کرتے

ہیں ۔ جس کی وجہ سے اس بچے میں ضد، ہٹ دھرمی اور خود سری کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ جبکہ دوسرا بچہ احساس کمتری کا شکار ہو کر منفی سوچتا ہے اور اس میں حسد کا جذبہ بڑھتا ہے۔

۷۔ بچوں پر اپنی مرضی مسلط کرنا

والدین کا بچوں پر اپنی مرضی مسلط کرنا ان کی اچھی پرورش میں ناکامی کی اہم وجہ ہے۔ مثلاً ایک بچہ ڈاکٹر بننا چاہتا ہے مگر اس کے والدین اسے پائلٹ بنانا چاہتے ہیں۔ حاکمانہ اور جابرانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اسے زبردستی پائلٹ بننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بچہ اپنے والدین سے متنفر ہو جاتا ہے اور اس میں ضد اور نفرت جیسی خصلتیں جنم لینے لگتی ہیں۔

سوال 163: اگر بچے بد زبانی، ترش روی اور اکھڑ پن کا شکار ہوں تو ایسی صورت میں والدین کو کون سا وظیفہ کرنا چاہیے؟

جواب: اگر بچے بد زبانی، ترش روی اور اکھڑ پن کا شکار ہوں تو ایسی صورت میں والدین کو درج ذیل وظائف کرنے چاہییں۔ ان کی برکت سے ان کی اصلاح ہوجاتی ہے اور وہ نافرمانی سے باز آجاتے ہیں:

پہلا وظیفہ :یَا شَہِیْد

- اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر **یَا شَہِیْدُ** کا وِردسو (100) مرتبہ روزانہ کریں۔
- اس وظیفہ کو حسب ضرورت 11 دن، 40 دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ

کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

دوسرا وظیفہ: یَا قَوِیُّ یَا مَتِیْنُ

- اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر یَا قَوِیُّ یَا مَتِیْنُ کو ملا کر ان کا وِرد سو (100) مرتبہ روزانہ کریں۔
- اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔

سوال 164: اگر والدین کو گمان ہو کہ ان کی اولاد کے بگڑنے کی وجہ جادوٹونا ہے تو ایسی صورت میں وہ کون سا وظیفہ کریں؟

جواب: اگر والدین کو گمان ہو کہ ان کی اولاد کے بگڑنے کی وجہ جادوٹونا ہے تو ایسی صورت میں انہیں 'مسبعاتِ عشرہ' کا وظیفہ کرنا چاہیے، جو نہایت مفید اور موثر ہے:

- 'مسبّعاتِ عشرہ' بعد نمازِ فجر طلوعِ آفتاب سے پہلے اور بعد نماز عصر غروبِ آفتاب سے پہلے پڑھنے کے فضائل اور خصوصاً حل مشکلات، جادو وسحر اور دفعِ شرّ و جنّات کے لیے فوائد و تاثیرات زیادہ ہیں۔

'مسبّعاتِ عشرہ' کا وظیفہ درج ذیل ہے:

- أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ رَبِّ أَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ أَعُوْذُ بِکَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُوْنِ۔

(1 مرتبہ)

ا۔ سورۃ الفاتحہ: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ○﴾

۲۔ آیۃ الکرسی: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ ﴿اَللهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهُ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ إِلَّا بِإِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَؤُوْدُهُ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ○﴾

(البقرة، ۲: ۲۵۵)

۳۔ سورۃ الانشراح: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ○ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ○ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ○ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا○ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ○ وَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ○﴾

۴۔ سورۃ القدر: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ ﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ○ وَ مَآ

أَدْرٰکَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِO لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍO تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍO سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِO﴾

۵۔ سورۃ الکافرون: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَO لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَO وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُO وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْO وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُO لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِO﴾

۶۔ سورۃ النصر: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَ الْفَتْحُO وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًاO فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًاO﴾

۷۔ سورۃ اللّھب: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّO مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَO سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍO وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِO فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍO﴾

۸۔ سورۃ الاخلاص: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌO اَللهُ الصَّمَدُO

لَمْ یَلِدْ ۵ وَ لَمْ یُوْلَدْO وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌO﴾

۹۔ سورۃ الفلق: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِO ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِO مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَO وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَO وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِO وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَO﴾

۱۰۔ سورۃ الناس: 7 مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِO ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِO مَلِكِ النَّاسِO اِلٰهِ النَّاسِO مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِO الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِO مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِO﴾

أَللَّهُمَّ صَلِّ أَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَلَى أَسْعَدِ مَخْلُوْقَاتِكَ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلِّمْ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ۔

اسم جلالت -’اللہ‘- ایک سو (100) مرتبہ پڑھیں۔

سوال ۱۶۵: کیا اسلام میں جادو ٹونا اور تعویذ حرام ہیں؟

جواب: جادو ٹونا اور تعویذ دونوں فی نفسہ ایک دوسرے سے کلیتًا مختلف عمل ہیں۔ شرع کی رو سے نہ جادو ٹونا کرنے کا ارادہ کیا جائے اور نہ ہی جادو کرنے والے شخص

کی پیروی کی جائے۔ ایسا کرنا کفار کا شیوہ ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ.[1]

جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی۔ وہ اس چیز (شریعت اسلامیہ) سے بری ہوگیا جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمائی گئی۔

تعویذ کے بارے میں درج ذیل دو طرح کے احکامات ہیں:

ا۔ اگر تعویذ کا مقصد حصولِ برکت، شفا اور حفاظت ہو اور اس تعویذ پر مسنون دعائیں یا قرآنی آیات لکھی گئی ہوں تو ایسا تعویذ پہننا اور لکھوانا جائز ہے۔ اس کی تائید درج ذیل حدیثِ مبارک سے ثابت ہے:

حضرت عمرو بن شعیب کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيهِ وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ.[2]

---

[1] طبرانی، المعجم الأوسط، ٦: ٣٨٧، رقم: ٦٦٧٠

[2] أبو داود، السنن، كتاب الطب، باب كيف الرقى، ٤: ١٢، رقم: ٣٨٩٣

رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت کہنے کے لئے یہ کلمات سکھایا کرتے: پناہ لیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی اس کے غضب سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرو یہ دعا اپنے ان بیٹوں کو سکھایا کرتے جو سمجھدار ہوتے اور جو ناسمجھ ہوتے ان کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے۔

۲۔ تعویز پر کفریہ کلمات لکھوا کر اپنے مخالف دشمن کو شکست یا نقصان پہنچانا حرام اور کفریہ فعل ہے۔

سوال 166: کیا اسلام میں کسی نیک عمل کے لیے وظیفہ کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! اسلام میں کسی بھی نیک عمل کے لیے آیاتِ قرآنیہ، اسمائے حسنٰی، اسمائے نبویہ ﷺ اور مسنون دعاؤں پر مشتمل وظائف سے وظیفہ کرنا جائز ہے۔ بے شک بیماری اور شفاء اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے دوا اور علاج کا حکم دیا ہے اور اس میں شفا رکھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً. (1)

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب انزل اللہ داءِ الا......، ۵: ۲۱۵۱، رقم: ۵۳۵۴

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ......، ۲: ۱۱۳۸، رقم: ۳۴۳۹

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نازل نہیں کی مگر اس کی شفا بھی اتاری ہے۔
(یعنی دنیا میں ہر بیماری کے لیے سامانِ شفا موجود ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دُعاء اور دم میں بھی شفاء کا اثر رکھا ہے۔ قرآن و حدیث میں موجود پاک کلام سے وظیفہ کرنے سے کسی بھی بیماری میں مبتلا مریض کے شفایاب ہونے کی قوی امید کی جا سکتی ہے۔ بیماری میں دَم کرنا درج ذیل حدیثِ مبارک سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ، نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ، وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكٰى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ بِهٖ. (1)

رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دم کرتے۔ پھر انہیں اپنے چہرہ انور پر ملتے اور جہاں تک جسم اطہر پر ہاتھ پہنچتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ بیمار ہوتے تو آپ مجھے ویسے ہی دم کرنے کا حکم فرماتے۔

---

(1) بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیة، ۵: ۲۱۶۹، رقم: ۵۴۱۶

سوال 167: والدین پر بچوں کے کون سے حقوق لازم ہیں؟

جواب: اسلامی تعلیمات نے جہاں والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کو بیان کیا ہے، وہاں اولاد کے حقوق بھی متعین کیے ہیں۔ اسلام کی معاشرتی زندگی یک رخی نہیں بلکہ ہمہ گیر ہے۔ اسلام نے بچوں کو وہ سماجی اور معاشرتی حقوق عطا کیے جن کا زندہ درگور کرنے والے عرب معاشرے میں تصور بھی ناممکن تھا۔ والدین کو بچوں کے درج ذیل حقوق پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

ا۔ زندگی کا تحفظ

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جن کو زندگی کا تحفظ دینا والدین کا اہم فریضہ ہے۔ کجا یہ کہ انہیں غربت کے خوف سے قتل کر دیا جائے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ.[1]

اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی (دیں گے)۔

۲۔ حقِ رضاعت

بچے کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے عورت پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنے بچے کو پورے دو سال دودھ پلائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مدت ہر طرح سے بچے

---

[1] الأنعام، ٦: ١٥١

کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ بچے کے اسی حق کا تذکرہ قرآن حکیم میں یوں ملتا ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ج لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ م بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ج فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○[1]

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضا مندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم

[1] البقرة، ۲:۲۳۳

دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہےo

۳۔ اچھا نام رکھنا

بچے کا یہ حق ہے کہ اُس کا پیارا سا نام رکھا جائے۔ اسلام سے قبل عرب اپنے بچوں کے عجیب و غریب نام رکھتے تھے۔ جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ نا پسند فرماتے اور اچھا نام رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ، فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدِّبْهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ، فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْماً فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ. [1]

جس شخص کے ہاں بیٹا پیدا ہو تو وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اُسے ادب سکھائے، پھر جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کر دے۔ اگر اس کے بالغ ہوجانے کے بعد اس (کے والد) نے اس کی شادی نہ کی اور اس (کے بیٹے) سے گناہ سرزد ہوگیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔

۴۔ اچھی تربیت

بچوں کی اچھی تربیت کر کے انہیں اچھا، ذمہ دار اور مثالی مسلمان بنانا والدین کی ذمہ داری ہے۔ ان کی تربیت کے مختلف مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حضور

[1] بیہقی، شعب الإیمان، ٦: ٤٠١، رقم: ٨٦٦٦

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مُرُوْا أَبْنَاءَ كُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِيْنَ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. ❶

اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی ہو جائے، اور جب وہ دس سال کی ہو جائے تو (نماز نہ پڑھنے پر) اُس پر سختی کرو اور (دس سال کی عمر میں) انہیں الگ الگ سلایا کرو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے ایک شخص سے کہا:

أَدِّبِ ابْنَکَ فَإِنَّکَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ وَلَدِکَ مَاذَا أَدَّبْتَهُ وَمَاذَا عَلَّمْتَهُ، وَأَنَّهُ مَسْؤُوْلٌ عَنْ بِرِّکَ وَطَوَاعِيَتِهِ لَکَ. ❷

تم اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کرو کیونکہ تم اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے بارے میں جواب دہ ہو اور وہ تمہارے ساتھ حسنِ سلوک اور اطاعت کے باب میں جواب دہ ہے۔

۵۔ حقِ مساوات

اولاد کا حق ہے کہ والدین تمام اولاد سے یکساں سلوک رواں رکھیں، کسی سے زیادہ کسی سے کم کی زیادتی نہ کریں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

❶ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۷، رقم: ۶۷۵۶

❷ بیهقی، السنن الکبری، ۳: ۸۴، رقم: ۴۸۷۷

إِنَّ اللهَ تَعَالٰی یُحِبُّ أَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ أَوْلَادِکُمْ حَتّٰی فِي الْقُبَلِ. ❶

بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَوُّوْا بَیْنَ أَوْلَادِکُمْ فِي الْعَطِیَّةِ. ❷

اپنی اولاد میں تحائف کی تقسیم میں برابری رکھا کرو۔

٦۔ حقِ میراث

وراثت اولاد کا حق ہے۔ اسلام میں بیٹوں کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کو بھی جائیداد میں حصہ دار بنایا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

یُوْصِیْکُمُ اللهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ ق لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. ❸

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔

---

❶ هندي، کنز العمال، ١٦: ١٨٥، رقم: ٤٥٣٥٠

❷ ١۔ طبراني، المعجم الکبیر، ١١: ٣٥٤، رقم: ١١٩٩٧
٢۔ بیهقي، السنن الکبری، ٦: ١٧٧، رقم: ١١٧٨٠
٣۔ هیثمي، مسند الحارث، ١: ٥١٢، رقم: ٤٥٤

❸ النساء، ٤: ١١

سوال 168: بچوں کو والدین کے کون سے حقوق پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر عقیدۂ توحید، ایمانیات، اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کے بعد والدین کے حقوق کا بکثرت ذکر کیا گیا ہے، جن کو ادا کرنا ہر شخص پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ معاشرتی زندگی کی اکائی خاندان ہے اور خاندان کا قیام و استحکام والدین کے احترام کے بغیر ممکن نہیں۔ بچوں کو والدین کے درج ذیل حقوق پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

ا۔ حسنِ سلوک

والدین سے حسنِ سلوک کو اسلام نے اپنی اساسی تعلیم قرار دیا ہے۔ اُن کے ساتھ مطلوبہ سلوک بیان کرنے کے لیے 'احسان' کی جامع اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جس کے معانی کمال درجہ کا حسنِ سلوک ہے۔ والدین سے حسنِ سلوک کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًاط وَاِنْ جَاهَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَاط اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo [1]

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے نیک سلوک کا حکم فرمایا اور اگر وہ تجھ پر (یہ) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس

[1] العنکبوت، ۲۹: ۸

کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت مت کر، میری ہی طرف تم (سب) کو پلٹنا ہے سو میں تمہیں ان (کاموں) سے آگاہ کر دوں گا جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھےo

حدیثِ مبارک میں والدین سے حسنِ سلوک کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز اپنے وقت پر پڑھنا۔ عرض کیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. [1]

والدین کے ساتھ نیک سلوک روا رکھنا۔

۲۔ بڑھاپے میں بھی حسن سلوک اور خدمت

بڑھاپے میں والدین کی دل آزاری کرنے کی بجائے ان کے ساتھ نرم دلی سے پیش آنے کے بارے میں قرآن حکیم میں جامع انداز میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا

---

[1] ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المواقیت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ۱: ۱۹۷، رقم: ۵۰۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان۔۔۔، ۱: ۹۰، رقم: ۸۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۹، رقم: ۳۸۹۰

وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ [1]

اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں 'اُف' بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو ○ اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجزوانکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا ○

والدین کی خدمت عمر کے ہر حصے میں واجب ہے - بوڑھے ہوں یا جوان؛ لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے کیونکہ اس عمر میں والدین بعض اوقات چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی عقل و فہم بھی جواب دینے لگتی ہے۔ انہیں طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ وہ خدمت کے محتاج ہو جاتے ہیں تو ان کی خواہشات و مطالبات بھی کچھ ایسے ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانہ طفولیت یعنی بچپن کا زمانہ یاد دلایا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں۔ جس طرح انہوں نے اپنی راحت و خواہشات کو اُس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری

---

[1] الإسراء، ۱۷: ۲۳-۲۴

بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا۔ اب جبکہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا ہے تو عقل و شرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے احسان کا بدلہ ادا کرو۔

حدیثِ مبارک میں والدین کے بڑھاپے میں ان کی خدمت نہ کرنے والے شخص کی مذمت کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ.

اس کی ناک غبار آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ ذلیل و رسوا ہو)۔

کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَکَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ. [1]

جس نے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کے وقت میں پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔

۳۔ اطاعت و فرمانبرداری

حضور نبی اکرم ﷺ نے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت کرنے کو جہاد سے افضل قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص

[1] مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب رغم أنف من أدرك أبويه۔۔۔، ۴: ۱۹۷۸، رقم: ۲۵۵۱

حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شریکِ جہاد ہونے کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ. ❶

تم ماں باپ کی خدمت میں رہ کر جہاد کرو (یعنی ان کی خدمت سے ہی تمہیں جہاد کا ثواب مل جائے گا)۔

۴۔ والدین پر لعنت، گناہِ کبیرہ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے والدین کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین پر بھی لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ. ❷

---

❶ ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب الجهاد باذن الأبوين، ۳: ۱۰۹۴، رقم: ۲۸۴۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به۔۔۔، ۴: ۱۹۷۵، رقم: ۲۵۴۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۹۷، رقم: ۶۸۵۸

❷ بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب لا يسب الرجل والديه، ۵: ۲۲۲۸، رقم: ۵۶۲۸

کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ (بدلے میں) اس کی ماں کو گالی دے (تو یہ اپنے والدین پر لعنت کے مترادف ہے)۔

۵۔ نماز میں دعا کرنا

والدین کا حق ہے کہ جب وہ بڑھاپے کی حالت کو پہنچ جائیں تو ان کے حق میں اپنے رب سے یہ دعا مانگی جائے:

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا○ [1]

(اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا○

حقوق والدین کا تصور قرآنِ حکیم میں بیان کی گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے بھی ملتا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ○ [2]

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا○

نماز میں دعا والدین کا بنیادی حق ہے۔ ضروری نہیں کہ والدین کے لیے دعا ان کے انتقال کے بعد ہی کی جائے بلکہ ان کی زندگی میں بھی ان کے لیے صحت

---

1. الإسراء، ۱۷: ۲۴
2. ابراہیم، ۱۴: ۴۱

وسلامتی اور مغفرت کی دعا مانگی جائے۔ والدین کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔

٦۔ میراث کا حق

اولاد کے مال میں سب سے زیادہ حق اُن کے والدین کا ہے۔ حدیث نبوی کی روشنی میں والد اپنے بیٹوں کے مال میں اُن کی اجازت کے بغیر تصرف بھی کر سکتا ہے۔ وفات کے بعد بھی اولاد کی میراث میں والدین کا حصہ رکھا گیا ہے۔ اولاد کے ورثہ میں والدین کے حق کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ‌ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ.[1]

اور مورث کے ماں باپ کے لیے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مورث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لیے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)۔

٧۔ نان و نفقہ کا حق

والدین اگر کمانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو اولاد پر فرض ہے کہ وہ ان کے نان و نفقہ کا انتظام کریں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَسۡـئَلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ‌ؕ قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ

---

[1] النساء، ۴:۱۱

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ○ (1)

آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرما دیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے○

حدیثِ مبارک میں ہے کہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ وَالِدِي يَحْتَاجُ مَالِي، قَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ، إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ، فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ. (2)

ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس مال اور اولاد ہیں اور میرے والد میرے مال کے محتاج ہیں (میں کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: تم اور تمہارا مال

---

(1) البقرة، ٢: ٢١٥

(2) أبو داود، السنن، کتاب الاجارة، باب فی الرجل، يأكل من مال ولده، ٣: ٢٨٩، رقم: ٣٥٣٠

٢۔ احمد بن حنبل، المسند، ٢: ١٧٩، رقم: ٦٦٧٨

٣۔ بیهقی، السنن الکبری، ٧: ٤٨٠، رقم: ١٥٥٢٦

تمہارے باپ کے ہیں۔ (پھر فرمایا:) یقیناً تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے، لہٰذا اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔

سوال 169: بچوں کو رشتہ داروں کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟

جواب: بچوں کو تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں رشتہ داروں کے حقوق سے روشناس کروایا جائے۔ اسلام رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ خاص طور پر خونی رشتوں یعنی والدین اور بہن بھائیوں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے:

اِنَّ اللهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ [1]

بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو○

خونی رشتوں کے متعلق حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

قَالَ اللهُ: أَنَا الرَّحْمٰنُ، وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنَ اسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ. [2]

---

[1] النحل، ۱۶: ۹۰

[2] أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، ۲: ۱۳۳، رقم: ۱۶۹۴

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا نام رحمٰن ہے اور یہ رَحِم ہے، میں نے اِس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جو اسے (یعنی رحم سے بننے والے خونی رشتوں کو) جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔

بچوں کو بتایا جائے کہ وہ رشتہ دار جو مفلس ومحتاج ہوں اور کمانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو حسبِ استطاعت ان کی مالی مدد کرتے رہنا، ان کی خوشی وغمی میں ہمیشہ شریک رہنا، صلہ رحمی کرنا اور کبھی ان کے ساتھ قطع تعلق نہ کرنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

قرآن حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں رشتہ داروں کے معاشی حقوق پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰکِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ○ (1)

آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرما دیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے○

---

(1) البقرة، ٢: ٢١٥

حدیث مبارک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے غریب رشتہ داروں کی معاشی بحالی پر زور دینے کے ساتھ ساتھ کمزور اقرباء کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یہ (باغ) اپنے غریب اقارب کو دے دو، انہوں نے وہ باغ حضرت حسان اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دیا (جو ان کے چچا زاد بھائی تھے)۔ ❶

خونی رشتوں سے قطع تعلق کرنے والے کے لیے سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ. ❷

قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

بعض اوقات دنیا میں انسان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ کسی

---

❶ بخاری، الصحیح، کتاب الوصایا، باب إذا وقف أو أوصٰی لأقاربہ ومن الأقارب، ۳: ۱۰۱۱، رقم: ۲۶۰۱

❷ ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب إثم القاطع، ۵: ۲۲۳۱، رقم: ۵۶۳۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، ۴/۱۹۸۱، الرقم/۲۵۵۶

خونی رشتہ دار سے صلہ رِحمی کرنا چاہتا ہے مگر دوسرا قطع تعلقی کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلام میں اس معاملے پر بھی تعلیم فراہم کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ، وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا.[1]

اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دینے والا صلہ رِحمی کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ اُس سے رشتہ توڑا جائے، مگر وہ پھر بھی اسے بھلائی کے ساتھ جوڑے رکھے۔

والدین اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق کا خصوصی خیال رکھیں۔ اُن کا یہ عمل بچوں کی تربیت میں معاون ہوگا۔

سوال 170: بچوں کو ہمسایوں کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟

جواب: بچوں کو بتایا جائے کہ گھر سے باہر کی سماجی زندگی میں قریب ترین تعلق ہمسائیگی کا ہے۔ یہ رشتہ نہ صرف شرعی اعتبار سے بلکہ اخلاقی اور معاشی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس کو ادا کرنا ہر مرد و عورت کے لیے لازم اور ضروری قرار پایا ہے۔ درج ذیل قرآنی آیت اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بچوں کو ہمسایوں

---

[1] بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب لیس الواصل بالمکافئ، ۵: ۲۲۳۳، رقم: ۵۶۴۵

کے حقوق سے روشناس کروایا جائے۔

قرآن حکیم میں ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّ بِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ‏ [1]

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو، (ان سے نیکی کیا کرو)، بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبّر کرنے والا (مغرور) فخر کرنے والا (خود بین) ہو۔

مذکورہ بالا آیت میں تین طرح کے ہمسایوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک وہ جو ہمسائے بھی ہوں اور رشتہ دار بھی۔ دوسرے وہ جو گھر کے قریب تو رہتے ہوں مگر رشتہ دار نہ ہوں۔ تیسرے وہ جو سوسائٹی سے متعلق ہوں مثلاً وہ دوست احباب جو ایک جگہ مل بیٹھتے ہوں یا کسی جگہ اکٹھے کام کرتے ہوں اور اکثر میل ملاقات رہتی ہو۔ ان سب سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

---

[1] النساء، ۴: ۳۶

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی کو ایمان کا حصہ قرار دیا۔ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ. قِيْلَ: وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.❶

اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون؟ فرمایا کہ جس کا ہمسایہ اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمسائے کے حقوق کی اتنی زیادہ اہمیت بیان فرمائی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خدشہ لاحق ہوا کہ شاید وراثت میں بھی ہمسائیوں کا حق ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِي بِالْجَارِ، حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.❷

جبریل ہمیشہ مجھے ہمسائے کے متعلق حکم پہنچاتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید اسے وارث بنا دیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے ہمسائے کی عزتِ نفس اور اس کے گھر کے تقدس کا احترام کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ ہمسائے کے حقوق بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اس

❶ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب إثم من لا یأمن جاره بَوَائِقَهُ، ۵: ۲۲۴۰، رقم: ۵۶۷۰

❷ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب الوصاءة بالجار، ۵: ۲۲۳۹، رقم: ۵۶۶۹

امر کی وضاحت بھی فرما دی کہ کس ہمسائے کے حقوق کو دوسروں کے حقوق پر فوقیت حاصل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار میں عرض گزار ہوئی: یا رسول اللہ! میرے دو ہمسائے ہیں۔ میں ان میں سے کس کے لیے تحفہ بھیجا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا. (1)

ان میں سے جو دروازے کے لحاظ سے تمہارے زیادہ قریب ہے۔

سوال ۱۷۱: بچوں کو حیوانات کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟

جواب: بچوں کو بتایا جائے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے عقل و شعور سے نوازا ہے، پھر انسانوں کی ہی خدمت اور بلا واسطہ یا بالواسطہ فائدہ و آزمائش کے لیے مختلف حیوانات کو پیدا فرمایا ہے۔ حیوانات کی بھی ضروریات اور حقوق ہیں اور اُن کے ساتھ انسانوں کو کس قسم کا سلوک و برتاؤ کرنا چاہیے اس کا عملی مظاہرہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ حسنہ سے ملتا ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَنْزِعُ فِيْ حَوْضِي، حَتّٰى إِذَا مَلَأْتُهُ لِأَهْلِيْ، وَرَدَ عَلَيَّ الْبَعِيْرُ لِغَيْرِيْ فَسَقَيْتُهُ، فَهَلْ لِّيْ فِيْ

---

(1) بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب حق الجوار فی قرب الأبواب، ۵: ۲۲۴۱، رقم: ۵۶۷۴

ذٰلِکَ مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّاءَ أَجْرٌ.[1]

ایک آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنے حوض میں پانی بھرتا ہوں، یہاں تک کہ جب میں اپنے گھر والے (جانوروں وغیرہ) کے لیے حوض بھر لیتا ہوں، تو کسی کا اونٹ حوض پر آ جاتا ہے، اور میں اسے پانی پلا دیتا ہوں، کیا میرے لیے اس میں اجر و ثواب ہو گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر پیاسے جاندار کو پانی پلانے میں اجر وثواب ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارک سے بچوں کو ترغیب ملتی ہے کہ اگر کسی پیاسے جانور کو پانی پلا دیا جائے یا وہ خود سے پانی پی لے اور اس کو پانی سے منع نہ کیا جائے تو اس میں بھی اجر وثواب ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ، كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا، فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ.[2]

ایک کتا کسی کنویں کے گرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ وہ پیاس سے مر

---

1. احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۸، رقم: ۷۰۹۴
2. بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب حدیث الغار، ۳:۱۲۷۹، رقم:۳۲۸۰

جائے۔ اچانک اسے بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے دیکھ لیا۔ اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس سے پانی نکال کر کتے کو پلا دیا۔ اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی گئی۔

جانوروں پر ظلم کرنے اور ان کی حق تلفی پر حدیثِ مبارک میں عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ. قَالَ: فَقَالَ: وَاللهُ أَعْلَمُ، لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِيْنَ حَبَسْتِهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.[1]

ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے اس بلی کو قید کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ بھوکی مر گئی۔ وہ عورت اس کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، جب تو نے اسے قید کیا تو تُو نے نہ اسے کھلایا نہ پلایا اور نہ ہی اسے کھلا چھوڑا کہ وہ (خود) زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔

حضرت ابو دَرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ غُفِرَ لَكُمْ مَا تَأْتُوْنَ إِلَى الْبَهَائِمِ لَغُفِرَ لَكُمْ كَثِيْرًا.[2]

---

1. بخاری، الصحيح، كتاب المساقاة، باب فضل سقي الماء، ۲:۸۳۴، رقم:۲۲۳۶
2. بیہقی، شعب الإیمان، ۴:۳۰۲، ۳۰۳، رقم:۵۱۸۸

اگر تمہاری ان چیزوں (یعنی زیادتیوں اور گناہوں) کو معاف کر دیا گیا، جو تم جانوروں کے ساتھ کرتے ہو، تو بلاشبہ تمہاری بہت بڑی مغفرت کر دی گئی۔

بچوں کو بتایا جائے کہ جانوروں کے حقوق کی خلاف ورزی اور اُنہیں اذیت دینا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہے۔ لہٰذا اُنہیں مکمل حقوق دیے جائیں اور اُن کی ضروریات کا مکمل خیال رکھا جائے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری شخص کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں موجود ایک اُونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اِس اُونٹ کا مالک کون ہے، یہ کس کا اُونٹ ہے؟ انصار کا ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہو۔[1]

سوال 172: بچوں کو پرندوں کے حقوق سے کیسے روشناس کروایا جائے؟

جواب: بچوں کو درج ذیل احادیث مبارکہ کی روشنی میں پرندوں کے حقوق سے

---

[1] ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ١: ٢٠٥، رقم: ١٧٥٤

٢۔ أبو داود في السنن، کتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، ٢٣/٣، الرقم: ٢٥٤٩،

٣۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٣٢٢، رقم: ٣١٧٥٦

روشناس کروایا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ، فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ، فَجَعَلَتْ تَفْرُشُ. فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ فَجَّعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا، رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا. وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ.[1]

ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے تو چڑیا پر بچھانے لگی۔ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے اسے اس کے بچوں کی وجہ سے تڑپایا ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ) ہم نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے ساتھ عذاب دینا، آگ کے پیدا کرنے والے رب کے سوا کسی کے لیے مناسب نہیں ہے۔

اس حدیث مبارک سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ حیوانات اور پرندوں کے بچوں کو

---

[1] أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، ۲: ۴۰۶، رقم: ۲۶۷۵

اُن سے چھیننا اور اُنہیں قید کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ ہی غیر مضر حشرات کو مارنا اور اُنہیں جلانا جائز ہے۔

حضرت شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ: يَا رَبِّ، إِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي عَبَثًا وَلَمْ يَقْتُلْنِي لِمَنْفَعَةٍ. ❶

جس نے کسی چڑیا کو بلا وجہ مار ڈالا تو وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے چلائے گی اور عرض کرے گی: اے اللہ! فلاں شخص نے مجھے بلا وجہ قتل کیا تھا، اور اس نے مجھے کسی فائدہ کے لیے قتل نہیں کیا تھا۔

حضرت ہشام بن زیاد کا بیان ہے:

دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ، فَرَآى غِلْمَانًا، أَوْ فِتْيَانًا، نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُوْنَهَا، فَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ. ❷

میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے چند لڑکوں یا نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر

---

❶ نسائی، السنن، كتاب الضحايا، باب من قتل عصفورا بغير حقها، ٧: ١٧٠، رقم: ٤٤٤٦

❷ بخاری، الصحيح، كتاب الذبائح والصيد، باب ما يكره من المثلة والمصبورة والمجثمة، ٥: ٢١٠٠، رقم: ٥١٩٤

تیر چلا رہے ہیں۔ حضرت انس ﷛ نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

بچوں کو بتایا جائے کہ شریعت کی ہر تعلیم فطرت کے مطابق اور اعتدال پر مبنی ہے۔ اس میں پرندوں کو بے جا تکلیف پہنچانے یا بغیر کسی وجہ اور عذر کے مارنا جائز نہیں ہے۔

سوال 173: ٹین ایجرز کو پرندوں کو پالنے اور پنجرے میں رکھنے کے احکامات کیسے سکھائے جائیں؟

جواب: ٹین ایجرز کو بتایا جائے کہ اسلام کی رو سے کسی پرندے کو بلا وجہ قید کرنا جائز نہیں۔ البتہ پرندوں کو کسی ضرورت کے تحت پالنے، ذبح کرنے یا ان کی نسل بڑھانے کی غرض سے انہیں بطور پالتو جانور اپنے گھر میں رکھنا جائز ہے۔ لیکن اس صورت میں اُن کے حقوق کی ادائیگی مکمل طور پر اُنہیں گھر میں رکھنے والے شخص کے ذمہ ہے، اُسے چاہیئے کہ ان پرندوں کے کھانے، پینے، گرمی، سردی اور راحت کا پورا خیال رکھے۔ اُنہیں حرام کاموں جیسے جوا وغیرہ کھیلنے میں استعمال نہ کرے، نہ ہی اُنہیں آپس میں لڑانے کے لیے پالے۔

پرندوں کو پالنے اور گھر میں رکھنے کا جواز ہمیں درج ذیل احادیث مبارکہ سے ملتا ہے۔ حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَيْنَا، وَكَانَ لِي أَخٌ صَغِيرٌ، وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ، فَمَاتَ نُغَرُهُ الَّذِي كَانَ يَلْعَبُ بِهِ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ

يَوْمٍ فَرَآهُ حَزِينًا، فَقَالَ لَهُ: مَا شَأْنُ أَبِي عُمَيْرٍ حَزِينًا؟ فَقَالُوا: مَاتَ نُغَرُهُ الَّذِي كَانَ يَلْعَبُ بِهِ، يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ [1]

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے اور میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اور اس کے پاس ایک نغیر (مخصوص چڑیا) تھی جس سے وہ کھیلتا تھا۔ ایک دن وہ نغیر (چڑیا) مرگئی، جس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ ایک دن تشریف لائے تو اسے غمگین دیکھ کر فرمایا: ابو عمیر غمگین کیوں ہے؟ گھر والوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی وہ نغیر (چڑیا) مرگئی ہے جس کے ساتھ یہ کھیلا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو عمیر! نغیر (چڑیا) کا کیا ہوا۔

اس چڑیا سے کھیلنے کا مطلب جانور کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس سے بچے کا لطف اندوز ہونا اور دل بہلانا تھا۔

امام بیہقی حضرت ہشام سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ تِسْعَ سِنِينَ وَأَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَقْدُمُوْنَ فَيَرَوْنَهَا فِي الْأَقْفَاصِ الْقُبَّارَى وَالْيَعَاقِيْبَ. [2]

امیر المومنین یعنی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں نو سال قیام پذیر

[1] أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۸۸، رقم: ۱۴۱۰۳

[2] بيهقي، السنن الكبرى، ۵: ۳۳۳، رقم: ۹۹۹۴

رہے، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ مکہ میں تشریف لاتے تو وہ مکہ میں پنجروں کے اندر چنڈول (چڑیا سے بڑے، لمبی چونچ اور سر پر تاج والے خوش آواز پرندے) اور چکور (کبوتر کی طرح سرخ چونچ والے خوبصورت پرندے) دیکھتے تھے۔

الغرض! ٹین ایجرز کو بتایا جائے کہ کسی ضرورت و مصلحت مثلاً وحشت دور کرنے اور پرندوں اور ان کی حرکات و آواز سے لطف اندوز ہونے کے لیے اُنہیں پنجروں میں رکھنا جائز ہے بشرطیکہ فخر و تفاخر پیشِ نظر نہ ہو اور کسی جوے وغیرہ میں بھی اُن کو استعمال نہ کیا جائے۔ اس کے ساتھ بچے پرندوں کے تمام حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔ مثلاً پرندے کی جسامت کے لحاظ سے پنجرہ اتنا کشادہ ہو کہ اس میں اسے تکلیف نہ ہو۔

پرندے اپنے دکھ درد، تکلیف اور ضرورت کا پوری طرح اظہار نہیں کر سکتے۔ اس لیے پرندے کے مزاج کے مطابق اس کی بود و باش اور خوارک و آسائش کا انتظام کیا جائے۔ پرندے کے لیے اُس کی مرغوب غذا کا بھی اہتمام کیا جائے مثلاً جو پرندے پھل رغبت سے کھاتے ہیں اُن کے لیے حسبِ حیثیت وہ پھل مہیا کیے جائیں اور جو پرندے دانہ، تنکا یا گھاس پھوس رغبت سے کھاتے ہیں ان کے لیے اس کا انتظام کیا جائے۔

سوال 174: بچوں کو کیسے دوستوں کا انتخاب کرنا چاہیے؟

جواب: اچھا دوست زندگی میں کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔ یہ ہر غرض سے پاک

ایک ایسا خوبصورت اور انمول رشتہ ہے جس میں محبت، اعتبار، بے تکلفی، خلوص اور احترام شامل ہے۔ لیکن بعض دوستیاں انسان کو گمراہی کے راستے پر بھی ڈال دیتی ہیں، لہٰذا دوست بناتے وقت بچوں کو درج ذیل اُمور مدِنظر رکھنے چاہییں۔

۱۔ بامقصد دوست

بچوں کو ایسے دوست بنانے چاہییں جن کا کوئی مقصدِ حیات ہو، کوئی goal اور کوئی aim ہو، جس کو achieve کر کے وہ دوسروں کا سہارا بن سکیں اور ان کی ذات دوسروں کے لیے باعثِ نفع ہو۔

۲۔ دین دار دوست

دوستوں کا انتخاب کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ ان کے افکار و خیالات دین اور ایمان کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں۔ کیوں کہ ان کے جذبات، خیالات، رجحانات اور ذوق دیگر دوستوں کی شخصیت پر اثر انداز ہوں گے۔

۳۔ ہم عمر دوست

بچوں کو ایسے دوست بنانے چاہییں جو ان کے ہم عمر ہوں تاکہ وہ باآسانی ایک دوسرے سے علمی و عملی فائدے حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کسی بھی درپیش مسئلہ پر بے تکلفی سے تجزیہ کر کے اپنی رائے دے سکیں۔

۴۔ آئینہ نما دوست

بچوں کو ایسے دوست بنانے چاہییں جو ان کی تعمیرِ شخصیت میں اہم کردار ادا کرسکیں۔ ان کے اچھے کام کو سراہیں اور غلطی کرنے پر اُن کی اصلاح کریں۔ ان کی ترقی اور عزت کو اپنی عظمت سمجھیں، ان کی ناکامی کو اپنی ناکامی سمجھ کر انہیں کامیاب کرانے میں مددگار ثابت ہوں۔

۵۔ مخلص دوست

بچوں کو ایسے مخلص اور باکردار دوست بنانے چاہییں جو کسی قیمت پر بھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ تنگی ہو یا آسانی، ہر حال میں اس مقدس رشتے کو مستحکم بنائیں۔ ہر مشکل میں ان کا ساتھ نبھانے والے ثابت ہوں۔

۶۔ عقل مند دوست

بچوں کو چاہیے کہ وہ عقل مند کو اپنا دوست بنائیں کیوں کہ احمق اپنے دوست کو فائدہ تو پہنچانا چاہتا ہے مگر اپنی جہالت اور کم علمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بے وقوف دوست سے عقل مند دشمن بہتر ہے۔

سوال 175: بچوں پر دوستوں کے کون سے حقوق لازم ہیں؟

جواب: بچوں پر دوستوں کے درج ذیل حقوق لازم ہیں:

☆ بچوں کو اپنے دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

☆ کسی بھی مشکل میں دوست کو مدد کی ضرورت ہو تو اسے تنہا چھوڑنے کی بجائے اس کی مدد کرنی چاہیے۔

☆ اپنے دوست کے لیے وہی چیز پسند کرنی چاہیے جو اپنے لیے کی جائے۔

☆ دوست کو اگر کسی ایسی چیز کی ضرورت ہو جو آپ کے پاس ہو تو اپنی ضرورت پر اپنے دوست کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہوئے اسے وہ چیز بلا ہچکچاہٹ دے دینی چاہیے۔

☆ دوست کے ساتھ مشفقانہ اور اعتماد والا رویہ رکھنا چاہیے اور اس کی ہر خوشی اور غمی میں اس کا ساتھ دینا چاہیے۔

☆ اگر دوست کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس سے نفرت کرنے کی بجائے اس بُرائی سے بچنے میں اس کا ساتھ دینا چاہیے۔

☆ دوست اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔

☆ دوست کو وقتاً فوقتاً گھر بلا کر اس کی کھانے پر دعوت کرنی چاہیے۔

سوال 176: بچوں کو خوشی اور غمی کے موقع پر اپنا رویہ کیسا رکھنا چاہیے؟

جواب: خوشی اور غمی زندگی کے وہ پہلو ہیں جن سے ہر انسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس کی زندگی میں نشیب و فراز وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ صحت کے ساتھ بیماری، سکھ کے ساتھ دکھ، راحت کے ساتھ رنج، تنگی کے ساتھ فراخی پیوست ہے۔

خوشی و غمی میں بچوں کا رویہ ان کی شخصیت کا اہم ترین جزو ہے۔ اسلامی

تعلیمات دونوں طرح کے حالات میں ان کی مکمل رہنمائی کرتی ہیں کہ اگر کامیابی و کامرانی حاصل ہو جائے تو ان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ اور اگر کبھی ناکامی، دکھ، تکلیف، بیماری اور تنگی آ جائے تو انہیں ان حالات کا سامنا کیسے کرنا چاہیے؟ اس سے متعلق درج ذیل حدیث مبارک سے رہنمائی ملتی ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ. إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ. وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ. إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ. وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ. (1)

مومن کی (اس) شان پر خوشی کرنی چاہیے کہ اس کے ہر معاملہ میں خیر ہے۔ یہ مقام مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔ اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اس کو اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تب بھی اس کو اجر ملتا ہے۔

بچوں میں چونکہ قوتِ برداشت کم ہوتی ہے۔ خوشی ملنے پر وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور تکلیف یا غم کے موقع پر واویلا کرتے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کی اس انداز سے تربیت کریں کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر اور خوشی کا اظہار کریں اور مصیبت کے وقت صبر کریں۔ جب بیماری آئے تو اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے کی بجائے اس کی بارگاہ میں صحت یابی کی دعا

(1) مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير، ۴: ۲۲۹۵، رقم: ۲۹۹۹

کریں۔ اگر کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائیں تو اس پر نظر رکھنے کی بجائے راحت و آرام میں بسر کی ہوئی زندگی کے بارے میں سوچیں۔ کیونکہ نعمتوں پر نظر رکھنے سے بچوں کے دل میں شکر بجا لانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ سے شکوہ کرنے سے محفوظ رہتے ہیں۔

مصادِر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ **أحمد بن حنبل**، أبو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ

۳۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۴۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵-۲۹۲ھ/۸۳۰-۹۰۵ء)۔ **المسند (البحر الزخار)**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۵۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۶۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **شعب الایمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۷۔ **ترمذی**، أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۸۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الشمائل المحمدیہ**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب

الثقافیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۹۔ **حارث**، الحارث بن أبی أسامۃ/ الحافظ نور الدین الہیثمی (۱۸۶۔ ۲۸۳ھ) ۔**مسند الحارث**۔ المدینۃ المنورۃ، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: مکتبہ اسلامی، ۱۳۹۸ھ

۱۱۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۱۲۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰-۳۵۴ھ/ ۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۳۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **المطالب العالیۃ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۴۔ **حسام الدین ہندی**، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۵۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۱۶۔ **دار قطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۱۷۔ **دارمی**، ابومحمد، عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۱۸۱۔ ۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ

۱۸۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۹۔ **دیلمی**، ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **مسند الفردوس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۲۰۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اِسحاق بن اِبراہیم بن مخلد بن اِبراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ / ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۲۱۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷۶-۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۲۲۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۲۳۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۲۴۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۲۵۔ **ابن ابی عاصم**، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/

۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۲۶۔ **ابن عبدالبر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **جامع بیان العلم و فضله**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء۔

۲۷۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۲۸۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۲۹۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **إحیاء علوم الدین**۔ مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔

۳۰۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۳۱۔ **مالک**، ابنِ انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳- ۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۲۔ **مسلم**، أبو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن وردقشیری نیشاپوری (۲۰۶۔۲۶۱ھ)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی

۳۳۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن مفلح (۷۶۳ھ)۔ **الآداب الشریعه و المنح المرعیة**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۳۴۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/ ۱۱۷۳-

۱۲۴۵ء)۔ **الأحاديث المختارة**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۳۵۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵- ۱۲۵۸ء)۔ **الترغيب والترهيب من الحديث الشريف**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۳۶۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء + حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۳۷۔ **نسائی**، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵- ۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن الكبرى**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۳۸۔ **نظام الدین**، شیخ (م ۱۱۶۱ھ)۔**فتاوى هنديه المعروف فتاوى عالمگير**۔ بیروت، لبنان، دار احیاء، ۱۴۲۳ھ۔

۳۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**۔ قاہرہ، مصر: دارالریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۴۰۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

کتبِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

١۔ عرفانُ القرآن (اُردو ترجمہ قرآنِ حکیم)

٢۔ اَلمِنْهَاجُ السَّوِيّ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيّ

٣۔ هِدَايَةُ الْأُمَّة عَلٰى مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّة

٤۔ مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ

٥۔ اَلْفُيُوضَاتُ الْمُحَمَّدِيَّة

٦۔ تعلیم اور تعلم کی فضیلت وتکریم ﴿حُسْنُ التَّكَرُّم فِي الْعِلْمِ وَالتَّعْلِيْمِ وَالتَّعَلُّم﴾

٧۔ علم اور مصادرِ علم

٨۔ اِنسانی حقوق و آداب ...... اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں ﴿اللُّبَابُ فِي الْحُقُوْقِ وَالآدَابِ﴾

٩۔ اسلام میں انسانی حقوق

١٠۔ حقوقِ والدین

١١۔ اِسلام میں بچوں کے حقوق

١٢۔ تذکرے اور صحبتیں

١٣۔ فسادِ قلب اور اُس کا علاج

١٤۔ نوجوان نسل دین سے دُور کیوں؟

١٥۔ زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے

۱۶۔ ہمارا دینی زوال اور اُس کے تدارک کا سہ جہتی منہاج

۱۷۔ حسنِ اَعمال

۱۸۔ حسنِ اَحوال

۱۹۔ حسنِ اَخلاق

۲۰۔ شمائلِ مصطفیٰ ﷺ

۲۱۔ سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 5: طہارت اور نماز (فضائل و مسائل)

۲۲۔ نماز (مسنون طریقہ نماز اور دعاؤں کی بہترین کتاب)

۲۳۔ تعلیماتِ اِسلام سیریز 11: بچوں کی تعلیم و تربیت اور والدین کا کردار (2 سے 10 سال کی عمر تک)

خطاباتِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۔ If-37: فضیلت و آدابِ علم

۲۔ Fk-30: علم، عمل اور محاسبہ

۳۔ If-31: انسانی شخصیت اور کردار کی تعمیر

۴۔ Fm-1: تشکیلِ کردار کے 15 ضابطے حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

۵۔ If-24: تربیت طلبہ احوال ائمہ اور محدثین کی روشنی میں

۶۔ If-32: اخلاقی و تربیتی ہدایات برائے طالبات

۷۔ Ha-14: اسلام اور ہماری زندگی: اولاد کے حقوق

۸۔ Ha-100: تربیتِ اولاد کا نبوی اُسلوب

۹۔ Eu-12: نسبتِ رسول ﷺ ہی سند ایمان ہے

۱۰۔ Ha-74: حضور ﷺ کی بچوں پر رحمت و شفقت

۱۱۔ Ha-75: حضور ﷺ کی بچوں پر رحمت و شفقت

۱۲۔ Ha-76: حضور ﷺ کی بچوں پر رحمت و شفقت

۱۳۔ Fm-56: حسن ادب اور حسن خلق النصیحۃ

۱۴۔ Fm-55: غیبت اور چغلی سے اجتناب النصیحۃ

۱۵۔ Fp-1: نیک صحبت اور بد صحبت کے اثرات

۱۶۔ Fi-41: جوانی میں توبہ کی فضیلت (اول)

۱۷۔ Fi-42: جوانی میں توبہ کی فضیلت (دوم)

۱۸۔ If-30 آخرت کا زادِ سفر

۱۹۔ If-27: کامیابی کی پہلی شرط استقامت (ڈاکٹر حسین محی الدین قادری)

۲۰۔ Ha-88: تربیت اولاد میں والدین کا کردار (ڈاکٹر حسین محی الدین قادری)